بھر کے

مُحبّانِ مُلک

مُصنّفہ

حضرت ساغر اکبرآبادی

پبلشرز

ڈاکٹر ایشری پرشاد اینڈ کمپنی

لاہور

دُنیا بھر کے محبان ملک

جس میں یونان - روم - اٹلی - جرمنی - فرانس - سوئٹزرلینڈ سویڈن - ہالینڈ - روس - ایران - انگلستان - امریکہ - چین - جاپان - ہندوستان - مصر - الجزائر وغیرہ کے اُن محبان ملک کے حالات اور کارنامے درج ہیں جو قوموں کے بنانے والے اور ملکوں کی کایاپلٹ کرنے والے ہوئے اور جن کی ہمدردانہ محنت اور بے غرضانہ کوشش سے کسی قوم یا ملک کو عروج حاصل ہوا یا کسی جابر بادشاہ یا قوم کی حکومت سے رہائی ملی۔

M.S. Ahmed
2.9.74.

فہرست مضامین

فہرست مضامین

دیباچہ

نوٹ دیباچہ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

مدت سے میرا ارادہ تھا کہ حب الوطنی یا یوں کہو کہ "محبانِ ملک کے کارنامے" جیسے قابل قدر اور ضروری مضمون پر ایک ایسی کتاب تالیف کروں جس میں دنیا بھر کے اُن نیک ذات - خدا ترس - عالی حوصلہ اور اپنے ملک و قوم کے سچے ہمدردوں اور بنی انسان کے حقیقی غمخواروں کے صحیح تاریخی حالات درج کئے جائیں - جن کی مستقل کوششوں - بے غرضانہ محنتوں بے نظیر و عظیم الشان قربانیوں - حقوق و آزادی سے متعلق سچی تعلیم اور نیکی سے بھری ہوئی زبردست خصلت سے کسی ملک کی کایا پلٹ اور کسی قوم کی حالت دگرگوں ہوئی - یعنی یا تو کوئی ملک جہالت اور تنزل کے غار سے نکل کر روشنی اور ترقی کے میدان میں آگیا اور یا کسی قوم کے لوگوں کو کسی جابر قوم یا کسی ظالم بادشاہ کی حکومت سے رہائی ملی ؛

اگرچہ اس کتاب کا بہت بڑا حصہ میرے پاس مرتب ہوچکا تھا لیکن اوراق پریشان کی صورت میں تھا - اور مجھے اتنی فرصت نہیں ملسکتی تھی کہ کتاب کو مکمل کرسکوں - کیونکہ ایسے اسباب اور واقعات کا سامنا ہوتا رہا جو انسان کو مجبور کرکے بہتر سے بہتر مقصد سے دور لے جاتے ہیں - لیکن شکر کا مقام ہے کہ سال ۱۹۰۸ء نے جسے میں نہایت مبارک سال کہوں تو بجا ہوگا ایسے اسباب پیدا کرد ئیے جنکے ہوتے ہوئے اس کتاب کی تکمیل مجھ پر بمنزلہ فرض حقیقی کے

ہو گئی - اور مجھ میں ان اسباب ہی سے ادائگی فرض کا وہ زبردست
جذبہ پیدا کر دیا کہ میں باوجود سخت عدیم الفرصتی کے اس ناچیز کتاب
کو اہل ملک کی خدمت میں پیش کر سکا - اس لئے میں اپنے فرض
سے اس شعر کو پڑھکر سبکدوش ہوتا ہوں کہ :-

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری ۔۔۔ طے ہوئی آج کی منزل میں فیشا میری

اس کتاب میں جسے میں اپنے اہل ملک کی خدمت میں محض اُن کے نفع کے خیال سے
پیش کرتا ہوں صرف اُن ہی لوگوں کے حالات درج ہیں جو اپنی ہمت و استقلال سے
کسی ملک یا قوم کے بنانیوالے اور اُسے بام عروج پر پہونچانیوالے ہوئے ہیں - اور
جنکی آن تھک جانفشانیوں اور قانون قدرت کے مطابق تعلیم کے ذریعہ سے
کسی ملک کے لوگوں کو اُن کے کنسٹی ٹیوشنل یعنی جائز و مسلمہ حقوق و آزادی
حاصل ہوئی - جن برگزیدہ لوگوں کا ذکر خیر اس کتاب میں آیا ہے وہ ایسے تھے جنہوں
محض دوسروں کے فایدہ کے لئے اپنا فایدہ نہ دیکھا - محض دوسروں کی بھلائی
کی خاطر اپنی جان تک خطرے میں ڈالی اور جنہیں دوسروں کی راحت میں راحت ملتی تھی

اس کتاب کا اصلی مقصد یہ ہے کہ اہل ہند یہ معلوم کر سکیں کہ جھوٹی اور سچی
حب الوطنی کیا ہے - ملکی بہبودی کے جائز ذرایع کیا ہیں - اور کسقدر ہمت و محنت اور
ثابت قدمی سے اور کتنی بڑی قربانی گذرانیسے اور کن کن ذرایع کے استعمال کرنے سے
ملک کو بہبودی - آزادی - خودمختاری - طاقت و عظمت - اقبال و دولت اور مرفہ الحال
یعنی سچی مسرت کی رونمائی ہو سکتی ہے - نیز یہ بھی معلوم کر سکیں کہ کسی قوم اور ملک کے
نہ صرف حقوق و آزادی بلکہ اُسکی ہستی بھی محض حب الوطنی کے زور اور احساسِ
وطن کے وجود کے باعث ثابت و برقرار رہ سکتی ہے +

یہی کتاب اہل ملک کو یہ بتا سکیگی کہ صرف حب الوطنی کے زور سے اُن
کی عزت سچی عزت اور اُنکی راحت حقیقی راحت کہلانیکی مستحق ہو سکتی ہے - اُن
کے حقوق قدرتی حقوق مانے جا سکتے ہیں - اُن کی آزادی فطری آزادی

کہلا سکتی ہے اُنکی طاقت خدائی طاقت ہو سکتی ہے۔ اور اُن کی ہستی لازوال ہستی
بن سکتی ہے حب الوطنی ہی کی بدولت قومیں آزادی کا سچا لطف اٹھا سکتی ہیں۔ اسی
کے طفیل میں قومیں عروج حاصل کر سکتی ہیں۔ اسی کے توسل سے قومیں قوموں کی مجلس میں ممتاز
ہو سکتی ہیں الغرض یہ کہ جن قوموں میں حب الوطنی اور محبان وطن نہیں وہ قومیں
"قومیں" نہیں کہلا سکتیں وہ زندہ قومیں نہیں ہیں۔ بلکہ "مردہ قومیں" ہیں جن میں سچی
قومی زندگی مفقود ہے اور جنکا وجود بمنزلہ عدم ہے اور جو خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ بیکار ہیں۔

اس کتاب میں ایسے پاک نفس لوگوں کے کارنامے اور تعلیمات درج کی گئی ہیں جو اس وقت
بظاہر اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن مرے نہیں۔ بلکہ اس قول کے مطابق کہ جیتا ہے وہ جو
مر چکا ہے قوم کے لئے اب تک زندہ ہیں۔ اگرچہ اونکا جسم موجود نہیں۔ لیکن اُن کی
اسپرٹ ضرور موجود ہے۔ اُن کی تعلیم موجود ہے۔ اُن کے کارنامے موجود ہیں اور ان سب
باتوں کی موجودگی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں۔ اور
جو کوئی اُن کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی ان کی مانند مر کر بھی تا ابد زندہ رہے گا۔

میں نے اُن محبان وطن کا ذکر کرنے سے گریز کیا ہے جو اس وقت بقید حیات ہیں
محض اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ وہ سردست "محبان ملک" کہلائے جاتے ہوں۔
لیکن اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُن میں کوئی ایسی تبدیلی ہو جائے کہ وہ
محبان ملک کے معزز خطاب کے مستحق نہ رہیں۔ تاریخ عالم میرے دعوے
کی زبان حال سے پکار پکار کر شہادت دے رہی ہے۔ اگر کوئی صاحب تاریخ
کی ورق گردانی کرنے کی تکلیف گوارا کریں تو اُن پر روشن ہو جائیگا کہ سلف سے
لیکر آج تک اس دنیا میں ایسے بہت سے لوگ گذرے ہیں جو اپنی زندگی کے نصف
حصہ تک یا پون حصہ تک "محب ملک" کہلائے لیکن زندگی کے آخری ایام میں کسی
وجہ سے (ذاتی طمع۔ ذاتی اغراض۔ ذاتی فواید۔ اور ملک و قوم کو نقصان پہونچانے
کے باعث) اُن سے یہ معزز لقب چھین لیا گیا۔ اور وہ بجائے محب ملک کے "دشمن
ملک" قرار دئے گئے۔ تاریخ نے ان کے سچے القاب کی بابت یہی فیصلہ کیا ہے کہ

اون کے آخری دم تک کیے کارناموں کے اعتبار سے انہیں کوئی لقب دیا جائے ؟

اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا - ناظرین اس کتاب میں ایتھنس کے ایک حکیم سولن کے حالات بھی ملاحظہ کرینگے جو ایک بڑا اور سچا محب وطن ہوا ہے جب وہ دوران سیاحت میں شاہ کریسس کے دربار میں پہونچا - اور جب بادشاہ نے اپنا مال و دولت دکھا کر سولن سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کبھی کوئی شخص مجھ سے زیادہ خوش نصیب دیکھا ہے تو اُسنے کہا کہ ہاں دیکھا ہے - تین مرتبہ یہی سوال کرنے پر سولن نے یہی جواب دیا کہ اے بادشاہ تجھ سے زیادہ خوش نصیب لوگ اس دنیا میں ہو چکے ہیں - اور ہم یونانیوں کی رائے میں وہ شخص خوش نصیب ہے جس کا ساتھ خوش نصیبی آخری دم تک دیتی رہی اور جو زندہ ہے - مگر جسے آگے چلکر زندگی میں بہت سے خطروں کا سامنا ہونیوالا ہے اُس کی خوش نصیبی اُس جنگجو سورما کی خوش نصیبی سے بہتر نہیں ہے جو میدان میں دوسرے سورما کے مقابلہ میں لڑ رہا ہو - اور جس کے لئے فتح کا تاج غیر یقینی ہو" شاہ کریسس اس جواب پر سولن سے ناخوش ہوگیا اور اُسے کوئی عطیہ نہ دیا - سولن بادشاہ سے رخصت ہو کر چلا آیا - کچھ عرصہ بعد ایران کے بادشاہ خرس نے کریسس پر فوجکشی کر کے اُسے شکست دی اور گرفتار کر لیا اور لکڑیوں کے انبار پر بٹھا کر آگ لگا دی اسوقت کریسس کی زبان سے سولن کا نام تین بار یوں نکلا "سولن - سولن - سولن" شاہ خرس نے یہ نام سنتے ہی کریسس سے دریافت کیا کہ یہ نام تو نے ٹھنڈی سانس بھر کر کیوں لیا - تو اُسنے سارا ماجرا سنایا - شاہ خرس نے جو انجام پر نظر رکھتا تھا کریسس کو چھوڑ دیا اور مدت العمر اُسکی مدد کرتا رہا - غالباً اب ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ میں نے کیوں زندہ محبان ملک کے حالات درج کتاب کرنے سے پرہیز کیا ہے ؟

اس کتاب میں میں نے ہندوستان کے اُن محبان ملک کے حالات درج کرنے سے بھی گریز کیا ہے جنکے کارناموں کو ایک قوم یا مذہب کے لوگ سراہتے ہیں مگر دوسری قوم یا مذہب کے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - اُن کے حالات سے اہل ہند میں باہمی شکر رنجی اور نفاق بڑھنے کا اندیشہ تھا اور فی زمانہ بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل ہند قومیت اور مذہب کے خیال کو بالائے طاق رکھ کر ایک دل ہو جائیں اور

اور شیر و شکر کی مانند خلط ملط ہو کر رہیں اور اتفاق کی برکت سے مالا مال ہوں ⁂

اس کتاب میں میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قوموں کی تواریخ یا یوں کہو کہ تاریخ عالم کے اوراق کا لب لباب ہے۔ ایسے لوگوں کے حالات درج کئے ہیں جو صدیوں سے اور پشتہا پشت سے عام اتفاق رائے کے ذریعہ اور اپنے کارناموں کے باعث **محبان ملک کے لقب** سے یاد کئے جا رہے ہیں۔ میں نے اُن کے حالات میں کوئی کمی بیشی نہیں کی ہے اور بعض کے حالات محض اتنے ہی لئے ہیں جتنے کہ اس کتاب کے مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اور باقی حالات ضرورتاً قلم انداز کر دئے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے اگر کوئی زیادتی کی ہے تو وہ یہ ہے کہ میں نے کہیں کہیں بنی انسان کو اور خاصکر اہل ہند کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ہدایت ضرور کی ہے ⁂

جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا میں نے اس کتاب کے لکھنے میں کوئی **ایک سو مستند کتب** سے مدد لی ہے جن کے نام آگے اس دیباچہ میں گنا دئے ہیں۔ اس سے ناظرین خود ہی اندازہ کر سکیں گے کہ مجھے اس کتاب کی تصنیف میں کس قدر سر دردی اور محنت کرنا پڑی ہے۔ پھر کتنا وقت صرف ہوا ہے۔ اور یہ کہ میری یہ تصنیف کس پایہ کی ہے البتہ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس مضمون پر اردو زبان میں آج تک کوئی کتاب اس پایہ کی نہیں پائی جاتی۔ لیکن جہاں میں یہ دعوے کرتا ہوں وہاں یہ بھی گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی یا نقص ہو تو ناظرین چشم پوشی سے کام لیں۔ کیونکہ میں دل سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ غلطی کرنا انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ ایک اور عرض اہل ملک سے یہ ہے کہ اس کتاب کو غور سے ملاحظہ کریں مجھے اپنے ملکی بھائیوں کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ میری اس ناچیز کوشش کو پسند کر کے مجھے مزید ملکی خدمت کے لئے حوصلہ دلائینگے ⁂

اس کتاب کی تصنیف میں علاوہ انگریزی زبان کی مشہور و جامع کتاب **انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا** کے اور بہت سی کتابوں سے مدد لی گئی ہے اون میں سے خاص خاص کے نام یہ ہیں:-

۱۔ تاریخ عالم "دی یونیورسل ہسٹری آف ورلڈ مصنفہ مسٹر اسرائیل سمتھ کلارک جو پانچ جلدوں میں ہے۔

۲۔ تاریخ مصر یعنی "ہسٹری آف ایجپٹ"

۳۔ مناریں یعنی "دی پرمڈز"

۴۔ تاریخ مصر جسمیں قدیم زمانہ سے لیکر سنہ ۳۰ قبل مسیح تک کے حالات درج ہیں یعنی "ایجپٹ فرام دی ارلیسٹ ٹائمز ٹو بی۔ سی ۳۰ مصنفہ الیس برچ صاحب ایل۔ ایل ڈی"۔

۵۔ تاریخ فارس جس میں قدیم زمانہ سے لیکر فتح عرب تک کے حالات درج ہیں۔ یعنی "پرشیا فروم دی ارلیسٹ ٹائمز ٹو دی عرب کنکوسٹ مصنفہ ڈبلیو۔ ایس۔ ڈبلیو وائکس ایم۔ اے"

۶۔ تاریخ مصر و شام۔ یعنی "ایجپٹ اینڈ سیریہ مصنفہ سر جے۔ ڈبلیو۔ ڈاسن"

۷۔ تاریخ مصر یعنی "دی دو تھاؤزنڈ ایئرز آف دی نائل مصنفہ مسٹر ای۔ اے۔ والس بج ایم اے"

۸۔ انقلاب فرانس یعنی "دی فرنچ ریولیوشن مصنفہ مسٹر ٹامس کارلائل"

۹۔ تاریخ ہندوستان قدیم یعنی "ارلی ہسٹری آف انڈیا مصنفہ مسٹر ونسینٹ۔ اے۔ اسمتھ"

۱۰۔ سوانح عمری اشوک یعنی "اشوک دی بدھسٹ ایمپرر آف انڈیا مصنفہ مسٹر ونسینٹ اے اسمتھ"

۱۱۔ رسالہ اردوئے معلی علیگڈھ۔ فروری مارچ نمبر ۱۹۰۸ء

۱۲۔ رسالہ مجلہ المجلہ۔ یہ عربی زبان کا مشہور رسالہ مصر سے نکلتا ہے

۱۳۔ تاریخ روس یعنی "ہسٹری آف رشیا مصنفہ مسٹر ڈبلیو۔ اے۔ مورفل ایم۔ اے"

۱۴۔ تاریخ جاپان یعنی "ہسٹری آف جاپان مصنفہ مسٹر ڈیوڈ مرے پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی۔"

۱۵۔ تاریخ چین "ہسٹری آف چائنا مصنفہ پروفیسر رابرٹ۔ کے۔ ڈگلس"

۱۶۔ مہا بھارت یعنی "مہابھارت ترجمہ انگریزی از مسٹر پی سی۔ رائے" کی متعدد جلدیں۔

۱۷۔ کرشن کی سوانح عمری مصنفہ محب ملک لالہ لاجپت رائے

۱۸۔ افسانہ متھرا یعنی متھرا ستیہ مصنفہ گراؤز صاحب

۱۹۔ تاریخ عالم یعنی "دی السٹریٹڈ ہسٹری آف دی ورلڈ مطبوعہ وارڈ لاک اینڈ کو لندن لمیٹڈ" ۲ جلد۔

۲۰۔ تاریخ ایران۔ یعنی "ہسٹری آف پرشیا مصنفہ سر جان ملکم"

۲۱۔ انقلاف فرانس پر چند خیالات۔ یعنی "رفلکشن اون دی فرنچ ریولیوشن مصنفہ مسٹر ایڈمنڈ برک"

۲۲۔ سوانح عمری شاہ نپولین اعظم یعنی "لائف آف نپولین مصنفہ لاک ہارٹ صاحب"

۲۳۔ تاریخ یورپ یعنی "ہسٹری آف یورپ مصنفہ ایلیسن صاحب"۔

۲۴۔ تاریخ روم۔ یعنی "ہائر ٹمپاین امپائر مصنفہ فسل صاحب"

۲۵۔ اٹلی کی جمہوری سلطنتیں یعنی "اٹالین ری پبلکس مصنفہ سسمونڈی صاحب"

۲۶۔ پلوٹارچ کی سوانح عمریاں۔ یعنی "پلوٹارکز لائیوز" مترجمہ پادری جان لینگ ہارن صاحب و ولیم

ولیم بینگ ہارون صاحب

۲۷۔ تواریخ گزیدہ۔

۲۸۔ تاریخ طبری۔

۲۹۔ تواریخ منتخب۔

۳۰۔ ناسخ خسرواں۔

۳۱۔ تواریخ جلالی

۳۲۔ زینت التواریخ۔

۳۳۔ روضۃ الصفا۔

۳۴۔ تاریخ جرمنی یعنی "ہسٹری آف جرمنی مصنفہ مسٹر بارکہم"

۳۵۔ تاریخ فرانس یعنی "ہسٹری آف فرانس" ایضاً

۳۶۔ تاریخ انگلستان یعنی "ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ پادری ل ٹلز صاحب ایم اے"

۳۷۔ تاریخ یونان یعنی "ہسٹری آف گریس مصنفہ مسٹر ڈی روز"

۳۸۔ تاریخ انگلستان یعنی "ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ ڈاکٹر ایچ۔ ڈبلیو۔ ڈکینس۔ پی۔ ایچ ڈی"

۳۹۔ تاریخ فرانس۔ یعنی "ہسٹری آف فرانس مصنفہ ایضاً"

۴۰۔ تاریخ یورپ یعنی "دی میکنگ آف یورپ مصنفہ ٹیبو" اس میں یورپ کی موجودہ سلطنتوں کے وجود میں آنیکا اسباب و حالات درج ہیں۔

۴۱۔ انگلستان کی پولیٹیکل تاریخ۔ یعنی "دی پولیٹیکل ہسٹری آف انگلینڈ" متعدد جلدیں

۴۲۔ تاریخ انگلستان۔ یعنی "ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ میکالے صاحب"

۴۳۔ تاریخ یونان۔ یعنی "ہسٹری آف گریس مصنفہ گروٹ صاحب" ۱۲ جلدیں۔

۴۴۔ روما الکبریٰ کا عروج و زوال یعنی "دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی روم مصنفہ گبن صاحب"

۴۵۔ تاریخ فرشتہ۔

۴۶۔ زبدۃ التواریخ۔

۴۷۔ تاریخ معجم۔

۴۸۔ حبیب السیر۔

۴۹۔ تاریخ اسلام یعنی "محمڈن ہسٹری مصنفہ پرائس صاحب"

۵۰۔ سفر ہیکن یعنی "دی ایج اے ہیکن مصنفہ ڈی گونگیس صاحب"

۵۱۔ اقصائے مغرب مصنفہ "مولوی حامد علی صاحب سہارنپوری"

۵۲۔ تاریخ انگلستان یعنی "اے شارٹ ہسٹری آف انگلینڈ مصنفہ مسٹر سیبل جیتھم ایم۔ اے"

۵۳۔ تاریخ انگلستان یعنی "دی آؤٹ لائن آف انگلش ہسٹری مصنفہ پروفیسر ایس۔ آر۔ گارڈنر"

۵۴۔ سول کی عمری کرسپی یعنی "فرانسسکو کرسپی مصنفہ مسٹر ڈبلیو جے۔ اسٹل مین"

۵۵۔ تاریخ روس۔ یعنی "ہسٹری آف رشیہ مصنفہ مسٹر ڈبلیو آر مورفل" جس میں شاہ پیٹر اعظم سے لیکر

شاہ الکزنڈر دوم کے عہد تک کے حالات درج ہیں۔

۵۶۔ **تاریخ جاپان** ۔ یعنی کیمفر صاحب کی تاریخ جاپان جسے انگریزی زبان میں مسٹر جے۔ جی۔ شیوشزر نے ترجمہ کیا ہے۔

۵۷۔ **تاریخ روم** یعنی جنرل ہسٹری آف روم ۷۵۳ قبل مسیح لغایت ۴۷۶ء تک مصنفہ پادری چارلس میری ویل۔

۵۸۔ **تاریخ روس** یعنی ہسٹری آف رشیہ مصنفہ مسٹر ڈبلیو کے کیلی جس میں ابتدا سے لیکر جنگ کریمیا تک کے حالات درج ہیں۔

۵۹۔ **تاریخ مصر** یعنی ”ایجپٹ انڈر دی فیروز“ مصنفہ بروگسچ صاحب۔

۶۰۔ **تاریخ نیدرلینڈ** مصنفہ موٹلے صاحب

۶۱۔ **تاریخ چین** ۔ یعنی چائنا پاسٹ اینڈ فیوچر مصنفہ آنریبل مسٹر چیسٹر ہال کومب

۶۲۔ **تاریخ ہالینڈ** یعنی ہالینڈ اینڈ اٹس پیپل مصنفہ کیرولاین ٹلیٹن صاحب۔

۶۳۔ **بنجمن فرینکلن** صاحب کی خود نوشت سوانح عمری۔

۶۴۔ **سوانح عمری** روبسپیر مصنفہ میری بیلک جیبا۔

۶۵۔ **اٹلی وائلی** یعنی ”اٹالین یونٹی“ مصنفہ مسٹر بولٹن کنگ۔ ۲ جلد

۶۶۔ **تاریخ چین** یعنی ”چائنا ہز پیپل۔ ریلیجن اینڈ کامرس“ مصنفہ پارکر صاحب

۶۷۔ **تاریخ یورپ** یعنی ”اے ہسٹری آف ماڈرن یورپ“ مصنفہ مسٹر سی۔ اے۔ فائیف“

۶۸۔ **تاریخ چین جاپان و ہند** یعنی ”دی ہسٹری آف انڈیا۔ چائنا اینڈ جاپان“ در انیسویں صدی مصنفہ سر رچرڈ ٹیمپل۔

۶۹۔ **سوانح عمری کرامول** یعنی ”اولیور کرامول“ مصنفہ رایٹ آنریبل ارل آف روزبری کے۔ جی۔ کے۔ ٹی۔

۷۰۔ **سوانح عمری شاہ الفریڈ اعظم** یعنی ”لائف اینڈ ٹائمز آف الفریڈ دی گریٹ“ مصنفہ مسٹر سی پلمر ”یہ اوکسفورڈ لیکچروں کا مجموعہ ہے جو سنہ ۱۹۰۱ء میں دئے گئے تھے۔

مذکورہ بالا کتب جن سے اس کتاب کی تصنیف میں مدد لی گئی اُن میں دو خاص خوبیاں یہ ہیں:۔ (۱) وہ کسی ملک یا کسی بڑے شخص یا کسی خاص و اہم مضمون پر لکھی گئی ہیں۔ (۲) وہ کسی نہایت زبردست فاضل اور وسیع معلومات والے شخص نے لکھی ہیں۔ ان دونوں باتوں کے اعتبار سے میری کتاب دنیا بھر کی بہترین ملک کے مضمون حب الوطنی پر تاریخ التواریخ کے لقب کے قابل خیال کی جائے گی۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل ملکوں کے محبان ملک کے حالات درج ہیں۔
یونان۔ روم۔ اٹلی۔ فرانس۔ سوئٹزرلینڈ۔ سویڈن۔ ہالینڈ۔ روس۔ ایران
انگلستان۔ امریکہ۔ چین۔ جاپان۔ ہندوستان۔ مصر۔ الجزائر۔ جرمنی ؎

اس کتاب میں اکثر لوگوں کے حالات کے ضمن میں جنگ و جدل اور کشت و خون اور خفیہ سوسائیٹیوں کا ذکر بھی ملے گا۔ میں نے چاہا کہ ایسی باتوں کو چھوڑ دوں لیکن ایسا کرنے میں بعض لوگوں کے کارنامے نامکمل رہ جاتے تاہم اس قسم کے حالات اہل ملک کے سامنے پیش کرنے سے میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ میرے اہل ملک بھی خواہ مخواہ اس قسم کی باتیں اختیار کریں۔ جب کبھی۔ جس کسی ملک میں اور جس کسی محب ملک نے ایسی باتوں سے کام لیا تو ضرورتاً۔ اور اس وقت جبکہ اس کی مدعا کی تکمیل کے لئے اور کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تھا۔ ورنہ جہاں تک ہو سکا وہ ایسی باتوں سے پرہیز ہی کرتے رہے۔ ہمیشہ اور جہاں تک ممکن ہو سکے جائز حقوق و آزادی کے حاصل کرنے کے لئے جائز وسائل اختیار کئے جائیں اور ان پر عمل کیا جائے اور حقوق و آزادی جیسی مقدس چیزوں کے دامن تقدس میں ناجائز وسائل کے ذریعہ سے داغ نہ لگایا جائے ؎

حب الوطنی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے ملک کے لوگوں اور چیزوں سے سچا پریم کرنا اور اپنے ذاتی اغراض و فوائد پر کل ملک کے اغراض و فوائد کو ترجیح دینا اور اگر ضرورت پڑے تو ملک کے نفع پر سے اپنی جان تک تصدق کر دینا۔ برعکس اسکے جو لوگ کسی ذاتی غرض سے یا کسی مصیبت کے خوف سے نہ تو اپنے ملک کے لوگوں سے سچی محبت کرتے ہیں اور نہ ملک کی چیزوں سے۔ بلکہ ملکی مصنوعات سے ملکی علوم و فنون سے ملکی صنعت و حرفت سے۔ ملکی ترقی سے گریز کرتے اور اتحاد اور بے تعصبی کی قدر نہیں کرتے وہ دشمن ملک ہیں اہل ہند ذرا اپنے حکمران قوم انگریزوں کی حب الوطنی کو دیکھیں۔ اور ان کی تقلید کریں۔ اس میں شبہ کی مطلق گنجائش نہیں کہ دنیا کی موجودہ اقوام میں سے انگریزوں میں حب الوطنی کا جذبہ

زیادہ زوردار ہے - اسکا اقرار مسٹر مینی جیسے محب ملک نے بھی کیا ہے - اور یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب مسٹر مینی کو یورپ میں کسی ملک کے لوگوں نے جگہہ ندی تو انگریزوں نے اوسے سرزمین برطانیہ میں کھلے دل سے اور بسر و چشم قبول کیا اور جگہہ دیکر اوسکے مقاصد سے ہمدردی ظاہر کی - انگریز حب الوطنی کے یہاں تک دلدادہ ہیں کہ اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے نصاب میں محبان ملک کے کارنامہ کو سب سے اول درجہ دیتے ہیں ہر انگریز یہ دل سے یقین رکھتا ہے کہ کل سلطنت برطانیہ ہم اوسکی اپنی سلطنت ہے اور کل سلطنت کے نفع میں اوسکا نفع ہے ۔

جتنی مصائب کی بھرمار محبان ملک پر ہوتی ہے اوتنی شاید سے شاید کسی سپہ سالار پر بھی جو سخت سے سخت دشمن کا مقابلہ کرے نہیں ہوتی چنانچہ اکثر محبان ملک قتل کئے گئے - اکثر جلا وطن کئے گئے - اکثر زندہ جلائے گئے - اکثر صلیب پر کھینچے گئے اکثر شکنجہ میں کسے گئے - اکثر پھانسی پر لٹکائے گئے - اکثر پہاڑ کی چوٹی پر سے گراکر ہلاک کئے گئے اور اکثر گور و کفن سے بھی محروم رہے اگرچہ زیادہ تر محبان ملک کا انجام بخیر نہ ہوا اور اونھیں اپنی زندگی میں وہ بات دیکھنا نصیب نہ ہوئی جسکی دیدار کی اونھیں خواہش تھی - اور بسا اوقات تو اون کی محنت و کوشش بظاہر بارآور بھی نہ ہوئی - لیکن اونکی محنت بیکار نہ گئی یا تو اون کی زندگی ہی میں اور یا اون کے مرنے کے بعد اون کی کوششیں بارآور ہوئیں اور وہ مدعا پورا ہوا جسے اونھوں نے اپنی زندگی کی خاص مشن اور سب سے اہم فرض قرار دیا تھا بعض اوقات کسی ملک کے لوگوں کا مدعا جو آزادی حقوق - سیلف گورنمنٹ وغیرہ سے متعلق تھا اپنے ہی ملک کے کسی فرزند کی کوشش سے حاصل ہوا یا اوسکے حاصل ہونے کی بنیاد پڑی - اور بعض اوقات وہ کسی دوسرے ملک کے کسی نیک نہاد انسان کی کوشش سے حاصل ہوا یا اوسکے حاصل ہونے کی ابتدا ہوئی - لیکن آخری صورت کا ظہور بہت ہی کم ہوا ہے ۔

بعض اوقات خودغرض لوگوں نے ہمدرد ملک بنکر اور حب الوطنی کا [illegible] لے کر اپنی ذاتی اغراض پوری کرنی چاہیں - اور مال و دولت اور جاہ و مرتبہ کے انعام

میں ملک کے نفع کو قربان کر دیا۔ ایسے لوگ جھوٹے محب ملک کہلائے گئے۔ مگر جو لوگ اپنے مدعا پر قایم رہے جیسے کہ ایک بہادر سورما میدان جنگ میں اپنی جگہ آخری دم تک کھڑا رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ ان کو بالچ دولت اور عالی منصب کا لالچ دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اپنے ملک کی نفع کی خاطر ان سب چیزوں پر لات مار دی ایسے لوگ سچے محب ملک کہلائے گئے۔

حب الوطنی کوئی مخصوص شئے نہیں ہے۔ اور نہ ہی انسان میں کسی خاص قوم یا خاص جنس کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ بلکہ وہ سارے نوع انسان کے لئے ہے اور ہر نوع انسان اس کو لے سکتے ہیں نہ صرف مرد ہی محب ملک ہو سکتے ہیں۔ بلکہ عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ تاریخ عالم اس بات کی شہادت دے رہی ہے۔ اور میری یہ کتاب بھی کہہ رہی ہے کہ عورتیں بھی محب ملک ہوئی ہیں۔

جس شخص میں حب الوطنی کا جذبہ نہیں وہ انسانیت کے زمرے سے خارج ہے۔ اور انگریزی زبان کے مشہور شاعر سر والٹر اسکاٹ کے قول کے مطابق "اگر ایسا شخص مر جائے تو اس کا ماتم بھی نہیں کرنا چاہئے" جو شخص قوم پرست نہیں۔ ملک پرست نہیں۔ فنا فی القوم نہیں وہ بظاہر انسان ہے لیکن در اصل حیوان سے بدتر ہے وہ بظاہر زندہ تو ہے لیکن حقیقت میں مردوں سے بدتر ہے۔

اہل یورپ اور خصوصاً انگریز اس حب الوطنی اور اتحاد ہی کی زور سے کل دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ کیا اہل ہند نہیں دیکھتے کہ ان کے ہاں قومی محبت اپنے نفس کی محبت سے مقدم خیال کی جاتی ہے۔ اور ہم ہندوستانی اپنی ذات کی محبت کو قوم کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے ہاں بڑے بڑے کام نہایت آسانی سے ہو جاتے ہیں اور ان کی کامیابی کا راز اتحاد ہے۔ مگر ہمارے ہاں ہر کام میں نفاق اور پھوٹ کو دخل ہے۔ ان کے ہاں قوم اپنے افراد پر بھروسہ کرتی ہے اور افراد کل قوم کے جاں نثار ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوستانیوں میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ ان کے ہاں ہر شخص ملکی کام کرنا چاہتا ہے۔ مگر ہندوستانی صرف باتیں بنانا پسند کرتے ہیں۔

وہ اپنے مستقبل یعنی آئندہ زمانہ پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ہم ہندوستانی اپنے ماضی یعنی گذرے ہوئے زمانہ کے راگ بے محل الاپتے رہتے ہیں۔ ہندوستانیوں کو کچھ تو غیرت چاہیئے۔ کچھ تو قومی حمیت چاہیئے۔ کچھ تو قومی محبت چاہیئے +

اس کتاب کے لکھنے کی بھی ایک ضرورت واقع ہوئی جیسے کہ ہر کام کے لئے ضرورت لازمی ہے۔ اور وہ ضرورت یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جیسا کہ موجودہ زمانہ ہے اور جبکہ ہندوستان اور ہندوستان کے رہنے والے ایک نہایت نازک اور مصیبت خیز زمانہ میں ہو کر گذر رہے ہیں۔ یہ ضروری ہے اور اشد ضروری ہے کہ اہل ہند کے دلوں میں ملکی ترقی اتحاد کا شوق جائز حقوق کی حفاظت خواہش اور حب الوطنی کا سچا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت یہی تھی اور یقیناً اس ضرورت کو ایک بڑی حد تک پوری کرنیوالی ثابت ہوگی۔ اگر ایسا ہوا تو میں سمجھوں گا کہ میں بھی ایک نہایت مقدس کام میں ہاتھ بٹانے والا ہوں اور خداوند تعالیٰ کے جناب میں صدق دل سے ملتجی ہوں کہ وہ اپنی رحمت سے میری اس کتاب کے ذریعہ سے ناظرین اور نیز کل اہل ہند کے دلوں میں قوم پرستی اور حب الوطنی کا جذبہ پیدا کر دے۔ اب میں اپنے اس ناچیز ہدیہ کو کل ملک کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کرتا ہوں کہ ؏

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

۱۶۔ مئی ۱۹۱۵ء — خادم ملک
لاہور — ساغر اکبر آبادی

نوٹ۔ یہ کتاب بڑی عجلت میں مکمل کی گئی اور اس سے بھی زیادہ عجلت میں چھپوائی گئی۔ اس لئے اس میں اکثر غلطیاں رہ گئی ہیں جو بشرط حیات دوسرے ایڈیشن میں دور کر دی جائیں گی۔

(مصنف)

(کاتب محمد فضل حق نازک رقم مصور مارہروی)

آزادی پرست

جیمس اوٹس جو ۱۷۲۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۸۳ء میں فوت ہوا - ایک بڑا آزاد خیال شخص تھا اور آزادی اور حب الوطنی کا دلدادہ - اوسنے قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد وکالت شروع کی - اور اپنے پیشہ میں ترقی کرنے کے ساتھ تصانیف بھی کرتا رہا - جب انگلستان کی طرف سے آمریکہ کی نوآبادیوں پر جو انگلستان کو اپنی حفاظت کے خیال سے اپنا سرپرست مان چکی تھیں سختی ہونے لگی تو امریکہ والوں میں سختی کے خلاف قدرتی طور پر جوش بڑہنے لگا ؛

امریکہ کی نوآبادیوں نے جزایر غرب الہند کے ساتھ تجارت شروع کی - جس میں اوسے کامیابی حاصل ہوئی - مگر تجارت جہاز رانی کے قانون کے خلاف تھی - اسلئے اوسکے ترک کرنے کے لئے نوآبادیوں کی کونسل میں ایک حکم انگلستان سے ۱۷۶۱ء میں بہیجا گیا - جس کے رو سے ایک پروانہ لیکر بحری جنگی محکمہ کے افسر ہر شخص کے گھر میں اس شبہ کی بنیاد پر داخل ہوسکتے اور تلاشی لے سکتے تھے کہ اوس گھر میں چوری کا مال ہے ؛

اُسوقت جیمس اوٹس گورنمنٹ انگلستان کی طرف سے قانونی افسر کی آسامی پر مامور تہا - اوس کا فرض یہ تہا کہ وہ انگلستان کی طرف سے سرکاری معاملات میں پیروی کرے - اوٹس کے دل میں اپنے قوم کی محبت تہی - اوسکا درد تہا - وہ اُس حکم کے خلاف تہا جو انگلستان نے بہیجا تہا اور جسکی رو سے محض شبہ پر یا حیلہ پر کوئی افسر کسی شخص کو تلاشی کے ذریعہ سے پریشان اور دق کر سکتا تہا - اوسنے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کردیا - اپنے عہدے سے

استعفا دیدیا - اور اوس حکم کے خلاف اپنے ملک والوں کی طرف سے کوشش کی - اوسکا دعوے صداقت پر مبنی تہا - اوسکے بیان میں بیباکی تہی اوسنے نوآبادیوں کے حقوق کی حمایت کی - اوسنے اوس حکم کے خلاف اس جوش سے تقریر کی کہ لوگ اوس کی نسبت یہ رائے قایم کرنے لگے کہ وہ "پرکالۂ آتش" ہے ؀

عدالت جس میں اوسنے اوس حکم کی مخالفت کی اوسنے اوسکی دلایل اور رائے کو تسلیم نہیں کیا۔ اوسوقت سے اوٹس کی ملک میں بڑی شہرت ہوگئی اور بڑی عزت ہونے لگی - جان ایڈمس جیسے قابل شخص نے اوٹس کی تقریر سنکر کہا کہ "امریکہ کی آزادی نے اوٹس کی شکل میں جنم لیا ہے" ؀

اسکے بعد ہی نوجوان اوٹس اتفاق رائے کے ساتھ شہر بوسٹن کی طرف سے نوآبادیوں کی ملکی مجلس کا ممبر منتخب کیا گیا - اور جب تک زندہ رہا ہر سال اس مجلس کا ممبر منتخب ہوتا رہا - جو اہم ترین اور مفید ترین تجاویز نوآبادیوں کو اس بارہ میں روانہ کی گئیں کہ وہ مشترکہ فواید میں اتحاد کریں - یا جو تجاویز گورنمنٹ انگلستان کو نوآبادیوں کے حقوق کی تائید یا شکایات کے بارہ میں روانہ کی گئیں اون کا تجویز کرنے والا اوٹس ہی تہا - جن معاملات کے ذریعہ سے امریکہ میں انقلاب کی ابتدا ہوئی اون کو عملی شکل میں لانے وغیرہ کا کام بہی اوٹس ہی نے انجام دیا - امریکہ کے باہر کسی امریکن کا نہ اتنا ذکر کیا گیا - نہ اتنی تعریف کی گئی اور نہ کسی امریکن کی انگلستان کے اخبارات اور پارلیمنٹ میں اسقدر مخالفت کی گئی جتنی کہ اوٹس کی ؀

۱۷۷۴ء میں میساچوسٹس کی طرف سے وہ امریکہ کی پہلی کانگریس میں قایم مقام کی حیثیت سے شریک ہوا - وہ سارے قایم مقاموں سے زیادہ ممتاز سمجھا گیا - مگر اسکے چار سال ہی بعد اوسکی ملکی زندگی کا جو امریکن نوآبادیوں کے لیے بیحد نفع بخش تہی خاتمہ ہوگیا - اوس سے اور امریکہ کے لوگوں نے نام کے

فرقہ سے کسی بات میں انقلاب رائے ہوگیا۔ اوسی فرقہ کے لوگوں نے ناخوش ہوکر اوسپر ایک جگہہ حملہ کر دیا۔ اور اوس کے سر میں اسقدر سخت چوٹ آئی کہ وہ جانبر نہ ہوسکا۔ وہ کچھہ عرصہ تک دیوانگی کے عالم میں (کیونکہ سر کی چوٹ سے اوسے فتور عقل ہوگیا) زندگی بسر کرتا رہا۔ ۲۲ مئی ۱۷۵۳ء میں وہ بجلی کے صدمہ سے ہلاک ہوگیا۔

سلطنت جمہوریہ کا سب سے مشہور حامی

"ٹامس جیفرسن جو ممالک متحدہ امریکہ کا تیسرا پریسیڈنٹ تہا وہ "سلطنت جمہوری کا سب سے مشہور حامی" اور سچا محب ملک تہا۔ وہ ۱۷۴۳ء میں پیدا اور ۱۸۲۶ء میں فوت ہوا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ مسٹر جارج وایتھ کے دفتر میں جو ورجینیہ میں سب سے مشہور وکیل تہا ملازم ہوگیا۔ اور پانچ سال قانونی تعلیم حاصل کرکے ۱۷۶۷ء میں وکالت کا پیشہ شروع کیا۔ وہ بیباک نڈر۔ سرگرم۔ باجرئت۔ خلیق اور ہمدرد طبیعت کا آدمی تہا۔

جب مسٹر جیفرسن مجلس واضعان آئین و قوانین کا ممبر تہا تو انگلستان نے امریکہ کی بعض تجارتی چیزوں پر ایک محصول لگا دیا۔ نو آبادیوں نے اسکی مخالفت کی ورجینیہ سے جیفرسن نے جو اپنے ملک کا درد رکہتا تہا مخالفت میں یہ چار رزولیوشن پاس کرائے۔

(۱) ٹیکس امریکہ کی قایم مقامی نہ ہونے کی حالت میں ناجایز ہے۔

(۲) نو آبادیوں کو اپنی شکایات کے دور کرنے کے لئے اتحاد کر لینا چاہئے ۔

(۳) مجرموں کو اپنے ملک سے باہر اون کے جرم کی سماعت کیلئے بہیجدینا سخت غلطی ہے ۔

(۴) ان تجاویز کی نقل بادشاہ کے پاس بہیجی جائے ۔ مگر ان کی باضابطہ نقل پہونچنے سے پیشتر ہی گورنر ورجینیہ نے ملکی مجلس توڑ دی ❊ اسکے بعد ورجینیہ میں جیفرسن نے کوشش کرکے وہ قانون منسوخ کرانا چاہا جسکی روسے انگلستان نے محصول لگائے تھے ۔ اور اوس کی مخالفت میں یہ تجویز منظور کرائی کہ

"انگلستان نے جن تجارتی چیزوں پر محصول لگایا ہے"
"اون میں جنکو بغیر گذارہ ہو سکتا ہے اونکو نہ خریدا جائے"
"اور نہ کوئی چیز انگلستان سے منگائی جائے اور نہ انگریزی"
"جہازوں کے ذریعہ سے"
"اوسوقت تک ۔ جبتک کہ قانون محصولات جو انگلستان"
"کی پارلیمنٹ نے امریکہ کی تجارتی چیزوں کے بارہ میں"
"جاری کیا ہے منسوخ نہو جائے تبتک اس تجویز"
"پر استقلال ۔ پامردی ۔ ثابت قدمی اور زور"
"کے ساتھ عمل جاری رہے" ❊

گویا یہ تجویز انگلستان کے مال تجارت کو بائیکاٹ کرنے کے متعلق تھی جن لوگوں نے اُس پر دستخط کئے وہ دوبارہ ملکی مجلس کے ممبر منتخب کئے گئے اور جنہوں نے دستخط کرنے سے انکار کیا وہ منتخب نہیں کئے گئے ۔ یکم فروری سنہ ۱۷۷۰ء کو جبکہ جیفرسن معہ اپنی والدہ کے کہیں گیا ہوا تہا تو اوسکے مخالفوں نے اوسکے گہر میں آگ لگادی ۔ سارا مکان جلکر خاکستر ہو گیا ❊

سنہ ۱۷۷۳ء میں نو آبادیوں نے ایک کمیٹی منعقد کی - جسکی غرض یہ تھی کہ نو آبادیاں شاہ انگلستان کے دعاوی کے خلاف اتحاد کرلیں - یہ کمیٹی اس اتحاد سے متعلق خط و کتابت کرتی تھی - جیفرسن اوسکا سکرٹری مقرر کیا گیا ٭

اسکے دوسرے ہی سال یہ خبر ملی کہ "بوسٹن کا بندرگاہ یکم جون ۱۷۷۴ء سے تجارت کے لئے بند کردیا گیا" اسپر نو آبادیوں کی مجلس کا انعقاد قرار پایا جیفرسن اوس کے لئے قایم مقام منتخب کیا گیا - مگر ایک بیمار ہوجانے کے باعث نہ جاسکا - اوس نے اس مجلس میں یہ تجویز پیش کرنا چاہی تھی -

"امریکن نو آبادیوں اور برطانیہ کے تعلقات ویسے"
"ہی ہیں جیسے کہ شاہ جیمس کی تخت نشینی کے بعد سے"
"اور اتحاد انگلستان و اسکاٹ لینڈ کے"
"ہونے کے وقت سے اسکاٹلینڈ کے"
"ساتھ اب تک چلے آئے ہیں - یا"
"جیسے کہ فی زمانہ ہانوور سے ہیں - اگرچہ ان ملکوں کا"
"کارکن سرگنشیہ دونوں ملکوں میں حاکم کی حیثیت رکھتا ہے"
"وہ ایک ہی ہے - لیکن اون میں کوئی ملکی تعلقات نہیں"
"ہیں - اور نو آبادیوں کے ہم باشندوں کی نقل سکونت"
"سے ہم پر کوئی حقوق انگلستان کے نہیں ہیں جسطرح"
"کہ انگلستان میں ڈینس اور سیکزن اقوام کے نقل"
"سکونت سے اسوقت کئی صدیاں گذر چکی ہیں"
"کہ آنا سے اون ملکوں کو جہاں سے کہ وہ"
"آئے تھے اور جہاں کے وہ باشندے تھے"
"انگلستان پر کوئی حقوق حاصل نہیں ہوگئے تھے"
جیسے رز ولیوشن نو آبادیوں کے نامی متعدد وں کے سامنے پیش کئے گئے - پڑھے گئے -

اور اخباروں میں شایع کئے گئے - اون کے باعث جیفرسن حامیان انقلاب وحقوق اور آزادی کے دلداروں کا ایک سرغنہ تسلیم کیا گیا ❋

اسکے بعد جیفرسن نوآبادیوں کی جنرل کانگریس میں قایم مقام کی حیثیت سے شریک ہوا - اور اوس کمیٹی کا ممبر بنایا گیا جسکے سپرد یہ کام تجویز کیا گیا کہ وہ کون سے اسباب ہیں جنکے باعث امریکن نوآبادیاں انگلستان کے خلاف ہتیار اوٹھانے پر آمادہ ہوئی ہیں - پھر وہ اون تجاویز پر جن سے امریکہ اور انگلستان میں میل ہو سکتا تھا اور جو لارڈ نارتھ نے پیش کی تھیں - غور کرنے والی کمیٹی کا بھی ممبر مقرر کیا گیا ❋

اوس موسم سرما میں جو ۱۷۷۵-۱۷۷۶ء میں واقع ہوا انگلستان سے ایک بڑی وحشت انگیز اور دلدوز خبر آئی - وہ یہ تھی کہ شاہ انگلستان نے پالیمنٹ کے افتتاح کے وقت جو اسپیچ دی اوسمیں امریکن نوآبادیوں کے لوگوں کو باغی قرار دیا اور پارلیمنٹ سے سفارش کی کہ اون کی سرکوبی کیجائے ❋ اسکے بعد ہی ایک قانون انگلستان میں منظور کیا گیا - جسکا مطلب یہ تھا کہ امریکن جہازوں اور اون میں کے مال کو اور نیز غیر اقوام کے جہازوں کو جو امریکن بندرگاہوں میں تجارت کرتے ہوں ضبط کر لیا جائے اور امریکہ کے جنگی جہازوں کو انگلستان کے جنگی بیڑے میں شامل کر لیا جائے ❋

ان باتوں نے امریکہ والوں میں ایک نہ دبنے والا جوش پیدا کر دیا ۱۱ جون ۱۷۷۶ء کو نوآبادیوں کے کانگریس نے جیفرسن - ایڈمس - فرنیکلن - شرمان اور لونگسٹن کو "آزادی نامہ" تیار کرنے کے لئے مقرر کیا - ان لوگوں نے جیفرسن ہی کو آزادی نامہ کا مسودہ تیار کرنے کے لئے منتخب کیا - اوسنے جو مسودہ لکھا وہ کانگریس میں پیش ہوا اور صرف چند معمولی باتوں کی تبدیلی کے ساتھ منظور کر لیا گیا ❋

آزادی نامہ اس قسم کا ہے کہ اوسوقت سے جو لوگ سیلف گورنمنٹ قایم

کرنے کے خواہشمند ہوئے ہیں اون کے لئے رہنما ہے۔اوس کے باعث جیفرسن ایک زبردست اور بے نظیر مدبر۔ مقنن اور سچا محب ملک اور آزادی اور سیلف گورنمنٹ کا بے مثل حامی مانا جاتا ہے۔

واشنگٹن جو آزادی کی جنگ میں امریکن افواج کا سپہ سالار تھا اوسکی رائے تھی کہ آزادی حاصل کرکے اور انگلستان کی فوج کو شکست فاش کے ذریعہ سے ملک بدر کرکے دم لیا جائے۔اُسوقت ورجینیا جہاں جیفرسن گورنر مقرر کیا گیا تھا اسلئے بالکل خطرے میں تھی کہ سامان جنگ کم تھا۔بسبب انگریزی فوج کا ورجینیا پر قبضہ ہوگیا تو جیفرسن وہاں سے جان بچاکر بھاگ گیا اسپر اوسکے اہل ملک نے اوسپر الزام لگایا کہ اوسکے طرز عمل سے ورجینیا پر دشمنوں کا قبضہ ہوگیا۔ لیکن جب اونکو یہ معلوم ہوا کہ اوسنے جو کچھ کیا وہ درست تھا اور واشنگٹن کی پالیسی کے مطابق تو وہ نادم ہوئے اور اونہوں نے اوسکا پبلک طور پر شکریہ ادا کیا۔

۱۷۸۲ء میں جیفرسن اوس کمیٹی کا میر مجلس بنایا گیا جو امریکہ اور انگلستان میں صلح کرنے کے لئے قایم کی گئی۔اور جسکے ذریعہ صلح نامہ ہوگیا۔ ۱۷۸۴ء میں وہ فرینکلن اور ایڈمس کو مدد دینے کے لئے جو یورپین سلطنتوں کے ساتھ تجارتی معاہدے کرنیکے واسطے مقرر کئے گئے منتخب کیا گیا۔

۱۷۸۹ء میں واشنگٹن نے جو امریکہ کا اول پریسیڈنٹ تھا جیفرسن کو پیرس سے جہاں اوسکے قیام کو پانچ گذر گئے تھے واپس بلایا۔اور سکریٹری آف اسٹیٹ کے عہدے پر مامور کردیا۔ اگرچہ وہ پیرس سے جلد جانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ملکی بہتری کے خیال سے واشنگٹن کے حکم کی تعمیل فی الفور کی اس عہدے پر جب تک جیفرسن مامور رہا تب تک اوس فریق کا سرغنہ بھی رہا جو سلطنت جمہوری کا حامی تھا۔

اسکے بعد جیفرسن لوگوں سے بہت سے کام کرنا اور اپنے ملک کی خدمت مختلف

صورتوں میں کرتا رہا۔ وہ بڑا ملنسکر مزاج تہا۔ کوئی اعزازی نقطہ اپنے نام کے ساتہ نہیں لگاتا تہا۔ اپنے گہوڑے سے بلا کسی کی مدد کے اوترپڑتا۔ اور گہوڑے پر زین بہی خود ہی کستا تہا ❊

جب جیفرسن ممالک متحدہ امریکہ کی جمہوری سلطنت کا پریسیڈنٹ بنایا گیا تو ایک حاکم کی حیثیت میں وہ اپنے کو عام لوگوں کا امین تصوّر کرتا تہا۔ اوسنے امریکہ کے سفیر کی سرکاری جہازوں کے ذریعہ غیر ممالک کا سفر کرنے کی رسم دور کی۔ اوسنے اپنی سالگرہ کے جشن میں سرکار کا روپیہ خرچ نہیں ہونے دیا۔ نہ اس جشن کی خوشی میں محفل رقص و سرود منعقد کی اور نہ دعوت روا رکہی۔ جب اوسے تیسری بار پریسیڈنٹ کے عہدے پر منتخب کیا گیا تو اوسنے انکار کر دیا۔ ملکی زندگی سے دست بردار ہوکر وہ ۱۶ سال زندہ رہا۔ اس عرصہ میں جو نئے پریسیڈنٹ مقرر کئے گئے وہ اوسکے شاگرد اور دلی دوست تھے۔ اسلئے وہ اوسکی صلاح بغیر کوئی اہم کام انجام نہیں دیتے تھے ❊

جیفرسن کی زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ ہر شخص کو اپنے ملک سے سچا پریم کرنا چاہیئے۔ اوسکی بہبودی کو ہر حال میں مقدّم سمجہنا چاہیئے۔ اور سرکاری یعنی ملک کے کاموں کو دیانت داری سے انجام دینا چاہیئے ❊

تھاڈیئس کوسس سیئوکو

یہ محبّ ملک پولینڈ کا رہنے والا تھا۔ ۱۷۴۶ء میں پیدا اور ۱۸۱۷ء میں فوت ہوا۔ اوسنے وارسہ۔ ورسیلز۔ برسٹ۔ اور پیرس کے اسکولوں میں تعلیم حاصل کی۔ اور پولینڈ کی فوج میں کپتان کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ جب امریکہ نے آزادی کی جنگ شروع کی تو یہ محبّ ملک پیرس میں مقیم تھا وہ آزادی کا اسقدر حامی تھا کہ امریکہ والوں کی مدد کے لئے گیا۔ اور واشنگٹن کی ماتحتی میں اسقدر بہادری اور استقلال ظاہر کیا کہ ایک بریگیڈ کا جنرل بنا دیا گیا ۱۷۸۶ء میں اپنے ملک کو واپس آگیا۔ روس کے بادشاہ چاہتے تھے کہ کسی طرح پولینڈ اون کے قبضہ میں آجائے تاکہ اونکو اپنے جنگی بیڑے کے لئے ایک مضبوط و محفوظ بندرگاہ مل جائے۔ اس خیال سے وہ پولینڈ کو روس میں ملانا چاہتے تھے۔ کوس سیئوکو نہیں چاہتا تھا کہ اوسکے ملک پر روس جیسے جابر سلطنت کا قبضہ ہوجائے یا یہ کہ پولینڈ کی آزادی چھن جائے پس جب ۱۷۹۱ء میں ایک نئے نظام حکومت پر پولینڈ اور روس میں لڑائی ہوئی تو کوس سیئوکو نے مردانگی کے جوہر دکھائے اور روسیوں کی ۲۰ ہزار فوج کو ۴ ہزار فوج کی مدد سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔ شاہ پولینڈ نے روس سے صلح کرلی اور ایسی شرائط پر جو پولینڈ کے حق میں نقصان دہ تھیں کوسس سیئوکو نے استعفا دیدیا جب ۱۷۹۳ء میں پولینڈ کی دوبارہ تقسیم پر اہل پولینڈ میں مقابلہ کرنے کا جوش پیدا ہوگیا تو کوسس سیئوکو جنگی ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ اوسنے ۵ ہزار فوج سے روسیوں کی ایک بہت بڑی فوج کو شکست دی اور اونکو پروشیہ کی سرحد تک بھگا دیا۔ جنگ میں

اُس نے ۴ ہزار فوج سے ۱۴ ہزار روسی سپاہ کا منہ پھیر دیا۔ مگر خود سخت زخمی ہوگیا۔ اور روسیوں نے اوسے گرفتار کر لیا۔ وہ سینٹ پیٹرسبرگ میں دو سال تک بند رہا لیکن زار پال اوّل کی تخت نشینی کی خوشی میں رہائی پاکر انگلستان گیا اور وہاں سے امریکہ۔ اور امریکہ سے واپس اکر فرانس میں سکونت اختیار کی سنہ ۱۸۰۶ء میں پولینڈ میں جو ہنگامہ نپولین نے روس کے خلاف برپا کر آیا اوس میں ہنگامہ کا برپا کرانے والا کوسی سیئسکو کو ظاہر کرنا چاہا۔ مگر کوسی سیئوکو نے اس بات کو منظور نہیں کیا۔ نپولین نے جعلی ایڈریس اوسکے نام سے ظاہر کیا اوسکی نسبت اہل پولینڈ نے یہی سمجھا کہ دل اوسکی کارروائی نہیں ہے۔ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۱۷ء کو وہ گھوڑے سے گر کر فوت کوسی سیئوکو نہ صرف ایک مدبر اور سپہ سالار ہی تھا۔ بلکہ سچا محبّ ملک بھی جو کچھ اوس نے حب الوطنی کی خاطر کیا اوس سے وہ اپنی ذاتی وقعت بڑھانا یا کوئی اعزاز حاصل کرنا یا نام پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اوسکو ساری دنیا نے سچا محبّ وطن تسلیم کیا ؁

رچرڈ ہنری لی

یہ امریکن مدبّر۔ فصیح البیان اور محبّ ملک سنہ ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۹۴ء میں فوت ہوا۔ وہ سوبہ ورجینیا کے مقام ویسٹ مورلینڈ میں پیدا ہوا تھا بیس سال کی عمر میں جسٹس آف دی پیس کی آسامی پر مقرر کیا گیا۔ اوسکے

بعد ہی ملکی مجلس کا ممبر منتخب کیا گیا۔ یہاں اوسنے استیصال غلامی پر ایک تقریر
غلاموں کی حمایت میں کی۔ ۱۷۶۴ء میں اوسنے اسٹامپ ایکٹ کے مطابق کلکٹر
کی آسامی کے لئے درخواست کی۔ لیکن بعد میں غور کرنے سے اوس سے باز رہا
کیونکہ اوس سے ملک کا نقصان تہا۔ اور کھلم کھلا اس قانون کی مخالفت
کرنے لگا۔ ۱۷۶۶ء میں اوسنے اوس تجویز کے مطابق جو ہنری پیٹرک نے
اسٹامپ ایکٹ کے خلاف پیش کی تہی ایک زبردست انجمن قایم کی۔
اور نوآبادیوں میں اتحاد پیدا کرانے کے لئے کوشش کرنے لگا۔ ۱۷۶۷ء
میں اوسنے محصول چاء اور دیگر محصولوں کے قوانین کے خلاف تقریریں
شروع کیں۔ ۱۷۶۸ء میں اوسنے نوآبادیوں کے اون لوگوں میں جو
آزادی کے حامی تہے تبادلہ خیالات کی غرض سے خط و کتابت کے
سلسلہ کی بنیاد ڈالی۔ ۱۷۷۴ء میں جبکہ پہلی کانگریس بمقام فلاڈلفیہ
میں منعقد ہوئی تو مسٹر لی نے ایک ایڈریس شاہ انگلستان
دوسرا انگلستان کے لوگوں اور تیسرا امریکہ کے لوگوں کے نام
تیار کیا گیا۔ یہ ایڈریس بڑے با اثر ثابت ہوئے۔ ۷۔ جون ۱۷۷۶ء
کو اوسنے کانگریس میں یہ تجویز پیش کی۔

"امریکہ کی متحدہ نوآبادیاں آزاد اور خود مختار ہیں اور ہونی"
"چاہئیں۔ یہ کہ وہ تاج برطانیہ کی اطاعت سے آزاد"
"ہو گئی ہیں۔ اور بالکل آزاد و خود مختار ہو گئیں ہیں۔ اور یہ"
"کہ ان نوآبادیوں اور انگلستان کے درمیان"
"تمام ملکی تعلقات ہمیشہ کے واسطے بالکل قطع"
"ہو چکے اور ہونے چاہئیں"۔

اسکے بعد کئی سال تک کانگریس کا ممبر اور ایک رکن اعظم رہا۔
اور امریکہ کی بہتری اور بہبودی کے لئے کوشش کرتا رہا۔ ۱۷۸۴ء میں وہ ملکی

خدمت سے دست بردار ہوگیا - اور ۱۹ر جون ۱۷۹۲ء میں اس جہان سے سدھار گیا ٭

اس نے اپنے ملک کی جو خدمت کی وہ ملک کی بہتری کے خیال سے نہ کہ اپنی کسی ذاتی عزت افزائی کے خیال سے - اور سے امریکہ کے لوگ سچا محب ملک جانتے اور مانتے ہیں -

طامس پین

یہ اس مشہور کتاب کا مصنف ہے جو انگریزی زبان میں "رائیٹس آف مین" یعنی "حقوق انسان" کے نام سے لکھی گئی تھی - امریکہ میں وہ حامیان آزادی میں سے ایک تھا - پین انگلستان کا رہنے والا تھا - اور ۳۸ سال کی عمر امریکہ چلا گیا تھا - عقیدہ کے لحاظ سے وہ کویکر تھا اور ملکی معاملات میں اگزٹریمسٹ - اس نے یکم جنوری ۱۷۷۶ء کو ایک رسالہ "کامن سینس" کے نام سے شایع کیا جسکے اثر سے ڈھلمل یقین بھی سلطنت جمہوری قایم کرنے پر آمادہ ہو گئی - جب امریکہ نے انگلستان سے آزادی کی جنگ شروع کی تو پین فوج میں ایک پرائیویٹ سپاہی کی حیثیت سے ان کے ساتھ کام کرتا تھا اسوقت اس نے راتوں کو محنت کر کے رسالہ کرئسس کے نام سے شایع کیا - جسکے معنی "امتحان کا وقت" کے ہیں - یہ رسالہ فوج کو سنایا گیا - فوج جو شکست کے باعث پست ہمت ہو گئی تھی اسمیں اس رسالہ کے اثر سے جرأت پیدا ہوگئی ٭

اس رسالہ کا شروع جملہ "یہی وقت تو انسان کی روح کے لئے ایک آزمایش ہے" زبان زد عام وخاص ہو گیا۔ اس رسالہ اور دیگر کتب کی اشاعت کے صلہ میں پین اوّل کانگریس میں "معاملات خارجہ" کا سکرٹری یعنی وزیر بنایا گیا۔ جمہوری سلطنت قایم ہوجانے پر ایک اور وقت کا سامنا ہوا۔ اسلئے اوسنے مشہور کتاب "حقوق انسانی" تصنیف کی اور انگلستان جاکر گورنمنٹ کی حماقت اور دیوانگی ظاہر کرکے لوگوں کی آنکھیں کھولنا چاہا۔ اس کتاب کا پہلا حصہ سنہ ۱۷۹۱ء میں شایع ہوا۔ اور اوسکی اس کثرت سے اشاعت ہوئی کہ گورنمنٹ نے خوفزدہ ہوکر اوسکی اشاعت کو بھاری سزاؤں کے ذریعہ سے دبانا اور روکنا چاہا۔ اور خود پین پر بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ لیکن اوسکا مقدمہ ختم ہونے سے پیشتر ہی وہ شہر کیلے کی طرف سے "فرانس کی پارلیمنٹ" کا ممبر منتخب ہو گیا۔ اسلئے اوسے فرانس بھیجدیا گیا۔ اور اوسکے بعد ہی بد معاشی میں اوسکی سزا کا حکم بھیجا گیا۔ فرانس میں اوسکی بڑی عزت کی گئی۔ فرانس میں اوسنے اعتدال کی پالیسی کی حمایت کی۔ اسپر روبسپیر نے اوسے قید کردیا وہ اوسے قتل بھی کرادیتا۔ لیکن خوش قسمتی سے بچ رہا۔ جو الزام اوسپر فرانس میں لگایا۔ اوسکے اور گرفتاری کے درمیان اوسنے اپنی کتاب "ایج آف ریزن" یعنی "عقل کا زمانہ" کا باقی حصہ لکھکر ایک دوست کے حوالہ چھپنے کے لئے کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے امریکہ اور انگلستان دونوں ہی اوس سے ناخوش ہوگئے۔ اور واشنگٹن نے بھی اوسکی رہائی کے لئے کوشش کرنے سے انکار کردیا مگر روبسپیر کے زوال کے بعد وہ رہا کردیا گیا۔ اور سنہ ۱۸۰۲ء تک فرانس میں رہا۔ جہاں وہ اور اور کاموں میں مصروف رہا۔ اور سنہ ۱۸۰۹ء میں فوت ہوگیا ٭

پین آزادی اور انصاف کا دل سے حامی تھا۔ اور اوسنے جو خدمت

امریکہ کی اوسکے باعث وہ محبّان ملک میں شمار کیا جاتا ہے ✤

محبّ ملک جان ایڈمس

یہ محبّ ملک ۳۰- اکتوبر ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۵۵ء میں تعلیم پانے کے بعد وہ ایک گرامر اسکول میں ماسٹر ہو گیا- اور ساتھ ہی ایک وکیل کے دفتر میں کام کرتا اور قانون کی تعلیم پاتا رہا- ۱۷۵۸ء میں اوسنے وکالت شروع کی- اور نہ صرف اپنے پیشہ ہی میں نام پیدا کرنے لگا بلکہ حبّ الوطنی میں بھی- اوسکی خصلت کو دیکھ کر گورنر برنارڈ نے اوسے شاہی حکومت کا حامی بنانا چاہا- اور امیر البحر کے ہاں ایڈوکیٹ جنرل کی آسامی اوسے پیش کی- اسکے دو سال بعد وہ اپنے وطن کی طرف سے صوبہ کی کانگریس میں قایم مقام مقرر کیا گیا- اوسکا پہلا ملکی کام یہ تھا کہ اوسنے ۱۷۶۵ء میں برین ٹری کے مقام ایک جلسہ میں اسٹامپ ایکٹ کی مخالفت سے متعلق جو تجویز زور سے پیش کی اوسی کو چالیس مقامات کے لوگوں نے بھی پیش کیا ✤

۱۷۷۴ء میں نوآبادیوں کی ایک مجلس کا انعقاد قرار پایا اور آیڈمس اوس کے لیے قایم مقام تجویز کیا گیا- اوس میں شریک ہونے سے پیشتر وہ اپنے دوست جوناتھن سیوال وکیل سے ملنے گیا- جسنے اوس کے پولیٹیکل خیالات کی سخت مخالفت کی اور اوسے کانگریس کی شرکت سے

بار ر کہنا چاہتا - اور کہا کہ برطانیہ اپنی روش پر قایم ہے - اوسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا - اور جو لوگ اوسکی تجاویز کی مخالفت کرینگے اون کے حق میں اچھا نہیں ہوگا" ایڈمس نے اوسے یہ جواب دیا کہ "میں جانتا ہوں کہ برطانیہ اپنی روش پر استقلال کے ساتھ قایم ہے - ایسی بات سے تو میں اپنی روش پر قایم ہوں - تم جانتے ہو کہ میں ہمیشہ سے برطانیہ کی تجاویز کا مخالف رہا ہوں - اور اب تو پانسہ پڑچکا ہے - ہرچہ بادا باد کشتی در آب انداختیم - میری دلی خواہش یہی ہے کہ میں خواہ مروں یا جیوں مگر اپنے ملک کا ساتھ دونگا - میرا ارادہ بدل نہیں سکتا ✣

وہ کانگریس میں شریک ہوا - اور اس کمیٹی کا ممبر بنایا گیا جو آزادی نامہ بنانے کے لئے مقرر کی گئی - اوسنے اپنے فرض کو مستعدی اور محنت کے ساتھ انجام دیا - ۱۷۷۶ء میں وہ چیف جسٹس کے عہدے پر مقرر کیا گیا مگر اوسنے اس عہدے کے قبول کرنے سے اسلئے انکار کر دیا کہ اوسکے قبول کرنے میں وہ اپنے ملک کی حفاظت اور خدمت نہیں کر سکتا تھا ✣

۱۷۷۷ء میں کمیشن کے ساتھ فرانس بھی گیا - پھر ۱۷۷۹ء میں دو کمیشن اوسکے سپرد کی گئیں - جن میں ایک تو صلح سے متعلق تھی - دوسرے تجارتی عہدناموں سے فرانس سے وہ ہالینڈ گیا - اور انگریزی سفیر سر جوزف یارک کی مخالفت کے مقابلہ میں ہالینڈ سے قرضہ اور انگلستان کے خلاف امداد لینے میں کامیاب رہا - ہالینڈ سے اوسنے تجارتی عہدنامہ بھی کیا - اور اوسے امریکہ اور انگلستان کے اثر سے علیحدہ رکھا ✣

۱۷۸۵ء میں انگلستان سفیر کی حیثیت سے گیا - وہاں کے دس سالہ قیام میں اوس نے ایک کتاب "ڈفینس آف امریکن کانسٹی ٹیوشنز" کی تائید میں تالیف کی اور مخالفوں سے اس بارہ میں سبقت لے گیا کہ امریکہ کی

کی پارلیمنٹ میں صرف ایک ہی ہاؤس ہونا چاہئے ۔ نہ کہ دو ۔

جب دس سال بعد وہ امریکہ واپس گیا تو وہ اکس پریسیڈنٹ مقرر کیا اور واشنگٹن کی وفات پر پریسیڈنٹ بنا دیا گیا ۔ اور پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر میں وہ پریسیڈنٹ کے منصب سے علیحدہ ہو کر آرام کی زندگی بسر کرنے لگا لیکن اپنے ملک کی بھلائی سے غافل نہیں رہا ۔ جولائی ۱۸۲۶ء کو فوت ہوا مگر اپنی وفات سے دو گھنٹے پیشتر اوسنے امریکہ کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے جشن میں دعوت کے موقع پر خواہش ظاہر کی کہ "امریکہ کی آزادی ہمیشہ تک قایم رہے" ۔

جارج واشنگٹن

یہ امریکہ کی جمہوری سلطنت کا سب سے پہلا پریسیڈنٹ تھا ۔ ۱۷۳۲ء میں پیدا اور ۱۷۹۹ء میں فوت ہوا ۔ اوسکی ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہوئے ہیں ۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ ابتدائی عمر اوس قسم کے اشغال میں گذری ہو کہ ورجینیا میں عام تھے ۔ مثلاً نمکار ۔ کاشتکاری ۔ ماہیگیری اور تھوڑی سی تعلیم ۔ ۱۷۴۲ء کے بعد کے واشنگٹن کے حالات ضرور ٹھیک طور پر معلوم ہو سکے ہیں ۔ کیونکہ اوس سال لارینس کی وساطت سے جو واشنگٹن کا سوتیلا بھائی تھا واشنگٹن کے لئے جہاز میں ایک آسامی حاصل کی گئی ۔ لیکن واشنگٹن کی ماں نے اس آسامی پر اپنے بیٹے کو مقرر نہیں ہونے دیا ۔ اسلئے واشنگٹن کو ۱۶ سال کی عمر میں لارڈ فیرفیکس کی جائداد میں ملازم کرا دیا گیا ۔

واشنگٹن کی خصلت بہت مضبوط تھی۔ جسنے لوگوں کا حسن ظن حاصل کرلیا۔ جب فرانس اور امریکہ کے دیسی باشندوں سے جنگ شروع ہوئی تو واشنگٹن کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اُسوقت وہ ورجینیہ کی فوج میں ایڈجوٹنٹ مقرر کیا گیا۔ اور ۱۷۵۲ء میں بالغ ہونے سے پیشتر ہی ورجینیہ کے شمالی ضلع کی فوج کا کمانیر بنایا گیا ہے

فرانس اور دیسیوں کو جنگ میں اوسنے دلاوری کے وہ جوہر دکھائے کہ ورجینیہ کی ساری فوج کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ اسی طرح بعد کے بیسے اور معرکوں میں نام اور عزت پیدا کرتا رہا۔ جب ورجینیہ میں جنگ کا خاتمہ ہوگیا تو واشنگٹن نے استعفا دیدیا اور ایک بیوہ عورت سے شادی کرکے کوہ ورنن میں سکونت اختیار کی ؁

اسکے بعد وہ ۲۰ سال تک کاشتکاری کرتا رہا۔ جو معرکہ فرانسیسیوں اور دیسیوں سے براڈک کے مقام ہوا وہ بڑا ہی خونریز تھا۔ اوس میں واشنگٹن نے جس مردانگی کا اظہار کیا اوسے دیکھکر لوگوں نے کہا کہ

"وہ اپنے ملک کا بچانے والا ہوگا"

اوس ۲۰ سال کے عرصہ میں جس میں اوسے کاشتکاری کرلی تھی اوسنے ملک کے سربرآوردہ لوگوں سے خوب واقفیت پیدا کرلی۔ اور اپنی آمدنی بھی خوب بڑھالی۔ اوس کی زبردست خصلت نے سبھوں کو یقین دلادیا کہ وہ کوئی۔

بڑا آدمی نکلے گا

واشنگٹن کوئی فصیح البیان مقرر نہیں تھا۔ لیکن کام کا آدمی ضرور تھا۔

اُس نے اپنی کوشش سے لوگوں کے دلوں پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھایا۔ اور اپنے صوبہ کی قوانین سازی میں نہایت معقول حصہ معقولیت کے ساتھ لیا۔ جب امریکہ والوں نے شاہ انگلستان کی خدمت میں ناجائز محصولات کے خلاف درخواست روانہ کرنا چاہی تو اس نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ درخواست نامنظور ہوگی۔ اور اس کا بھیجنا فضول ہے۔ بلکہ شاہی احکام کی مخالفت کرنا زیادہ ضروری اور مناسب ہے۔

۱۷۷۴ء میں ورجینیا کی ملکی مجلس نے امریکن کانگریس کے لئے سات قائم مقام مقرر کئے جن میں سے ایک واشنگٹن بھی تھا۔ اس کی ملکی زندگی اور حب الوطنی کے کارناموں کی ابتدا اسی سال سے ہوئی۔ اس کے خطوط سے ثابت ہے کہ وہ محصولات کے معاملہ میں جنگ کا حامی تھا۔ اور لوگوں کو جلد معلوم ہو گیا کہ واشنگٹن فوجی کام کیلئے زیادہ موزوں ہے اسلئے فوج کا انتظام اسی کے سپرد کر دیا گیا۔

جنگ سے پیشتر اس نے اس خیال سے ورجینیا کی فوج کی سپہ سالاری اور اس نے فن حرب کی تعلیم دینے کی خدمت اختیار کی کہ جنگ میں ورجینیا کو زیادہ حصہ لینا پڑے گا۔ جب میساچوسٹس میں جنگ کا آغاز ہوا اور انگریزی فوج جہازوں سے اُترنے لگی تو ورجینیا کو اسکی مدد کرنا پڑی اور سارے ملک نے باتفاق رائے واشنگٹن کو متحدہ نوآبادیوں کی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ واشنگٹن کے دل میں ملک کا درد تھا۔ اسلئے اس نے سپہ سالاری کا منصب قبول کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس خدمت کی کوئی تنخواہ نہیں لوں گا میں جانتا ہوں"
"کہ میں اس خدمت کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن یہ دیکھتے ہوئے"
"کہ میری خدمت کی ضرورت ہے۔ جیسے سب لوگ تسلیم کرتے ہیں"
"میں سپہ سالار کا عہدہ فرض سمجھ کر قبول کرتا ہوں"

اسکے بعد وہ کیمبرج ماہ ۲ جولائی ۱۷۷۵ء کو پہونچا اور وہاں فوج کو انگریزی فوج مقیم بوسٹن کے مقابلہ کے لئے چلا۔ اُسوقت بنکر ہل پر جنگ ہو چکی تھی۔ واشنگٹن کو موسم بہار تک فوج کی بہت سے کام انجام دینا پڑے۔ مثلاً فوج کی تعلیم و تربیت۔ نوآبادیوں کے گورنروں سے خط و کتابت۔ رسد اور سامان جنگ کی فراہمی۔ اور فوجوں کو مختلف مقامات پر تعینات کرنا۔ جنگ میں بہت سے محبان ملک کی ذات سے جو واشنگٹن کی مدد کے لئے مامور کئے گئے ایسی حرکات سرزد ہوئیں کہ اون سے دوسرے شخص کی ہمت ختم ہو جاتی اور امریکہ کی آزادی خواب و خیال لیکن واشنگٹن کی ہمت میں فرق نہ آیا۔ وہ برابر اپنے فرض کو دانائی کے ساتھ انجام دیتا رہا۔ اور کامیابی حاصل کرتا رہا۔ جس کے بعد وہ اپنی حیات تک

امریکہ میں سب سے بڑا شخص سمجھا گیا

آزادی کی جنگ میں واشنگٹن نے جو کارہائے نمایاں کئے اونکا بیان طویل ہے اسلئے قلم انداز کر دیا گیا۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ اوسنے ہر موقع پر جانبازی اور عقلمندی سے کام لیا اور انگریزی فوج کو شکست دی۔ اوسکے بعض ماتحتوں یا غیر ملکی فوجی افسروں کی غلطی سے جو امریکہ کی فوج میں انگلستان سے آئے بہت سی آفات کا ظہور ہوا۔ اگر واشنگٹن اس غلطی کی تلافی نکرتا تو آفات سے زیادہ نقصان ہوتا۔ جب جنگ کا خاتمہ ہو گیا تو واشنگٹن کانگریس میں حاضر ہوا جو اوس وقت انا پولس کے مقام اجلاس کر رہی تھی۔ اور اوسے چارج دیکر اپنے گھر چلا گیا۔

دوران جنگ میں امریکن فوج کے ساتھ افسروں نے استقدر

برا سلوک کیا اور فوج نے اسقدر دکھ سہا کہ وہ جنگ کے خاتمہ
پر بالکل ناخوش تھی اور چند فوجی افسروں نے یہ ارادہ کرلیا
کہ فوج نو آبادیوں کے جنوب میں چلی جائے اور امریکہ بلا فوج
کے صلح کرے اور جب اوسپر مصیبت آئے تو فوج ساتھ نہ دے - اگر
واشنگٹن چاہتا تو اوسوقت فوج سے جو اوسکی جانثار تھی ہر کام کرا لیتا
اگر وہ امریکن نو آبادیوں کا فرمانروا اور بادشاہ بننا پسند کرتا تو
فوج کی مدد سے اس مدعا کو حاصل کر لیتا - لیکن اوسنے ایسا نہیں کیا
بلکہ فوج کو قابو میں رکھا اور سمجھایا اور ملک کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے
اپنے کو ملک کا خادم سمجھتا رہا ؛

جب فوج نے اوس سے یہ تحریک کی کہ وہ اوسے اپنے ملک کا
سرغنہ بنانا چاہتی ہے اور واشنگٹن کا "بادشاہ" کا لقب اختیار قابل
اعتراض نہ ہوگا - اور نہ لوگ اوسپر اعتراض کرینگے تو اوس نے اس
تجویز کو غصہ کے ساتھ نامنظور کیا اور جواب میں جو خط لکھا اوس سے ظاہر
ہے کہ وہ اس تجویز سے نفرت کرتا تھا - اوسنے سپاہ کو یہ دھمکی دی کہ
کہ اگر وہ اس تجویز سے باز نہ آئے گی اور اوسے نہ دباوے گی تو وہ
کانگریس سے سارا ماجرا بیان کر دیگا ؛

ماہ مئی ۱۷۸۷ء میں فلاڈلفیہ کے مقام جو ملکی مجلس منعقد ہوئی
اوس میں واشنگٹن بھی ورجینیا کی طرف سے قائم مقام بنکر شریک
ہوا - وہ اوس مجلس کا میر مجلس بنایا گیا اور نظام حکومت کے مکمل ہونے
میں اوسنے بڑی مدد دی - جب سلطنت جمہوری کے لئے پریسڈنٹ
مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی تو سارے ملک نے واشنگٹن کو اتفاق
رائے سے اس عالی منصب پر مقرر کیا - اوسنے اپنے اثر اور عقلمندی
سے دونوں ملکی فریقوں میں اوسوقت تک نزاع نہیں ہونے دیا

جب تک کہ ملک میں جمہوری سلطنت کے قدم مضبوطی کے ساتھ نہیں جم گئے۔
جب واشنگٹن سنہ ۱۷۹۶ء میں پریسیڈنٹ کے منصب سے دست بردار ہوا تو زراعت کے کاروبار میں مشغول ہو گیا۔ اسوقت اوسنے یہ خواہش ظاہر کی کہ امریکہ والے غلاموں کو ازاد کریں جب سنہ ۱۷۹۸ء میں فرانس کے ساتھ امریکہ کی جنگ یقینی ہو گئی تو واشنگٹن پھر فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ اوسنے اس عہدے کو خوشی سے قبول کیا مگر جب وہ فوجی تیاریاں کر رہا تھا تو یکایک بیمار ہو گیا۔ اور ایک دن کی بیماری میں ۱۴ دسمبر سنہ ۱۷۹۹ء کو فوت ہو گیا۔

کانگریس میں جو رزولیوشن اوسکی وفات پہ اظہار غم کرنیکے لئے پاس کیا گیا اوسکا ایک جملہ یہ تھا کہ ا۔

"واشنگٹن جنگ میں سب سے آگے۔ صلح میں سب سے آگے"
"لوگوں کے دلوں میں سب سے اوّل"
"نظر آتا تھا"

اگرچہ واشنگٹن کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ لیکن وہ سارے "ملک کا باپ" خیال کیا جاتا تھا۔ اوس کی جائداد کل قوم کی جائداد قرار دی گئی سارا جہان اس امر کا قایل ہے کہ وہ سچا محب ملک تھا اور ملک کی بہتری کو اپنی زندگی پر بھی ترجیح دیتا تھا۔

جاپان کی عظمت کا چاہنے والا

اشی کاگا تاکا اوجی شوگن بڑا ہی ظالم تھا۔ اوس کے ہاتھوں سے ہرطرف تباہی کے آثار پھیل گئے بندگانِ خدا کا خون اس ظالم نے محض اپنی طاقت و اختیار کو برقرار رکھنے میں صرف کر دیا +

جاپان میں اوڈا نوبونا گا نامی ایک شخص بڑا ہی نامور گذرا ہے اوسکی کوشش کیبعد ہیوشی اور آئی آشو کو کامیابی کے ذرایع حاصل ہوئے۔ نوبونا گا اوس خاندان سے تھا جس کا لقب تیرا ہے۔ دراصل حقیقت یہ نوبونا گا ایک جنگجو اور بہادر خاندان کی یادگار تھا۔ اور بڑا نڈر۔ جاپانی ریسرو اتھی نوبونا گا کی رگوں میں سورماؤں کا خون تھا۔ اوس کے باپ نے قوت بازو سے صوبہ اوواری میں بڑی جائداد پیدا کرلی تھی +

نوبونا گا دراز قامت۔ مگر چھریرا شخص تھا۔ وہ بڑا ہی بے جگر اور نڈر شخص تھا۔ اوسنے بہت سے معرکوں۔ جنگوں اور محاصروں میں بہادری اور سورمائی سے نام و عزت پیدا کی۔ اوسکی عین خواہش یہ تھی کہ جو بدنظمی ملک میں پھیل رہی ہے اور جو ظلم ان لوگوں پر ہو رہی ہے اوس کا قلع قمع کرے +

جن ایام میں نوبونا گا مشہور ہوتا جاتا تھا تو ۱۵۶۰ء میں تختِ جاپان پر شاہ اوگی ماچی بٹھایا گیا۔ اور شوگن کے منصب پر اشی کاگا

خاندان کا ایک شخص آشی کاگا یوشی فوسہ مامور کیا گیا۔ یہ شخص نابالغ تھا اور عیش پسند اسلئے ملک کا کاروبار اور لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ملک میں بادشاہ اور شوگن دونوں ہی کی کچھ بھی نہیں چلتی تھی۔ بلکہ حکومت و اختیار کا مرکز مقامی امرا تھے ؛

نوبوناگا کے وقت میں ملک کی حالت یہ تھی کہ شوگن کو امرا کے باہمی جھگڑوں یا اون کے ملک کی حکومت میں کوئی دخل حاصل نہیں تھا اور نہ وہ ان باتوں میں کسی قسم کی رائے دے سکتا تھا۔ ملک میں بہت سے امرا یا نواب تھے۔ اون کے ماتحت جاگیردار تھے۔ جن سے امرا خراج اور فوجی خدمت لیتے تھے ؛

نوبوناگا کے باپ نے صوبہ اوواری میں صرف چار جاگیریں چھوڑی تہیں۔ مگر نوبوناگا نے رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات کو بڑہانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۱۵۵۹ء میں وہ اپنے کل صوبہ کا مالک و مختار ہو گیا۔ اور اپنے قلعہ کی یوسو میں رہنے لگا۔ اوسکے سپہ سالاروں میں ایک ہدیوشی بھی تھا جسنے ادنےٰ حالت سے ترقی شروع کی اور اعلےٰ درجہ پر پہنچ گیا ؛

نوبوناگا ایک قابل سپہ سالار تھا۔ جب کبھی اوسے اپنے ہمسایوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے سے فرصت ملجاتی تھی تو وہ اپنی فوج کی تعلیم و تربیت کرتا تھا۔ ہدیوشی کی تجاویز کے مطابق نوبوناگا نے صوبہ میثو۔ اومی اور آئی سی کو فتح کیا۔ ۱۵۶۲ء میں آشی کاگا شوگن کی حکومت میں بڑی ہی ابتری اور بدنظمی تہی۔ یوشی تیرو شوگن کو اوسکے ایک مصاحب مِرَوشی یوشی نے کسی بات پر قتل کر دیا۔ اوسکے چھوٹے بھائی یوشی آکی نے شوگن کا منصب حاصل کرنا چاہا۔ لیکن اوسکی خواہش اوس کے بھائی کے قاتلوں کی خواہشوں کے خلاف تہیں۔

اسی لئے وہ شوگن نہ بنایا گیا۔ اسپر اوسنے نوبوناگا سے مدد مانگی ✤ چونکہ یوشی آکی کی مدد کرنے میں خود نوبوناگا کی آرزو بھی پوری ہوتی تھیں اسلئے اوسنے مدد کا بیڑا اوٹھایا اور اپنی جرار اور کثیر فوج لیکر کیوٹو جا پہونچا۔ اور یوشی آکی کو شوگن کے منصب پر مامور کروا دیا اور شاہ جاپان سے نائب شوگن کا منصب اپنے لئے حاصل کر لیا۔ اس کے بعد اوسنے پایہ تخت کی شاہی فوج کا سپہ سالار یہ یوشی کو بنا دیا ✤

اس وقت کیوٹو کی حالت آتشزدگیوں۔ فوجکشیوں۔ مفلسی اور بدنظمی کے مارے نہایت ابتر تھی۔ نوبوناگا نے اس ابتری کو دور کرنے کے لئے دیواروں اور قلعہ شاہی محل۔ شوگن کے محل۔ پلوں۔ سڑکوں وغیرہ وغیرہ کی مرمت اور درستی کرائی۔ اور ملک میں ایک باقاعدہ اور پُرامن سلطنت کی از سرِ نو بنیاد ڈالی ✤

شاہ اوگی ماچی نے جاپان میں ماہ دسمبر ۱۵۸۱ء میں نئے سال کا جشن جاری کیا تھا جس میں بہت سے امرا شریک ہوا کرتے تھے۔ مدبّر نوبوناگا نے جشن کے موقع پر کل ملک کے لوگوں پر دہاک بٹھانے کی غرض سے ایک بڑی جرار فوج کا جایزہ لیا۔ اور جشن کے بعد آساکورا یوشی کاگی پر جسنے اوسوقت تک نئے شوگن کی اطاعت قبول نہیں کی تھی فوجکشی کا ارادہ کیا۔ اس جنگ میں نوبوناگا نے دشمن کو شکست دی۔ اور وہاں سے فوج لیکر صوبہ اوساکا کے بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

نوبوناگا کی غیر حاضری میں۔ آساکورا اور اوسکے مددگار آسائی ناگا ماسہ نے کیوٹو پر دہاوا بولا۔ جہیل بیوا کے کنارے ایک خانقاہ تھی جسکے راہب مقدار میں بہت زیادہ اور اسقدر خود مختار تھے کہ وہ جو رعایت چاہتے

وہی شاہ جاپان سے منظور کرا لیتے تھے یہ لوگ تو یو ناگا کی حکومت سے اسلیئے ناخوش تھے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اون کی کوئی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی تہی - ان راہبوں نے اساکو تراکو مدد دی - تو یو ناگا حملہ کا حال سنکر بعجلت تمام کیوتو پہونچ گیا - اور دشمنوں کو چاروں طرف سے گہیر لیا - مجبوراً دشمنوں نے صلح کرلی اور اپنے صوبوں کو واپس چلے گئے تو یو ناگا نے راہب خانہ تباہ کردیا - اور راہبوں کو جو شاہی حکومت میں رخنہ ڈالتے رہتے تھے قتل کیا - اور بہتوں کو جلا وطن کر دیا ؎

ابتو ملک میں تو یو ناگا کی بڑی دہاک بندہ گئی - سلطنت کے سارے کاروبار اوس کے ہاتہوں انجام پانے لگے - یوشی کاگا شوگن کو کوئی پوچہتا ہی نہ تہا - اسلئے اوسنے سرکشی کی اور تو یو ناگا کے خلاف دوسرے امراء سے مدد مانگی - تو یو ناگا جانتا تہا کہ شوگنوں نے ملک پر کیا کیا ستم ڈہائے ہیں - اسلئے اوسنے شوگن کو معزول کرکے اوسکے اختیارات اپنے ہاتہوں میں لے لئے - اور بادشاہ کے نام سے جنگ و صلح - عہد نامے اور ملک کا انتظام کرنے لگا - لیکن شوگن کا لقب اختیار نہیں کیا - اس کی وجہ یہ تہی کہ وہ ملک میں ایک زبردست اور امن کی حکومت قایم کرنے کا خواہاں تہا - نہ کہ حکمرانی کا - شاہ جاپان نے اوسے نائے دیجن کا لقب عطا کیا ؎

اسکے بعد تو یو ناگا نے ہدیوشی کو چوشو کے نواب کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا - یہ ۱۱۸۳ء کا واقعہ ہے اوسنے وہاں پہونچکر شہر کا محاصرہ کر لیا - مگر چونکہ شہر پر قبضہ شہر کو پاس والی جہیل کے پانی سے ڈبونے کے بغیر ناممکن تہا - اسلئے اوسنے تو یو ناگا کو میدان جنگ میں بلا بہیجا وہ روانہ ہوا - مگر ایک پاس والے راستہ سے اور تہوڑی فوج لیکر باقی فوج اوسنے دوسرے راستہ سے روانہ کی - راستہ میں اوسے دشمنوں نے گہیر لیا

اوسنے خوب مقابلہ کیا - مگر کثیر فوج کے سامنے بازی نہ لے جا سکا - اسلئے اوسنے ایک سمندر میں داخل ہوکر خودکشی کرلی -

توکوگاوا تاریخ جاپان میں ایک بڑا نامور سپہ سالار گذرا ہے اوسکا ارادہ تہا کہ کل ملک میں ایک متحدہ اور زبردست حکومت قایم کرے - ملک میں امن و امان اور صلح رہے - ملک ترقی کرے - اسی ارادے سے اوسنے نوابوں کو شاہ جاپان کا مطیع بنانا چاہا - ورنہ فوجکشیوں سے اوسکی مراد جنگ و جدل نہیں تہی - بلکہ یہ تہا کہ جنگیوں کا جو ملک کی تباہی کا باعث تہیں خاتمہ کردے - اوسنے علوم و فنون - تجارت - زراعت اور علم کو بہت فروغ دیا - انصاف اور حق کی حمایت کی - اور لوگوں ظالم نوابوں کی ظلم رانی سے نجات دلائی - اوسکی ساری زندگی زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ اگر وہ دشمنوں کا شکار نہ ہوجاتا تو ملک کو بڑے عروج پر پہونچا دیتا - کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے ملک کا سچا خیرخواہ اور محبّ ملک تہا -

جاپانی محبّان ملک

جاپان میں اس رسم سے کہ بادشاہ دنیا سے دست بردار ہوجایا کرے بڑی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں - اکثر بادشاہ سلطنت کے انتظام و انصرام کے بارگراں سے سبکدوش ہونے کے لئے سلطنت دوسرے کے سپرد کرکے کسی خانقاہ میں چلے جاتے - اور وہاں آرام کے ساتھ خدا کی یاد کرتے رہتے تھے - اس خرابی کو شوگن سے ہاتھوں اور ترقی ہو گئی - یہ ایک عہدہ تھا - اور جو لوگ اس عہدہ پر مامور ہوئے اون میں سے بعض تو بادشاہ سے بھی زیادہ اقتدار اور اختیار والے ہوئے ہیں - خود غرض شوگن بادشاہ کو مجبور کرکے اوس سے پیشتر ہی خانقاہ میں بھیجدیتے تھے کہ بادشاہ سلطنت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا - اس خرابی کا اثر یہاں تک بڑھ گیا کہ جب ملک میں نابالغ بادشاہ حکمراں ہوا تو ایک شخص اوس کا اطالیق مقرر کیا گیا - ان اطالیقوں نے اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ اونکو بالغ ہونے پیشتر ہی مجبور کرکے خانقاہ میں بھیجدیتے تھے - آخرکار یہ ہوا کہ اطالیق بھی موروثی ہونے لگے - اور رفتہ رفتہ نابالغ بادشاہ کا اطالیق نابالغ ہی ہونے لگا - اور شوگن صاحب مختار کل رہے ؛

جو باتیں اوپر بیان ہو چکیں اون کے باعث ملک میں بڑا کشت و خون ہوتا رہا اور خود غرضوں کو ظلمرانی کرنے کا خوب ہی موقع ملتا رہا۔ ملک پر طرح طرح کی آفات آتی رہیں۔ جس زمانہ سے یہ مضمون متعلق ہے اوس میں حسن اتفاق سے ایک نابالغ بادشاہ کے خانقاہ نشین ہونے پر دوسرا حقدار جو تخت و تاج کا وارث ہوا وہ بالغ تھا۔ تخت نشینی کے وقت اوس کی عمر ۳۱ سال کی تھی۔ وہ سنہ ۱۳۱۸ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ اوس کا نام گو ڈیگو تھا۔

اگرچہ یہ بادشاہ بھی اون برائیوں سے مبرا نہیں تھا جو اوس زمانہ کے لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ لیکن اوس میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ ملک کی بگڑی ہوئی حالت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ اس احساس ہی سے اوس میں قدرتی طور پر ملک کی بہتری کا خیال پیدا ہو گیا۔ اوس کے عہد میں ملک میں سخت قحط پڑا۔ مگر بادشاہ نے اس قحط کے رفع کرنے میں بڑی ہمدردی اور جانفشانی دکھائی۔ اس سبب سے وہ رعایا میں بیحد ہردلعزیز ہو گیا۔ لوگ اوسکی بڑی قدر و منزلت کرنے لگے۔

گو ڈیگو کے وقت میں ہوجو خاندان کا جس کے لوگ نابالغ بادشاہوں کے مدت سے اتالیقی چلے آتے تھے بڑا زور تھا۔ چونکہ گو ڈیگو بالغ تھا۔ اسلئے اس خاندان کو اپنے اغراض پورے کرنے میں بڑی دقت ہوتی تھی۔ اس بات پر ہوجو خاندان نے ارادہ کیا کہ گو ڈیگو کو خانقاہ نشینی کے لئے مجبور کریں۔ بادشاہ کا بیٹا یا یوں کہو کہ ولیعہد موری یوشی سنہ ۱۳۳۱ء سے ہوجو خاندان کا زور گھٹانے کے لئے خفیہ کوشش کر رہا تھا۔

ہوجو خاندان کو اس پتہ لگ گیا۔ انہوں نے گوڈیگو کو خانقاہ نشینی کے واسطے ہر طرح پر مجبور کرنا شروع کیا۔ مگر گوڈیگو کو یہ بات منظور نہ تھی۔ اسلئے اوسنے اونکا مقابلہ کیا۔ اور بدھ مذہب کے پوجاریوں کو اپنا طرفدار بناکر صوبہ یاماٹو میں شہر اور قلعہ کاساگی کو مستحکم کرنا شروع کردیا۔ مگر ہوجو خاندان نے اوسکی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ ایک بڑی فوج سے اوس پر چڑھائی کی اور قلعہ کو سر کرکے گوڈیگو کو قید کرلیا۔ اور سزا کے طور پر اوسے جزیرۂ اوکی میں جلاوطن کردیا۔

اس کے بعد ہوجو خاندان کے اطالیق تاکاٹوکی نامی نے تخت پر گوکوگین کو بٹھادیا۔ لیکن گوڈیگو جو ہوجو خاندان کی طرز حکومت سے واقف تھا اور چاہتا تھا کہ ملک کی بہتری ہو مقام جلاوطنی سے بھی ہوجو خاندان کی مخالفت اور اونکا زور گھٹانے کے لئے کوشش کرتا رہا۔ وہ جزیرہ اوکی سے نکل گیا اور ایک بڑی فوج فراہم کرکے پایہ تخت کیوٹو پر فوجکشی کی۔ اوسوقت اوسکی مدد **محب ملک کوسنکی ماساشیگی** نے کی۔ اہل جاپان آج تک اس شخص کو حب الوطنی میں اپنا نمونہ بنالتے ہیں۔ اس شخص نے اپنی جان کے مقابلہ میں بادشاہ کی جان زیادہ عزیز سمجھی اور ملک کی بہبودی کے لئے بیحد جدوجہد کی۔ گویا کوسنکی ماساشیگی کے پولیٹیکل اسٹیج پر نمودار ہوتے ہی ایک اور محب ملک اوٹھا۔ اوسکا نام نتا یوشی سادا تھا۔ یہ شخص ہوجو کی فوج میں جو کوسنکی ماساشیگی کے مقابلہ کے لئے روانہ کی گئی تھی ایک سپہ سالار تھا۔ اس شخص نے شاہی فوج کا مقابلہ کرنے سے انکار کردیا۔ اور اپنی فوج لیکر ماساشیگی سے جا ملا۔ اور فوج اوسکے سپرد کرکے اپنے صوبہ میں گیا۔

جہاں ۱۳۱ او نے ایک اور فوج بھرتی کی اور اوسے ہوجو کی فوج کے مقابلہ میں لڑایا۔ اس فوج کو لیکر اوسنے شہر کماکورا پر چڑھائی کردی۔ شہر کماکورا پر تین طرف سے دھاوا بولا گیا۔ ہوجو فوج نے خوب مقابلہ کیا۔ لیکن نتا نے اوسکے مان مار دیئے۔ شہر میں آگ لگا دی۔ اور ہوجو خاندان کا جو ایک سو چونتیس سال سے ظلم و ستم کر رہا تھا خاتمہ کر دیا۔ تاریخ جاپان میں اس خاندان کا نام **ظالمانہ تکبری اور ستم آرائی** کے لئے ضرب المثل ہے جو لوگ ہوجو خاندان کے گرفتار کئے گئے اونکو بغاوت کے جرم میں ہلاک کرایا گیا۔ اور اس طرح ملک کو ظلم و ستم سے نجات دلائی گئی۔ یہ ۱۳۳۳ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد شاہ گوڈائیگو دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔

جاپان کا آخری شوگن

جب ۱۸۶۶ء میں جاپان کے بادشاہ کومی آمی نے انتقال کیا تو ملک کی حالت شوگنوں کی حکومت کے باعث بہت ابتر تھی۔ اس کا جانشین شاہ متسو ہیتو بنایا گیا جو نابالغ تھا۔ اسوقت لوگوں کو یہ فکر ہوئی کہ شاہی حکومت کو از سر نو بحال کیا جائے اور شوگن کے اختیارات کو جو ملک کی تباہی کا موجب رہے ہیں گھٹا دیا جائے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ علانیہ طور پر شوگن کی مخالفت کرے۔

اس تذبذب کی حالت میں دو برس ٹوسہ کے ڈیمیو یعنی فوجی سپہ سالار نے جو آزاد خیال تھا اور ملک کی آزادی اور بہتری کا دلدادہ تھا ایک خط ۱۸۶۷ء کے ماہ اکتوبر میں شوگن کو لکھا۔ جسکا مضمون یہ تھا کہ

"ہماری بیچاری ملک کی مصیبت کا سبب یہ ہے کہ انتظام"
"مملکت وفرمانروائی کا مرکز ایک نہیں ہے"
"بلکہ دو مرکز ہیں۔ ان کے باعث بادشاہ کو اپنی نگاہیں"
"اور کان توجہ کے ساتھ ایک ہی طرف نہیں۔ بلکہ"
"دو طرف کو رکہنے ہوتے ہیں۔ واقعات کی تواتر سے"
"ملک میں ایک قسم کا سخت اور نہایت زبردست"
"انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ اور قدیم طرز کی حکومت"
"اب زیادہ دن تک زندہ۔ برقرار۔ ثابت اور"
"قایم نہیں رکہی جا سکتی۔ جملہ اختیارات حکومت"
"بادشاہ کے حوالہ کر کے پوری طور پر اوسکے قبضہ میں"
"کر دینے چاہیں۔ اور اس طریقہ میں وہ بنیاد قایم"
"کر لی جانی چاہئے اور وہ بات پیدا کر لی چاہئے۔ جس پر"
"کہڑا ہو کر جاپان دوسرے ممالک کی ہمسری کر سکے۔"

اس خط کے مضمون کا اثر شوگن کے دل پر ہو گیا۔ اسلئے کہ وہ ایک سمجھدار شخص تھا۔ اوسنے ایک خط اپنے فرقہ کے لوگوں اور اپنے حامیوں کے نام جاری کیا۔ اور اون میں اون سے دریافت کیا کہ وہ اوسکے استعفے کی ضرورت کے بارہ میں رائے ظاہر کریں۔ اس خط کی باتوں میں سے ایک یہ بہی تہی کہ:۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن بدن غیر ممالک کی"
"تعلقات کی بڑی عجلت اور زور کے ساتھ"

"ترقی ہو رہی ہے اور جب تک کہ عنان حکومت"
"ایک شخص کے ہاتھوں اور قبضہ میں پورے طور پر"
"نہ ہے تب تک قوانین کا قایم رہنا دشوار ہے"
"اس لئے میری صدق دل سے اور نیک نیتی سے"
"یہ رائے ہے کہ اختیارات حکمرانی کو شاہی دربار"
"کے حوالہ کر دوں اور بادشاہ کے اختیار میں رکھدوں"
"یہی سب سے بہتر کام ہے جسے میں ملک اور حکومت"
"کے فواید یا بہتری اور اہل ملک کی سچی بہبودی"
"کے لئے کر سکتا ہوں"۔

اس خط اور ارادے کی بنا پر شوگن نے ۱۹ نومبر ۱۸۶۷ء کو اپنے اختیارات شاہ جاپان کے حوالے کر دئے۔ شوگن اور کوامباکو کے منصب بنا رسے ڈیمئیو کی رائے سے توڑ دئے گئے۔ اور ایک حکم اس امر کے اظہار کے لئے جاری کیا گیا کہ "اب سے جاپان کی عنان حکومت بالکل شاہ جاپان کے ہاتھوں میں آگئی ہے"۔

جاپان میں آخری شوگن پرنس آف ہنٹو تھا۔ اوسنے اپنے ذاتی فوایدکو ملک کے فواید پر سے تصدق کر دیا۔ ایسے ہی لوگ ملک کے خیرخواہ سمجھے جاتے اور محب ملک کا لقب پانے کے مستحق ہیں۔

محب ملک سری کرشن جی مہاراج

کرشن جی ماں کی طرف سے چندر بنسی نسل سے تھے اور باپ کی طرف سے سورج بنسی نسل سے۔ کرشن جی کی پیدائش کے وقت متھرا کے جادو خاندان کی گدی پر راجہ اگرسین کا بیٹا ظالم کنس فرمانروا تھا۔ جو اپنے باپ کو گدی سے اتار کر تخت نشین ہوا تھا۔ کنس کا سسر مگدھ کا راجہ جراسندھ تھا۔ یہ راجہ بھارت کے حکمراں خاندانوں میں بہت زبردست اور طاقتور تھا اپنے سسر کی طاقت اور مدد ہی کے بھروسہ پر کنس نے یہ ناخلفانہ حرکت کی کہ اپنے باپ کو جیتے جی تخت سے اتار کر خود راجہ بن بیٹھا۔

راجہ کنس ایسا ظالم و سفاک اور خونخوار تھا جس سے اپنے پرائے سب ہی تنگ تھے۔ اور جسکی حکومت سے رہائی پانے کے لئے تمام خلق خدا ہمیشہ دست بدعا رہتی تھی۔ بھائی بند۔ خویش و اقارب۔ امرا۔ اہلکار۔ رعایا سب ہی کنس کے ہاتھوں سے بجان تنگ تھے لیکن اون میں اسقدر جرأت نہ تھی کہ اوسے ظلم و ستم کا مزہ چکھائیں۔ کنس نے کشتری دھرم کو بٹہ لگایا اور راجپوتی کے پاکیزہ دامن عصمت کو گندہ کر دیا۔ کل کو کلنک لگایا۔ کرشن جی کی پیدائش سے متعلق پرانوں میں کئی روایات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب دیوکی جی کی شادی واسدیو جی سے ہو چکی اور دلہن کو دولہا کے ہاں پہونچانے کے لئے رتھ پر سوار کیا گیا تو کنس اوسکا رتھ بان بنا۔ چلتے چلتے عالم غیب سے یہ آواز آئی کہ "اے نادان! تو کس خیال میں ہے۔ جس لڑکی کو تو اس وقت رتھ میں بٹھلا کے دولہا کے گھر لئے جا رہا ہے۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے تو مارا جائے گا" یہ آواز خواہ غیب سے آئی۔ یا کسی عقلمند نے پیشین گوئی کی یا کسی بد اندیش نے کنس کو پٹی پڑھائی۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ شادی ہو چکنے کے بعد کنس کو یہ خیال ہوا کہ اگر مجھے اپنے راج پاٹ اور زندگی میں کچھ خطرہ پیش آسکتا ہے تو اسی لڑکی کی اولاد سے۔ کیونکہ کنس کے دادا کی اولاد میں سے

اور کوئی اُس کے حق میں تنازعہ کرنے والا نہ تھا۔ پس اوس نے دیوکی جی پر ہاتھ صاف کرنا چاہا کنس خوف اور غصہ سے بیتاب ہو کر دیوکی پر وار کرنے کے لئے اوٹھا۔ مگر چاروں طرف سے لعنت و ملامت ہونے لگی۔ اور وہ شرمندہ ہو کر ہٹ گیا۔ لیکن اوس نے واسدیوجی سے یہ وعدہ لے لیا کہ دیوکی کی ساری اولاد کو یکے بعد دیگرے اوس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اس وعدے سے متعلق جملہ روایتوں میں یہ اتفاق ہے کہ واسدیوجی نے اپنے چھ بیٹے کنس کے حوالہ کر دئے اور کنس نے اونکو مروا ڈالا۔ لیکن جب ساتویں بار دیوکی جی کو حمل ٹھیرا تو واسدیوجی کی پدری محبت جوش میں آئی۔ اور چونکہ یہ بات کسی قانون میں وانہیں کہ جبر و رعب سے کرائے گئے وعدے یا عہد کا توڑنے والا کسی طرح بھی قابل الزام سمجھا جائے اسلئے واسدیوجی نے یہ ارادہ کر لیا کہ اگر اس دفعہ لڑکا پیدا ہو تو اوسے کنس کے حوالہ نہ کیا جائے۔ کنس بڑا ہی بدعہد تھا۔ اوس نے نہ صرف دیوکی کے ۶ بیٹوں ہی کا خون کیا بلکہ باسدیوجی کی باقی تمام اولاد کو بھی جو دوسری بیویوں سے تھی قتل کرا دیا۔ یہ کیسا بڑا ظلم تھا!

واسدیوجی نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے صلاح کرنے کے بعد پختہ ارادہ کر لیا کہ جس طرح ہو سکے آئندہ بچوں کو کنس کے حوالہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح تو نسل کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ دیوکی کے ساتویں حمل کی نسبت پورانوں میں یہ روایت ہے کہ خود دیوتاؤں نے دیوکی جی کے حمل سے بچہ نکال کر واسدیوجی کی دوسری بیوی روہنی کے حمل میں ڈالدیا۔ اور دیوکی جی کی نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ اوس کا حمل گر گیا۔ اور اس طرح ساتواں بچہ کنس کے ہاتھ نہ لگ سکا۔

جو لوگ روایات کو نہیں مان سکتے وہ اس روایت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ (۱) دیوکی جی کا حمل پوشیدہ رکھا گیا۔ اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ روہنی جی حمل سے ہیں۔ روہنی کو موضع گوکل میں نند کے گھر رکھا گیا۔ اور جب دیوکی جی کے بچہ پیدا ہوا تو اوسے روہنی کے پاس پہونچا دیا گیا۔ اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ دیوکی جی کا حمل ساقط ہو گیا۔

(۲) کہ دراصل ساتواں بچہ یعنی بلرام۔ روہنی سے پیدا ہوا۔ اور دیوکی کا ساتواں حمل خوف۔غم۔ یا فکر کے باعث گر گیا۔ بہر حال یہ ساتواں بچہ جس کی اسقدر حفاظت کی گئی بلرام تھا۔

اس کے بعد دیوکی جی کو آٹھویں بار حمل ہوا۔ اگرچہ دیوکی اور واسدیو دونوں ہی پر کنس کی طرف سے پہلے ہی سے بہت نگرانی کی جاتی تھی۔ مگر اس دفعہ تو نگرانی میں بہت احتیاط اور سختی کی گئی۔ اونہیں محفوظ جگہ میں بند کرکے اون پر چوکی پہرہ لگا دیا گیا۔ تاکہ وہ اپنی اولاد کو کسی ترکیب سے بھی نہ بچا سکیں۔ مگر واسدیو جی اور اونکے عزیز و اقارب کی طرف سے اس سے بھی زیادہ احتیاط کی گئی۔

کرشن جی مہاراج ماہ بھادوں کے اندھیرے پاکھ کی آٹھویں تاریخ کو رات کو پیدا ہوئے۔ اس ماہ میں متھرا اور اوسکے نواحی شہروں میں بارش بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ اور مینہ کی ایک جھڑی رات دن پڑتی رہتی ہے۔ بادل گرجتے ہیں۔ بجلی کڑکتی رہتی ہے۔ اندھیری رات کو ایسے ہی وقت کرشن جی پیدا ہوئے واسدیو جی اونہیں لیکر گوکل پہونچے اور نند کے حوالہ کرکے اونکی نوزائیدہ لڑکی کو لے آئے۔ اور دیوکی جی کی گود میں رکھدیا۔ اوس آواز غیب یا پیشین گوئی سے صاف ظاہر ہے جو رتھ بانی کے وقت کنس نے سنی تھی کہ دیوکی جی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کنس کا راج پاٹ چھین لے گا۔ صبح کو کنس کو خبر ملی کہ دیوکی کے بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ فوراً زنداں میں آیا۔ اور لڑکی کو بہن کی گود میں سے اوٹھا کر زمین پر دے مارا خوف اور ظلم نے اوسے عہد شکنی پر آمادہ کیا۔ اور وہ یہ سمجھا کہ لڑکی جس سے کوئی خطرہ نہیں اور جسکی نسبت غیب سے آواز نہیں آئی تھی اوسکے خون سے تو ہاتھوں کو نہیں رنگنا چاہئے۔

اس کے بعد یا تو کنس کو یہ خیال ہوا کہ اوس نے لڑکی کو ناحق ہلاک کیا۔ پیشین گوئی تو لڑکے کی نسبت تھی یا اوسے کچھ شبہ ہو گیا کہ اوسے دھوکا دیا گیا۔ پس اوس نے جادوں نسل کے کل بچوں کے قتل کا حکم صادر کیا۔ اور اوس نے شاہی نسل کے بچوں کو تلاش کرا کرا کے قتل کرایا اس ظلم سے تنگ آکر عزیز و اقارب ملک چھوڑ گئے مگر کنس نے مدتوں کشت و خون کیا۔

کرشن کے لڑکپن کی نسبت بہت سے قصے مشہور ہیں۔ مگر اونہیں ہم بخوف طوالت قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ کرشن جی کچھ عرصہ تو گوکل میں رہے اور پھر بندرا بن چلے گئے۔ وہ آنند کے گھر رہتے تھے۔ اور اوس کے مواشی کو چرایا کرتے تھے۔ جنگلوں کی بود و باش اور مواشی کی دیکھ بھال کے زمانہ میں اونہیں فطرت اور موجودات ایزدی سے بہت کچھ سبق سیکھائے۔ اون میں پھرتی چستی۔ دلیری آگئی۔ اون کے جسمانی قوا کا نشو و نما خوب ہوگیا۔ اور وہ ایک خاصے پہلوان بن گئے حسن سیرت اور حسن صورت دونوں ہی سے اونہوں نے گوالوں میں جن میں وہ رہتے تھے بڑی ہر دلعزیزی حاصل کرلی۔ یہاں تک کہ وہ اونکے سرغنہ مانے جانے لگے۔

کرشن کی راس لیلا جسے زیادہ تر ہند دیچی مانتے ہیں۔ اوس سے ظاہر ہے کہ کرشن جی پرلے درجہ کے رسیا تھے۔ لیکن جب کرشن کی اوس زندگی پر غور کیا جاتے جو اون کے تخت نشینی کے بعد شروع ہوتی ہے اور نیز اون کی تعلیمات پر تو کوئی عقلمند اور انصاف پسند اس لیلا کے واقعات کو سچا ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکے گا یعنی کرشن کا لقب جتیندری (وہ شخص جس نے اندریوں کو جیت لیا ہو۔ اور اپنے نفسانی قوا پر پورا غلبہ حاصل کرلیا ہو) بتا رہا ہے کہ وہ ایسے نہ تھے جیسے کہ راس لیلا میں مشہور ہیں۔ بلکہ اون کی ساری تعلیم میں پریم اور وحدانیت کی بے مثال تلقین ملتی ہیں۔

جب کرشن اور بلرام گوالوں کے بھیس میں رہتے تھے ایک عرصہ گذر گیا۔ اور اونکی دلیری۔ بہادری۔ ہمّت۔ حوصلہ۔ انصاف پسندی۔ رحم دلی وغیرہ کے افسانے دور دور تک پھیل گئے تو لوگوں کو یہ یقین ہوگیا کہ دونوں جوان گوپ یعنی گوالے نہیں ہوسکتے۔ شدہ شدہ کنس کو بھی کرشن اور بلرام کے افسانے معلوم ہوگئے۔ اسوقت اوسے خیال گذرا کہ کہیں یہ دونوں بلوان پہلوان واسدیو جی کے لڑکے تو نہیں ہیں۔ اسوقت سے اوسے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ان دونوں کو بھی کسی ترکیب سے فنا کیا جائے۔ چنانچہ اوس نے اپنی دلی منشا کے پورا کرنے کے لئے یہ تدبیر نکالی کہ متھرا میں جو دس کے روز جو دنگل ٹھہرا ہیں طاقت آزمائی۔ کشتی۔ تیراندازی۔ نیزہ کشی۔ پہلوانی اور دوسرے کرتبوں وغیرہ کا

ہوا کرتا تہا اوس میں کرشن اور بلرام کو بہی معہ سرپرآور دہ گوالوں کے بلائے - اوس نے جادوں نسل کے ایک سردار کو اون کے لینے کو روانہ کیا - اور اوس سے اپنا دلی حال بہی کہہ دیا - اس سردار نے سارا ماجرا کرشن اور بلرام کو سنا دیا - مگر اون دونوں بے جگر بہادروں کو ذرا بہی خوف نہ ہوا - بلکہ وہ اوسکے ہمراہ متہرا چلے آئے ؛

ظالم کنس نے پہلے ہی سے یہ انتظام کر رکہا تہا کہ جسوقت کرشن اور بلرام دنگل میں قدم رکہیں اوسی وقت ایک مست ہاتہی اون پر چہوڑ دیا جاوے - اول تو ہاتہی ہی اونکو ہلاک کر دے گا - اور اگر وہ اوس سے بچ بہی رہیں تو اون کی کشتی دو بڑے زبردست پہلوانوں سے کرائی جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - کرشن اور بلرام نے رات متہرا میں بسر کی اور صبح ہی دنگل میں حاضر ہوئے - جوں ہی دونوں نے دنگل کے اندر قدم رکہا ووں ہی مست ہاتہی اون پر چہوڑا گیا - دونوں نے بڑی دلیری سے اوسکا مقابلہ کیا - اور اوسے مار کے آگے بڑہے - ابہی ذرا ہی دور گئے تہے کہ دو گراں ڈیل پہلوان اون کے مقابلے کے لئے سامنے سے آئے - دنگل میں لوگوں کے ہجوم سے تل دہرنے کو جگہہ نہ تہی - کنس ایک شامیانہ کے نیچے بیٹہا تہا - رانیاں بہی موجود تہیں - ایک طرف واسدیو جی اور دیوکی جی بہی بیٹہے تہے - اور دونوں اپنے لخت ہائے جگر کی جان کے فکر میں تہے ؛

جب لوگوں نے دیکہا کہ ہاتہی سے زور آزمائی کے بعد کرشن اور بلرام کے مقابلہ پر دو پہلوان آ ڈٹے تو ہر طرف سے ترحم کے نعرے بلند ہوئے - مگر ظالم کنس کا جی نہ پسیجا - الغرض لڑائی شروع ہوئی - مگر اس میں بہی کرشن اور بلرام ہی کی فتح رہی - چاروں طرف سے تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے - اور کنس حیران رہ گیا ؛

ابہی کنس کی حیرت دور نہ ہوتی تہی کہ گوالوں کے جوان لڑکوں نے جو کرشن اور بلرام کے ہمراہ آئے تہے خوشی کے نعرے بلند کئے اور اکہاڑے میں فرط طرب سے ناچنے لگے یہ سماں دیکہ کر کنس کے دل میں حسد کی آگ شعلہ زن ہوئی - اوس نے حکم دیا کہ واسدیو جی کو قتل کر دیا جائے اور نند کو گرفتار - یہ حکم سنکر لوگ جو پیشتر ہی سے کنس سے بیزار تہے اور چاہتے تہے کہ کسی طرح اوس ظالم کی زندگی کا خاتمہ ہو برہم ہو گئے - اور کسی نے بہی کنس کے

حکم کی تعمیل کی ہے۔

لوگوں کی اس حرکت سے کنس اور زیادہ غضبناک ہوا۔ مگر کیا کر سکتا تھا۔ کرشن جو موقع کی تاک میں تھا شامیانہ میں در آیا اور اس نے کنس کو بالوں سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور دونوں میں کشتم کشتا ہونے لگی۔ لوگ کھڑے ہوئے تماشہ دیکھتے رہے۔ کسی نے بھی اوسے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ مگر کنس کا بھائی سمالی جوش طبیعت میں آگے بڑہا۔ اوسکا بلرام دوچار ہوا۔ اون میں بھی کشتی شروع ہوئی۔ الغرض کنس اور اوسکا بھائی کرشن اور بلرام کے ہاتھ سے مارے گئے اور یوں ظلم و ستم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

چاروں طرف سے لوگوں نے جن میں خود کنس اور کرشن دونوں ہی کے رشتہ دار شامل تھے یہ نعرہ بلند کیا کہ کرشن جی گدّی پر بیٹھیں اور راج کریں۔ ایک طرف تو دولت حشمت حکومت اور راحت۔ اور دوسری طرف لوگوں اور رشتہ داروں کا اصرار اور یہ دونوں باتیں اس قسم کی تھیں کہ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو ضرور حکومت قبول کر لیتا۔ لیکن کرشن جی اس مزاج کے نہیں تھے۔ اونہوں نے کہا کہ اگر میں تاج و تخت قبول کرتا ہوں تو لوگ ضرور یہ کہیں گے کہ بیٹے کنس کو راج پاٹ کی خاطر ہلاک کیا اس لئے میں اوسے قبول نہیں کر سکتا وہ تو اگرسین کا حق ہے۔ اوسی کو ملنا چاہئے الغرض یہ کہ کرشن جی نے اگرسین کو تخت پر بٹھایا۔ شاہی نسل کے جو لوگ بھاگ گئے تھے۔ اونکو واپس بلایا۔ اور ملک کا انتظام درست کر کے معہ بلرام کے بنارس بغرض تعلیم چلے گئے۔ جہاں دس سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔

جب کرشن جی بنارس میں تھے تو کنس کے سسر جبراسندہ راجہ مگدہ نے جو اوس زمانہ میں ہندوستان میں سب سے زبردست فرمانروا تھا اور جس کے خراجگذار بہت سے راجہ تھے متھرا پر کنس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے چڑہائی کی۔ چونکہ اس فوج کشی کا موجب کرشن جی تھے اس لئے اونپر اگرسین اور اہل متھرا کی مدد واجب و فرض تھی۔

لوگوں نے کرشن جی کے پاس پیغام بھیجا۔ اور وہ متھرا آ گئے۔ اگرچہ جبراسندہ کی فوج کے مقابلہ میں جادو ونشی کی تعداد کم تھی۔ لیکن وہ اپنے ملک کی حفاظت اور حق کی

حمایت میں اس جوانمردی سے لڑے کہ جراسندھ کو شکست نصیب ہوئی۔ جراسندھ چلا گیا۔ مگر پھر حملہ آور ہوا اور اس نے ۱۷ بار یورش کی۔ اور آخری بار تو اپنے سارے سے زیادہ جگندار راجاؤں اور راؤں کی فوج سمیت آیا۔ اُسوقت کرشن جی کی رائے سے قرار پایا کہ جراسندھ کا مقابلہ نقصان دہ ہے اسلئے متھرا کو چھوڑ کر کسی دوسرے محفوظ مقام پر سکونت اختیار کریں۔ چنانچہ شاہی نسل کے سارے لوگ متھرا سے ترک وطن کر کے گجرات چلے گئے۔ جہاں اونہوں نے کوہستان میں ایک شہر دوارکا آباد کیا اور ایک حکومت قایم کی ۔

اسکے بعد کرشن جی نے شادی کرلی۔ اور کچھ دن چین سے زندگی بسر کرتے رہے پھر اونہوں نے مظلوم پانڈوں کی مدد کی اور جنگ مہابھارت میں اون کے حق کی حمایت میں کوروں سے لڑتے رہے۔ پھر اونہوں نے دو رفیقوں کی مدد سے راجہ جراسندھ کو بھی جو ظالم تھا ہلاک کیا ۔

چونکہ کرشن جی کی باقی زندگی کے حالات ہمارے مضمون سے تعلق نہیں رکھتے نیز وہ طویل ہیں اسلئے ہم اونکو مجبوراً قلم انداز کرتے ہیں۔ جو صاحب اون کے حالات اور اونکی تعلیمات کو دیکھنا چاہیں وہ کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ خصوصاً مہابھارت اور کرشن گیتا میں ۔

کرشن جی کی زندگی کے حالات: بزبان حال سے گویا ہیں کہ (۱) انسانوں کی فہرست میں وہ اعلیٰ درجہ کے انسان تھے۔ اور واجبی طور پر اوس معزز لقب کے مستحق جسے "نیر یاوا پرشوتم" کہتے ہیں۔ (۲) وہ اعلیٰ درجہ کے تو نیومی دہرم کی پابندی اور حمایت کرتے ہوئے اعلیٰ درجہ کی روحانیت کو پہنچے ہوئے۔ (۳) اون کی تعلیم کا ایک حصہ یہ ہے کہ وفاداری۔ ثابت قدمی۔ استقلال۔ ہمت۔ نیک چلنی اور دیانتداری سے اپنے فرایض متعلقہ کو خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی انجام دینا چاہیے کرم و دہرم کے مطابق ہر شخص کا فرض ہے کہ اگر کرم۔ دہرم۔ انصاف۔ سچائی۔ راستبازی مظلوموں کی حق رسی و دادرسی۔ اور خلق خدا کی حمایت و حفاظت کے لئے۔ اور اپنی

اور عزیزوں اور اپنے ملک والوں کی جان و مال کے بچانے کی خاطر ہونیوں - ظالموں ستمگروں - غاصبوں کے سر کچلنے کی ضرورت پڑے تو اپنی جان پر کھیل کر بھی اوس سے ہرگز نہ کرو ؀

کرشن جی کا قول و فعل دونوں ہی تیار ہے ہیں کہ وہ سچے محبّ ملک تھے اور یہ کہ اہل ہند اور کل دنیا کے لوگوں کو اون کے خیالات کی پیروی فرض ہے اور اونکے نقش قدم پر چلنا عین سعادت ہے ؀

چکرورتی راجہ

تاریخ ہندوستان میں بکرماجیت کا زمانہ نہایت مشہور ہے - کیونکہ جس دلیری اور عقلمندی سے اوس نے غیر قوم کے حملہ آوروں سے اپنے ملک کو نجات دلائی اور جو کام اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے کئے اون کی مثال کمتر ملتی ہے ان ہی باتوں کی باعث وہ چکرورتی راجہ کہلایا ؀

اوس نے بیس سال کی عمر میں صرف رعایا کی بہبودی اور ملک کو غیر قوموں وغیرہ کی ظالمانہ حکومت سے آزاد کرنے کے لئے حکومت اختیار کی تھی - غیر اقوام جن کے پنجہ سے اوسنے بھارت کو رہائی دلائی وہ دو زبردست فاتح اقوام تھیں - اون میں سے ایک نام ہُن تھا یہ وہی ہُن قوم ہے جسکے لوگوں نے کسی زمانہ میں یورپ کے بہت سے ممالک کو بھی تاخت و تاراج کر دیا تھا دوسرے کا نام سیتھین تھا ؀

بکرماجیت مالوہ کے راجہ کا جو اگنی کل راجپوتوں کی نسل سے تھا فرزند تھا - اور ۵۹ قبل مسیح میں قلعہ اوجین میں ماہ بہادوں میں پیدا ہوا تھا - وہ اپنے بھائی کرن سے چھوٹا

اور بھرتری ہاسے بڑا تھا۔ بکرماجیت اور بھرتری دونوں بھائی گروکل یعنی بیت العلوم میں تعلیم پاتے رہے۔ اور ان کا بڑا بھائی کرن حکومت کرتا رہا جب راجہ کرن بدھ مذہب والوں کے مقابلہ میں مارا گیا تو تخت و تاج کا وارث بکرماجیت ہوا۔ لیکن اوسنے حکومت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور راج پاٹ بخوشی چھوٹے بھائی بھرتری کے حوالہ کر دیا۔ اور خود عبادت اور ریاضت کی زندگی بسر کرنے کے لئے جنگل میں چلا گیا۔ بھرتری ایک عرصہ تک عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ لیکن اپنی چہیتی رانی کی ایک نازیبا حرکت سے دنیا اور دنیا کی باتوں سے دل برداشتہ ہو کر فقیر ہو گیا۔ اور راج پاٹ چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

اس وقت ملک میں اچھوتوں اور بدھ مذہب کے معتقدوں میں جدال و قتال کا بازار گرم تھا۔ بھرتری کے فقیر ہونے کی خبر مشہور ہوتے ہی ایک شخص دیو اس نامی نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑا ظالم تھا۔ بھرتری کے درباری بکرماجیت کے پاس پہنچے اور اوس سے عرض کی کہ

"آپ کے بھائی بھرتری تو راج پاٹ تیاگ کر اور دنیا سے بیزار"
"ہو کر بن کو چلے گئے۔ اب آپ ہماری مدد کریں اور ہم لوگوں"
"کو دیو اس ظالم کے ظلم سے بچائیں جو آپکی اور آپ کے بزرگوں"
"کی گدی کا مالک بن بیٹھا ہے"

اگرچہ بکرماجیت سلطنت اور حکومت کا خواہاں نہ تھا۔ لیکن لوگوں کو ظلم سے بچانے پر آمادہ ہو گیا۔ اور ان کے ہمراہ مالوہ چلا گیا۔ جہاں اوسنے مقابل ہو کر دیو اس کو جنگ میں شکست دی۔ اور عدل و انصاف اور رحم و مروت کے ساتھ حکومت کرنے لگا اور خلق خدا کو نفع پہونچانے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اوس کی عالی ہمتی۔ بہادری۔ کرم نفسی اور انصاف کا دور دور تک شہرہ ہو گیا جس سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارے ہندوستان پر تسلط کر لے گا۔ اس خیال سے بہت سے راجہ اس کوشش میں مصروف ہو گئے کہ کسی نہ کسی طرح اوسے قتل کرا دیا جائے۔ انہوں نے اوس سے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی۔

مسیح کی پیدائش سے کوئی ایک سو سال پیشتر شمال ایشیا کی وحشی قوم ستھین یونان والیشیا کوچک - باختر - بلخ - ایران وغیرہ کو فتح کرتی ہوئی کابل پر قابض ہو گئی - وہاں سے یورش کر کے اوچین و تاتار اور کشمیر و سندھ کو فتح کر کے سرزمین ہندوستان میں داخل ہوئی اور بڑھتے بڑھتے مگدھ ودیشہ پر قبضہ کر کے آگرہ اور مالوہ تک جا پہنچی ۔

ابھی بکرماجیت کو اوجین کی گدی پر بیٹھے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ فاتح قوم کی ایک زبردست فوج نے اوجین کا محاصرہ کر لیا - اگرچہ بکرماجیت کے پاس بہت تھوڑی سی فوج تھی - مگر وہ ایسی جانبازی سے لڑی کہ دشمن کو شکست ہوئی - اس معرکہ میں خود بکرماجیت ایسی دلیری سے لڑا کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے - مہاراجہ بکرماجیت نے اسی پر اکتفا نہیں کی - بلکہ ستھین قوم کو ہندوستان کے ہر حصے سے شکست دیکر نکال دیا ۔

ایک طرف تو بکرماجیت کی فتوحات - اور دوسری طرف اس کا انصاف حسن انتظام اور دھارمک زندگی - ان سب باتوں کے باعث ہندوستان کے اکثر حصوں کے راجہ - مہاراجہ اور رعایا خود بخود بکرماجیت کی حلقہ بگوش ہو کر اسے خراج دینے لگے - اب سوائے کشمیر کے اور کسی جگہ ستھین قوم کا نام و نشان تک باقی نہ رہا ۔

جب اس قوم کو بکرماجیت نے ہندوستان سے نکال دیا تو اس قوم کے ایک سردار سنتا نامی نے کچھ جماعت فراہم کر کے راتوں کو ویدک دھرم کے لوگوں پر چھاپے مارنا شروع کئے - ستھین قوم کا مذہب بدھ مذہب تھا - اسلئے بھی وہ بھارت کے لوگوں پر ظلم کرتے تھے - آخرکار سنتا نے بکرماجیت پر بھی چڑھائی کی - مگر شکست کھا کر بھاگا - بکرماجیت نے تعاقب کیا - لیکن ملتان کے قریب سنتا کو ایک زبردست فوج اپنی قوم کے لوگوں کی مل گئی - اسلئے وہ پھر بکرماجیت کے مقابل ہوا - لیکن پھر بھی شکست کھا کر بھاگا اور کشمیر میں چلا گیا ۔

بکرماجیت کا ایک سپہ سالار سنتا کے تعاقب میں لگ گیا - اور راستے میں سنتا کو وہاں بھی شکست دی - اور کشمیر سے بھی اس کی قوم نکال کر شمالی پہاڑی علاقوں میں بھگا دیا - سنتا ایک معرکہ میں مارا گیا اور کشمیر پر بکرماجیت کا قبضہ ہو گیا - مگر بکرماجیت نے کشمیر کا علاقہ

اپنے ظفرمند سپہ سالار کو بخش دیا۔ اس فتح کی یادگار میں بکرماجیت نے اپنے نام بکرمی سمت جاری کیا۔ جو اب تک ہندوستان میں رائج ہے۔ اور جسے سارے ہندو مانتے ہیں۔ جب بکرماجیت ہندوستان کے دشمنوں یعنی ستھین قوم کے لوگوں کے ظلم و ستم سے ہندوستانیوں کو رہائی دلا چکا تو اوس نے ملک میں رفاہ عام کے کاموں کو ترقی دی۔ علوم و فنون کی حمایت کی۔ ویدک مذہب کو رواج دیا۔ جہالت کو دور کیا۔ رعیت نوازی اور انصاف پروری کا شیوہ اختیار کیا۔ لوگوں کے نفع کے قوانین جاری کئے وہ اپنی راحت کا کام اپنے ہی ہاتھوں سے کرتا تھا۔ چٹائی پر سوتا۔ اور پینے کے لئے پانی اپنے ہاتھوں سے ندی سے بھر کر لاتا۔ وہ مجسم اخلاق تھا۔ اور ہر دم اور ہر بات میں رعایا کی بہبودی مدنظر رکھتا تھا۔

اوسکا سالا شالباہن جو بچپن ہی میں گھر سے نکل گیا تھا اور ایک مدت دراز لاپتہ رہا اور جانبازی کے بہت سے کام کرتا رہا آخر کار کشمیر جا پہونچا اور کنشک کے ہاں جو ستھین قوم کا سردار تھا اور پہاڑی علاقوں میں پوشیدہ طور پر رہتا تھا اور بکرماجیت کے سپہ سالار کو ملک سے نکالدینے کی فکر میں تھا نوکر ہوگیا۔ شالباہن کا اصلی نام بھرن تھا وہ کنشک کے ہاں سپہ سالار بن گیا اوسنے بکرماجیت کے سپہ سالار کو شکست دی۔ پھر شالباہن نے کنشک کے حکم سے بکرماجیت پر فوجکشی کی۔ اوسوقت بکرماجیت بوڑھا ہوچکا تھا۔ لیکن اوسنے نوجوان شالباہن کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ شالباہن اور بکرماجیت ایکدوسرے کے ہاتھ سے زخمی ہوئے۔ آخر کار شالباہن زخمی ہوکر کسی طرح سے ہمن کے پاس پہونچ گیا اور لڑائی سے دست بردار ہوگیا۔ بکرماجیت لڑائی کے قابل نہ رہا۔ اسلئے اوس کی بیوی ستھین قوم سے لڑتی رہی۔ جب وہ بھی ماری گئی تو بکرماجیت بھی قلق کے مارے جانبر نہ ہوسکا۔

بکرماجیت کے زندگی کے حالات زبان سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جبتک دنیا قایم ہے تب تک اوس کی عظمت۔ فضیلت۔ دھرم کی حمایت۔ عدل گستری۔ رعایا پروری۔ کسر نفسی۔ رعایا کی بہبودی کی کوششیں۔ اور حب الوطنی یادگار رہے گی۔

بکرماجیت اپنے ملک اور ملک والوں سے سچی محبت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ ملک ہی کی بھلائی کرتے ہوئے اوس کی انمول جان ضایع گئی اوسکا ایک ایک فعل حب الوطنی پر مبنی تھا۔ اہل ہند میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اس حب الوطن کی ہر بات پر تقلید کرے۔

قدیم ہندوستانکا ایک محب ملک فرمانروا

ملک بلخ کو فتح کرنے کے بعد سکندر اعظم نے ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور ۳۲۷ قبل مسیح میں ایک بڑی فوج لیکر اوس نے کوہ ہندوکش کو عبور کیا۔ اور شہر نکایا (غالبًا زمانہ حال کا جلال آباد) کی طرف بڑھا۔ یہاں پہنچکر سکندر نے اپنی فوج کو بریگیڈوں یعنی دستوں میں تقسیم کیا۔ کچھ فوج دو قابل سپہ سالاروں کو ماتحتی میں دریائے انڈس کی طرف روانہ کی۔ الغرض فتوحات حاصل کرتا اور سرحدی فرقوں کو زیر کرتا ہوا سکندر اعظم دریائے انڈس پر پہونچ گیا۔ اور ادھر ایک پل باندہنے کی تیاریاں شروع کیں۔ اٹک کے قریب کشتیوں کا پل باندہکر دیوتاؤں کو قربانی چڑہائی اور تیس دن تک فوج کو آرام کرنیکی اجازت دی۔

جب سکندر کی فوج پل کے نزدیک مقیم تھی تو اوس کے پاس راجہ ٹکسیلا (تکشا سیلا) کا قاصد یہ پیغام لیکر پہونچا کہ وہ سکندر کی اطاعت قبول کرتا ہے۔ راجہ ٹکسیلا نے سکندر کی اطاعت اسلئے قبول کرلی کہ وہ اپنے دشمن راجہ پورس کو جو زمانہ حال کے جہلم۔ گجرات اور شاہ پور وغیرہ کا فرمانروا تھا نیچا دکھانا چاہتا تھا۔ سکندر نے پیغام قبول کرلیا اور دریائے انڈس کو عبور کرکے سرزمین ہند میں قدم رکھا۔

سکندر نے اس خیال سے پورس کے پاس اطاعت کا پیغام روانہ کیا کہ وہ خوف کے مارے ضرور اطاعت قبول کرے گا۔ مگر پورس سے یہ جواب ملا کہ اطاعت کی جگہ مقابلہ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلئے سکندر فوج لیکر دریائے جہلم کی طرف بڑھا جہاں پورس اپنی سرحد پر اپنی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ سکندر دریائے جہلم پر ماہ مئی سنہ ۳۲۶ قبل مسیح میں پہونچ گیا۔ مگر دریا میں طغیانی کے باعث ماہ جولائی تک دریا کو عبور نہ کر سکا ÷

آخرکار دریا کو عبور کرکے سکندر کی فوج نے پورس کی سپاہ کا مقابلہ کیا۔ کئی لڑائیوں کے بعد پورس کو شکست ہوئی۔ اور وہ زخموں سے چور چور ہو کر گرفتار کر لیا گیا۔ اوسکے ملک پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ اسکے بعد کچھ اور فرمانرواؤں نے اطاعت قبول کر لی۔ اور سکندر کے قبضہ میں وہ ملک بھی آ گیا جو دریائے چناب اور راوی کے درمیان ہے ÷

پھر اسکندر نے کچھ اور مقامات فتح کئے۔ اور دریائے بیاس پر جا پہونچا۔ اوس نے اس دریا کو عبور کرکے اپنے فتوحات کے سلسلہ کو اور ترقی دینا چاہی او سکی تھکی ماندی فوج نے قبول نکیا۔ ناچار سکندر نے شمالی و مغربی ہند کے ایک بڑے حصّہ کو فتح کرنے کے بعد فوج کو واپسی کا حکم دیا ÷

سکندر نے بھیمبر اور راجوری کے راجہ ابھی ستور کو ہندوستانی مفتوحہ ممالک میں سے ہزارہ کا نائب مقرر کیا۔ اور پورس کو جہلم اور راوی کے درمیانی ملک کا نائب۔ اور راجہ ٹکسیلا کو دریائے جہلم اور سانڈس کے درمیانی ملک کا۔ اور ان سب کے اوپر اوسنے فلپش کو حاکم بنایا۔ دریا کے راستہ سے سکندر نے کچھ فوج روانہ کی اور کئے اور ملکوں کو جو ہندوستان میں سے فتح کیا۔ اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ یہانتک کہ سرزمین ہند سے باہر ہو گیا ÷

سکندر کی وفات کے بعد جب دوبارہ سکندر کے مفتوحہ ممالک کی تقسیم عمل میں آئی تو ہندوستان اور اوسکے سرحد کے ممالک ایک یونانی سپہ سالار کے قبضہ میں آ گئے۔ لیکن اوس میں سے یونانی فاتحوں کا اثر کم ہونے لگا۔ ملک میں یونانی فاتحوں کی زبردستیوں نے

ایک عام ناراضگی پھیل گئی - اور لوگوں نے ارادہ کیا کہ یونانی حکومت سے آزاد ہو جائیں لیکن کسی کو یہ تاب نہیں ہوتی تھی کہ یونانی فرمانروا کا مقابلہ کریں - آخرکار ایک محبّ وطن نے اس کام کی ابتدا کی ؛

یہ محب ملک چندرگپت تھا - چندرگپت دوغلا تھا - کیونکہ اوسکی ماں مورا نیچ ذات کی تھی - اس لئے جس شاہی خاندان کی بنیاد ہندوستان میں چندرگپت نے ڈالی تھی اوس کا نام اپنی ماں کے نام پر موریہ رکھا - ابھی چندرگپت جوان نہ ہونے پایا تھا کہ اوس سے مگدھ کا راجہ مہاپدم نند ناخوش ہو گیا - اور اوسنے چندرگپت کو جلاوطن کر دیا ؛

یہ مہاپدم جیسا کہ مشہور ہے ایک حجام کا لڑکا تھا - جسکے حال پر مگدھ کی رانی بہت مہربان تھی - وہ اوس پر عاشق تھی - اوس کی رائے سے مہاپدم نے راجہ کو قتل کر دیا اور خود مالک تاج و تخت بن بیٹھا - چندرگپت گو دوغلا تھا لیکن اوسکی رگوں میں ایک شاہی نسل کا خون تھا - اوسسے یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ ملک پر ایک حجام حکومت کرے - اور لوگوں کو ستائے - غالباً اسی وجہ سے مہاپدم نے ناخوش ہو کر اوسے جلاوطن کر دیا - مہاپدم کے بعد اوسکا بیٹا تخت نشین ہوا - وہ حریص اور فضول خرچ اور شریر تھا - لوگ اوسکی حرکات نازیبا سے بیزار تھے ؛

چندرگپت نے ایام جلاوطنی میں ایک فوج جمع کی - اوس وقت ہندوستان یعنی شمالی ہند تو یونانیوں کی زیر حکومت تھا - مگر اون کی سختیوں سے دل برداشتہ - اور مگدھ دیش ایک ناقابل اور جابر راجہ کے زیر حکم تھا - چندرگپت نے ان دونوں کی حکومت کو مٹا کر اہل ملک کو امن دینے کا ارادہ کیا - جو فوج اوسنے ایام جلاوطنی میں جمع کی تھی اوسسے اون مقامات پر حملہ کیا جہاں مقدونیہ کی فوج قابض تھی - اوس نے اول پنجاب کو فتح کیا اور پھر مگدھ کو - اور مگدھ پر قبضہ کرنے کے بعد اوس نے اور حصے ہندوستان کے فتح کئے یہاں تک کہ ہندوستان میں سب سے زبردست فرمانروا ہو گیا ؛

چندرگپت کو یونانیوں کو ملک سے نکالنے میں ۱۰ سال لگے تھے - جب چندرگپت کل ملک پر قبضہ ہو گیا - اور اوسے کسی دشمن کا خوف نہ رہا تو اوسنے رعایا کی آرام و آسائش

اور ملک کا بہتر انتظام کرنے کی طرف توجّہ دی اور ان باتوں کو رواج دیا جو اس سے پیشتر کسی ہندوستانی فرمانروا نے روا نہیں رکھی تھیں چنانچہ اس نے ذیل کی باتوں کو رواج دیا

۱- پٹیالی پتر (موجودہ پٹنہ) کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

۲- ایک بڑی فوج فراہم کی جس میں ۶ لاکھ پیادے - ۳۰ ہزار سوار - ۹ ہزار ہاتھی جن میں سے ہر ایک پر تین سپاہی سوار ہوتے تھے - ۸ ہزار رتھ جن میں سے ہر ایک پر علاوہ رتھ بان کے ۲ سپاہی سوار ہوتے تھے - یہ کل فوج تعداد میں ۶ لاکھ ۹۰ ہزار ہوئی۔

۳- ایک فوجی محکمہ قایم کیا جس کا انتظام ۳۰ افسروں کی ایک مجلس کے سپرد تھا - یہ مجلس ۵-۵ افسروں کے ۶ بورڈ میں منقسم تھی - اول بورڈ کے سپرد محکمہ بحری تھا - دوسرے کے رسد رسانی اور کمسریٹ - تیسرے کے پیدل پلٹنیں - چوتھے کے رسالے - پانچویں کے رتھ - چھٹے کے ہاتھی۔

۴- سول انتظام - یہ انتظام محکمہ محصول کے سپرد تھا - اور ۳۰ افسروں کی مجلس کی زیر نگرانی - جو ۵-۵ افسروں کے ۶ بورڈ میں منقسم تھی - اول بورڈ کے سپرد صنعت و حرفت کی ترقی اور اس کے محصول کا کام تھا - دوسرے کے سپرد غیر ملک والوں کی آرام - آسایش - نگرانی - مقدمات وغیرہ - تیسرے کے فوتی پیدایش - چوتھے کے تجارت - اوزان ناپ و تول تجارتی چیزوں کا تشخیص محصول وغیرہ پانچویں کے دستکاریاں - چھٹے کے چیزوں کا فروخت پر عشر یا قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا۔

۵- صوبوں کا انتظام - یہ صوبہ داروں کے ذریعہ سے کرایا جاتا تھا۔

۶- اخبار نویس یہ صوبوں کے حکام کے افعال و انتظام سے متعلق خفیہ رپوٹیں چندر گپت کے پاس روانہ کرتے تھے۔

۷- قانون تعزیرات - اس قانون کی رو سے مختلف قسم کے جرایم کی مختلف سزائیں دی جاتی تھیں۔

۸۔ محکمہ مالگذاری۔ آراضی کا محصول تجویز اور وصول کرتا تھا۔
۹۔ محکمہ آبپاشی۔ اسکے سپرد زمین کی پیمائش اور پانی کی مقدار اور اسکے محصول وغیرہ کا کام تھا۔
۱۰۔ محکمہ پبلک ورکس۔ اس کے سپرد سڑکوں۔ اور سرکاری عمارات وغیرہ کا کام تھا۔

الغرض چندر گپت نے جو بڑا محب ملک تھا۔ ملک کو نہ صرف غیر ملک والوں اور غیر جابر راجہ کی حکومت ہی سے آزاد کیا۔ بلکہ ایسی باتوں کو رواج دیا جنکے اثر سے رعایا خوشحال و شاد اور ملک زرخیز و آباد تھا۔

راجہ ادھیراج

مہاراجہ اشوک جس نے ۴۰ سال حکومت کی ۲۷۲ قبل مسیح میں مگدہ دیش کے تخت پر متمکن ہوا اور عنان حکومت ہاتھ میں لیکر امن و انصاف اور رحمدلی کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔ اشوک نہ صرف اسلئے ایک قابل قدر اور قابل فخر شخص ہے کہ وہ چکرورتی راجہ ہوا اور راجہ آدھیراج کہلایا۔ بلکہ اسلئے کہ جس سچائی کو خود اوسنے محسوس کیا اوسے دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر پھیلا کر دوسروں کو بھی اوس سے محروم نہ رکھا۔ سچ ہے وہ بھی انسان کے تیسرے حصے پر اوس سچائی کو چھوڑ گیا۔

اشوک کی حکمرانی کے اول ۸ سال کے حالات ابتک بہت ہی کم معلوم ہوئے ہیں نویں سال اوسنے کالنگہ کو جو خلیج بنگال کے ساحل پر تھا فتح کیا۔ اس جنگ میں بہت کشت و خون ہوا۔ اور بہت سے دشمن قید کر لئے گئے۔ اشوک نے ملک تو فتح کر لیا۔ لیکن اوسکی طبیعت جنگ کے ہولناک نتائج سے بہت متاثر ہوئی۔ اس اثر کا حال اوس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو اوس نے ملک کالنگہ میں کندہ کرایا۔

اشوک کے عہد حکومت کا جنگی کارنامہ صرف فتح کالنگہ ہے۔ جسکے بعد اس

اوسنے باقی زندگی ملک کے اندرونی نظم و نسق اور بدھ مذہب کی اشاعت اور اخلاق اور رحمدلی میں گذاردی ان باتوں ہی سے اوسکا نام نیک یادگار رہ گیا۔ لوگ اوس کی حکمرانی سے بہت خوش اور خوشحال رہے ؛

فتح کالنگ کے بعد ہی اشوک نے بدھ مذہب کی اشاعت اور اخلاق و راستبازی وغیرہ کے اصول کو رواج دینا شروع کیا۔ چونکہ اوسکی مذہبی کوششیں ہمارے مدعا سے متعلق نہیں۔ اسلئے ہم اونہیں قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ البتہ اون کوششوں کی بابت اتنا کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اوسنے اشاعت مذہب میں اوس جبر و تشدد کو روا نہیں رکھا جو بہت لوگوں اور قوموں کی طرف سے ظہور میں آیا۔ اوسکی اشاعت میں بھی اوسنے اخلاق اور رحمدلی سے کام لیا۔ وہ دوسروں کے مذہب کی عزت کرتا تھا۔ ہمارے عنوان کا مدعا چونکہ حب الوطنی ہے اسلئے اشوک کی صرف اون ہی باتوں کا ذکر کرینگے جو اس عنوان کے تحت میں آسکتی ہیں ؛

پایہ تخت کا انتظام تو خود اشوک کرتا تھا۔ لیکن باقی سلطنت کا انتظام شاہی خاندان کے قابل لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو ویسرائے کہلاتے تھے۔ یہ تعداد میں چار تھے۔ اشوک کو عمارتیں بنوانیکا بڑا ہی شوق تھا۔ اوس نے ہزارہا عمارتیں بنوائیں۔ اوسنے اخلاق وغیرہ کی اشاعت سے متعلق فرمان جاری کئے اور اپنے احکام کو پتھر کے ستونوں۔ غاروں اور چٹانوں پر کندہ کرآیا۔ کسی ملک اور قوم کی تاریخ میں ایسی نظیر نہیں ملتی کہ رعایا کے اخلاق کی درستی اور تہذیب کی ترقی وغیرہ کیلئے کسی بادشاہ نے اتنی کوشش کی ہو جتنی کہ اشوک نے کی۔ اوس نے ایک کتبہ اسبارہ میں جاری کیا اور جابجا کندہ کرآیا کہ

”ماں باپ کے حکم کی اطاعت کرو۔ اونکی عزت کرو“

”استاد کا ادب کرو۔ رشتہ داروں کی رعایت“

”کرو“

اشوک دوسرے مذاہب کے ساتھ عالی ظرف تھا۔ اون کے ماننے والوں کے عقاید سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اور اونکو آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرایض ادا کرنے دیتا تھا۔ جیسا کہ خاص حکم نمبر ۱۲ سے ظاہر ہے ؛

"میں ہر فرقہ اور ہر مذہب کی یکساں قدر کرتا ہوں اور"
"اُن کی ترقی دل سے چاہتا ہوں۔ میں جو ہر مذہب کی قدر"
"کرتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذاہب پر کامل"
"اعتقاد رکھے گا۔ اور دوسرے مذاہب کی توہین نہ کرے گا کہ"
"میرا ہی مذہب سب سے اچھا ہے۔ اور دوسروں کا خراب۔ میری دلی"
"خواہش ہے کہ ہر ایک مذہب کے لوگ گیان دھرم میں ترقی کریں"
"کیونکہ سب کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ اسلئے تہا آتر مقرر کر دی جاتی ہیں جو"
"سبکی نگران کریں۔ اس سے ہر مذہب والوں کو فائدہ ہو گا۔"

اشوک نے اپنی رعایا کو یہ تاکید کی کہ اپنے ہمسایہ کے مذہب کی بُرائی کرنے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ سارے مذاہب گو بظاہر ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں مگر ضبط اور دلی پاکیزگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ لوگوں کو مذاہب کی برائی کرنے سے روکنے کے لئے اوس نے یہ قید لگا دی کہ وہ بدزبانی اور سخت کلامی سے باز رہیں۔

اشوک نے خود بھی اس پر عمل کیا۔ اور ہر فرقہ اور ہر مذہب کے پیشواؤں اور ماننے والوں کی تعظیم کرتا۔ اون کو خیرات دیتا۔ اور اون کی ہر طرح پر دل سے مدد کرتا تھا۔ چنانچہ کتبہ ششم میں اوس نے یہ حکم جاری کیا کہ۔

"چاہے کسی قسم کا فقیر ہو۔ مگر کوئی اوسے نہ چھیڑے۔ سب کی"
"کوشش درستیٔ اخلاق میں اور باہم مدد میں ہو۔"

اشوک بڑا فیاض اور سخی تھا۔ وہ کھلے دل سے ہر شخص کو خیرات اور دان دیتا تھا۔ مگر سب سے اچھا دان وہ درستی اخلاق کی تعلیم کو جانتا تھا چنانچہ ایک کتبہ سے یہ بات ظاہر ہے۔

"دھرم دان سے بڑھکر کوئی دان نہیں۔ والدین کی اطاعت کے"
"علاوہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے ساتھ نیکی"

"سلوک میں بھی فرائض انسانی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے دونوں
جہان میں راحت ملتی ہے"

اشوک ظاہری رسوم و رواج کا زیادہ قائل نہیں تھا۔ بلکہ دلی رسوم و رواج کا۔ اوسکا خیال تھا کہ جس طرح سچی فیاضی دھرم اور اخلاق اور علم کی اشاعت سے مراد ہے اوسی طرح سچی رسوم سے مراد یہ ہے کہ لوگ اخلاقی قوانین پر دل سے عمل کریں۔ غلاموں اور نوکروں سے نیک سلوک کریں۔ بڑوں اور اوستاد کی عزت کریں۔ کسی کی جان نہ لیں۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ جو بات کریں اوسکا تعلق دل سے ہو۔ اوسنے لوگوں کو سکھایا کہ رحمدلی سخاوت حق پرستی۔ راستبازی۔ پاکدامنی۔ حلم۔ اور زہد و تقوے کی پابندی دل سے کیجائے۔ ان باتوں سے متعلق اوسنے احکام جاری کئے۔

اشوک نے یہ بھی حکم جاری کیا کہ صوبوں اور ضلعوں کے حکام دورہ کریں اور دورے میں ایسی مجالس منعقد کریں جن میں وہ لوگوں کو فرائض انسانی کی تعلیم دیں۔ اشوک نے سال میں خاص خاص دن بھی ان مجالس کے انعقاد کے لئے مقرر کئے۔ حکام کی خدمات میں ان مجالس کا انعقاد بھی داخل و شامل تھا۔

اشوک نے حیوانات کی رکھشا کرنا اور والدین کی اطاعت کرنے سے متعلق قوانین کی دیکھ بھال اور انکا عملدرآمد کرانے کے لئے حکام مقرر کئے ان کو خاص طور پر یہ تاکید کی گئی تھی کہ ہر قوم اور ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگوں سے تعلق رکھیں۔ نیز شاہی خاندان کے لوگوں سے بھی تعلق رکھنے کی تاکید تھی۔ عورتوں کے اخلاق کی نگرانی اور تعلیم کے متعلق خاص حکام مقرر کئے گئے تھے۔ جانوروں وغیرہ کی بابت اشوک نے یہ فرمان کندہ کرایا تھا۔

"سیکڑوں برس سے جانور مارے جاتے ہیں۔ والدین اور
برہمنوں کا ادب جیسا کہ لازم و واجب ہے۔
کوئی نہیں کرتا ہے۔ اب میں سیکڑوں برس گذشتہ کے دھرم کو بتلاتا"

"ہوں کہ جانوروں کے ہلاک کرنے سے باز آؤ۔ میں اسپر"
"خود عمل کرتا ہوں۔ اور دوسرے بھی اوسپر عمل کریں۔ کیونکہ اون"
"پھر میری اولاد بھی عمل کرتی رہے گی"

اشوک نے اسی پر اکتفا نہیں کی کہ جانوروں کے قتل سے لوگوں کو روکا۔ بلکہ اون کے لئے شفاخانے بھی قایم کئے گئے۔ سورت اور بمبئی میں جو شفاخانے حیوانات کے لئے اب سے کچھ عرصہ پیشتر تھے اور شاید اب بھی ہیں وہ یا تو اشوک کے وقت کی یادگار خیال کئے جاتے ہیں اور یا اون کی تقلید۔ اون میں بیمار حیوانوں کا علاج کیا جاتا تہا۔ سورت میں سنہ ۱۶۸۰ء میں ایک ہسپتال حیوانوں کا تہا۔ جس میں گھوڑے۔ خچر۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری۔ بندر۔ مرغی وغیرہ۔ کبوتر۔ اور دیگر پرند و چرند کا علاج کیا جاتا تہا۔ چوہوں۔ کھٹملوں۔ اور حشرات کی پرورش کی جاتی تہی۔

انسانوں کے لئے بھی شفاخانے تھے۔ انسانوں اور حیوانوں دونوں کی راحت کے لئے سڑکوں کے کنارے سایہ دار اور پھلدار درخت لگائے گئے۔ کنوئیں کھدوائے گئے۔ سرائیں تعمیر کرائی گئیں۔ شفاخانوں اور سرائیوں میں ادویہ اور سامان خورونوش سرکار کی طرف سے رکھا جاتا تہا۔

اشوک نے پردیسیوں کی راحت اور دکھ درد کے رفع کرنے کے لئے بھی سامان کیا۔ اور حکام کو حکم دیا کہ پردیسی بیماروں کا علاج کرایا جائے۔ اونکی راحت کا سامان مہیا کیا جائے۔ اون کے مقدمات میں انصاف کو روا رکہا جائے۔ اونہیں میری سلطنت میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اونکے سفر کا انتظام کیا جائے۔

اشوک انصاف اور داد رسی کا اسقدر دلدادہ تہا کہ اوسنے یہ حکم جاری کیا کہ میری رعایا میں ہر شخص مجھے ہر وقت اور ہر جگہ مل سکتا اور اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے کوئی کسی کو میرے پاس کسی حالت میں بھی آنے سے نہ روکے۔ اشوک نے حکام کو بھی تاکید کی کہ وہ بھی اس اصول کی پابندی کریں۔ اور فی الفور فریادی کی فریاد سنکر

اونکا انتظام کریں - وہ خود بھی ایسا ہی کرتا تھا ۔

اشوک اپنے حکومت کے گیارھویں سال میں شکار کھیلنا چھوڑ دیا اور دوسروں کو بھی بے زبان حیوانات کا شکار کرنے سے روکدیا اوسکے دلمیں اسقدر رحم تھا کہ وہ چیونٹی کو بھی تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا ۔

اشوک نے انصاف وعدل کے بارہ میں یہ حکم بھی جاری کیا کہ بوڑھوں اور کمزوروں کو جرایم کی بہت ہلکی سزا دیجائے - اور کسی کو خلاف انصاف اور نہ زیادہ سزا دیجائے - اگر کہیں ایسا ہو بھی جائے تو سزا کا حکم منسوخ کردیا جائے - جن لوگوں کا کنبہ بڑا ہوا ونکو بھی ہلکی اور تھوڑے دن کی سزا دیجائے - یا جن لوگوں نے ناگہانی طور پر یا کسی مصیبت سے بچنے کے لئے جرم کا ارتکاب کیا ہو اونکو بھی کم سزا ملے ۔

اشوک اپنی رعایا کے ساتھہ دلی محبت رکھتا تھا - اوسکی خواہش تھی کہ اوسکی رعایا ہر طرح پر خوش وخورم رہے - اوسکے ساتھہ انصاف کا برتاؤ کیا جائے - وہ اخلاق سیکھے اور کوئی کسی کو دکھ نہ دے - وہ اپنے کو رعایا کا باپ جانتا اور کہتا تھا اور رعایا کو اولاد سمجھتا تھا - اوسکی یہی باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ سچا محب ملک تھا - محب ملک وہی بادشاہ کہلاتا ہے جو رعایا کا خیرخواہ ہو ۔

بنجمن فرینکلن

سن پیدایش سنہ ۱۷۰۶ع - سن وفات سنہ ۱۷۹۰ع

فرینکلن امریکا کے سائنٹفک ایجاد وں - کفایت شعاری کے لئے اصول اور محنت سکھانے والی زندگی اور اپنی مفید رایوں - صلاحوں اور ملکی خدمات کے

ذریعہ سے امریکہ جمہوری سلطنت قایم کرنے میں فرینکلن کی مدد دی *

فرینکلن کی ملکی زندگی کا آغاز سنہ ١٧٣٦ء سے ہوتا ہے جبکہ جنرل اسمبلی کا منشی مقرر کیا گیا تھا - سنہ ١٧٥١ء تک وہ بہت سی ملکی خدمات انجام دیتا رہا - جب سنہ ١٧٥٤ء میں امریکہ اور فرانس میں جنگ شروع ہونے کے آثار پیدا ہوئے تو فرینکلن پنسلوانیہ کی طرف سے مختلف نوآبادیوں کی کانگریس میں قایم مقام کی حیثیت سے شریک ہوا اوسنے کانگریس میں یہ تجویز پیش کی کہ نوآبادیوں کو اپنے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا چاہئیں اور ایک پریسیڈنٹ اپنے لئے مقرر کرنا چاہیئے - اگر یہ تجویز منظور ہو جاتی تو انگلستان کو نوآبادیوں پر محصول وغیرہ لگانے کی جرات ہی نہ ہوتی اور نہ وہ جنگ ہونے پاتی جس میں انگلستان و امریکہ کی بیحد دولت صرف ہوئی اور ہزاروں جانیں ضایع گئیں اور جسکا انجام امریکہ کی خود مختاری ہوا *

جب پارلیمنٹ انگلستان نے امریکن نوآبادیوں پر ٹیکس لگایا تو نوآبادیوں نے ایک درخواست اون کے خلاف شاہ انگلستان کی خدمت میں بسر کردگی فرینکلن کے روانہ کی - فرینکلن لارڈ گرینوائل سے ملا اور اوس سے کہا کہ ٹیکس ہی کل امریکہ میں بغاوت اور خود مختاری کا تخم بو ئیں گے - اسپر لارڈ گرینوائل نے کہا کہ "تم امریکہ والے اپنے ملک کے نظام حکومت کے بارہ میں جو خیالات رکھتے ہو وہ اچھے نہیں ہیں - تم یہ عذر کرتے ہو کہ بادشاہ جو ہدایت اپنے گورنروں کو روانہ کرتا ہے وہ قوانین نہیں ہیں - اور تم خیال کرتے ہو کہ تمہیں اون ہدایات کو اچھا یا برا سمجھنے کی آزادی حاصل ہے - لیکن یہ ہدایات اون ہدایات کی مانند نہیں ہیں جو کسی ایسے وزیر کو دیجاتی ہیں جو غیر ملک میں کسی رسم کے ادا کرنے کیلئے جاتا ہو تاکہ اون ہدایات کا وہ اپنے رویہ پر عمل کرے - یہ ہدایات اول تو قانون دان فاضل جج مرتب کرتے ہیں - اسکے بعد اون پر کونسل میں غور کیا جاتا - اون پر بحث کیجاتی - اون کی ترمیم کیجاتی ہے - اسکے بعد اون پر بادشاہ کے دستخط کرائے جاتے ہیں - اوسوقت وہ جہاں تک کہ اونکا تعلق تم لوگوں سے ہے - ملک کا قانون

ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ بادشاہ نو آبادیوں کے لئے قانون بنانے والا ہے۔

اسکا جواب فرینکلن نے نہایت بیباکی کیساتھ یہ دیا کہ "یہ تو ایک نیا مسئلہ اور نئی منطق ہے۔ میں نے تو نو آبادیوں کے فرامین سے یہ سمجھا تھا کہ نو آبادیوں کے لئے قوانین فقط نو آبادیوں کی مجالس بنائیں گی۔ ان قوانین کو بادشاہ منظور کرلے گا اور بعد منظوری کے کہ بادشاہ نہ اونکو منسوخ اور نہ اونکی ترمیم کرسکے گا"۔

فرینکلن سنہ ۱۷۶۲ء میں امریکہ واپس گیا۔ اس عرصہ میں اوسنے انگلستان کے علاوہ یورپ کے دیگر مقامات کا سفر کیا۔ بڑے بڑے لوگوں سے راہ ورسم پیدا کی سنہ ۱۷۶۴ء میں وزیر انگلستان یعنی لارڈ گرنیوائل نے امریکہ سے قایم مقام طلب کرکے جن میں فرینکلن بھی تھا یہ رائے پیش کی کہ جنگ فرانس سے انگلستان کے خزانہ پر قرضہ ہو گیا ہے اسلئے امریکہ پر ٹیکس لگایا جائیگا۔ فرینکلن نے اس کی مخالفت کی اور وزرا سے ملکر ٹیکس نہ لگانے کی رائے دی۔ لیکن کسی نے نہ مانا۔ فرینکلن نے علاقانون پرایویٹ خط وکتابت اور اخبارون میں مضامین لکھنے کے ذریعہ سے ٹیکس کی سخت مخالفت کی۔ لیکن جب نتیجہ حسب مرضی نہ نکلا تو اوسے بڑی ہی مایوسی ہوئی۔

قانون اسٹامپ کی منسوخی میں فرینکلن نے بڑی ہی کوشش کی جس میں وہ کامیاب رہا۔ اس سے امریکہ والوں کو خوشی ہوئی اور فرینکلن کی عزت بڑھ گئی لیکن انگلستان والے ناخوش ہوگئے۔ اور اونھوں نے دوبارہ اور قسم کا ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا۔ فرینکلن انگلستان میں رہا اور اس کوشش میں مصروف رہا کہ انگلستان اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی جاتی رہے۔ اوسنے ملک کے نفع کے ہر موقع پر یہ اظہار کیا کہ:۔

"پارلیمنٹ انگلستان کو کسی حالت میں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ"
"کوئی ایسا قانون بناسکے جو نو آبادیوں پر فرض ہوجائے"
"یہ کہ بادشاہ۔ ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز مجموعی حیثیت سے"

"دو کے فرمانروا ہیں۔ ایک شاہ انگلستان دوسرے نوآبادیوں کی مجلس کے"
"نوآبادیوں کے رہنے والوں کے واسطے"
"ضروری قوانین بنانے والا ہو سکتا ہے"

فرینکلن کی کوشش بیکار گئی۔ نہ بادشاہ نے اور نہ پارلیمنٹ نے اوسکی باتوں پر دھیان دیا۔ ہاؤس آف لارڈز نے اوس کا مضحکا اوڑایا۔ وہ ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کے عہدے سے برخاست کر دیا گیا۔ مزید براں اوس کی جان بھی معرض خطر میں پڑ گئی۔ ان باتوں پر وہ امریکہ واپس چلا گیا ۔

جس دن وہ امریکہ واپس پہونچا اوس کے دوسرے ہی دن وہ نوآبادیوں کی اوس کانگریس کا قایم مقام منتخب کیا گیا جو فلاڈلفیہ میں اجلاس کر رہی تھی۔ اور کانگریس کی دس کمیٹیوں میں شریک رہا۔ کانگریس نے اوسے نوآبادیوں کا پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر کیا ۔

اسکے بعد وہ اوس کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا جن نے "آزادی نامہ" مرتب کیا تھا پھر جنگ کے بعد وہ امیر البحر لارڈ ہوز کے ساتھ صلح کے متعلق بحث کرنے کے لئے منتخب کیا گیا ۔

فرینکلن نہ صرف ایک نہایت مشہور اخبار نویس۔ مدبّر، منتظم اور فلاسفر ہی تھا۔ بلکہ سچّا محبّ ملک۔ جیسا کہ اوسکے کارناموں سے ثابت ہوتا ہے۔ اوسنے اپنی نصف سے زیادہ عمر ملکی خدمت میں صرف کی۔ مگر کبھی ایک کوڑی بھی معاوضہ میں نہیں لی۔ اوسنے نہ تو اپنی ملک کی خدمت اور نہ علمی خدمت سے کوئی مالی نفع اوٹھانے کی کوشش کی۔ اوسکی زندگی گواہی دے رہی ہے کہ وہ خود غرض نہیں تھا۔ وہ ملک کے فائدہ کو ذاتی فائدہ پر ترجیح دیتا تھا۔ ساری دُنیا اوس کے ان اوصاف کی قائل ہے اور اسکی زندگی کے حالات کا مطالعہ اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ کسی اور شخص کی زندگی کے حالات کا نہ کیا گیا اور نہ کیا جاسکیگا ۔

جان آنڈری

جب امریکہ نے انگلستان سے آزادی کی جنگ شروع کی تو امریکہ اور انگلستان دونوں نے اپنے اپنے ملک کی بہبودی کے لئے جان لڑا دی۔ جو انگریزی فوج امریکہ والوں کے مقابلے کے لئے روانہ کی گئی۔ اوس میں جان آنڈری بھی تھا ۔

آنڈری سنہ ۱۷۵۱ء میں لندن میں پیدا ہوا۔ جب امریکہ سے جنگ چھڑی تو وہ اپنے باپ کے کاروبار میں مدد دیتا تھا۔ چونکہ وہ ایک حوصلہ مند جوان تھا۔ اسلئے اوسے بھی فوج میں ایک آسامی پر مقرر کرکے امریکہ روانہ کیا گیا۔ جہاں وہ اپنی قابلیت سے انگریزی سپہ سالار سر ہنری کلنٹن کے مصاحب کی آسامی پر پہونچ گیا۔ اور اپنی ملکی خدمات کے ذریعہ سے سنہ ۱۷۸۰ء میں انگریزی افواج کا ایڈجوٹنٹ جنرل بنا دیا گیا ۔

سپاہ امریکہ میں ایک جنرل آرنلڈ بھی تھا جسنے امریکن نوآبادیوں کی بھلائی اور ”آزادی کی جنگ“ میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے لیکن اوس کے ہمعصر فوجی افسروں نے اوسکے ساتھ کسی وجہ سے بُرا سلوک کیا۔ آرنلڈ نے اس بدسلوکی کو اپنی ہتک محمول کیا۔ اور ملک کا دشمن ہوگیا۔ اوسنے بدخواہی پر یہانتک کمر باندھی کہ انگریزوں کا قبضہ قلعہ ویسٹ پوئنٹ پر جو دریائے ہڈسن کے دہانہ پر تھا اور جسپر قبضہ ہونے سے انگریز امریکہ پر آسانی سے قابض ہوسکتے کرا دینے کیلئے کارروائی شروع کی۔ جب اوسنے اپنے ارادہ سے انگریزی سپہ سالار کو مطلع کیا تو انگریزی سپہ سالار نے اوسکی تجویز کو جو انگلستان کے حق میں مفید تھی قبول کر لیا اسوقت یہ فکر ہوئی کہ کسی شخص کو آرنلڈ کے پاس معاملے کے تصفیہ کرنے کے لئے روانہ کیا جائے۔ جو کوئی بھی آرنلڈ کے پاس روانہ کیا جاتا اوسکی جان کا خطرہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ امریکہ والوں کے ہاتھ میں پڑ جاتا تو وہ اوسے قتل کر ڈالتے ۔

اکثر افسر ہچکچا لیے تھے۔ مگر انڈری بالکل آمادہ تھا۔ کیونکہ اوس کے دل میں ملک کے ساتھ بھلائی کرنے کی بڑی خواہش تھی جیسی کہ محبّان ملک کے دلوں میں ہوا کرتی ہے چنانچہ اوسی کو آرنلڈ کے پاس روانہ کیا گیا۔ وہ ایک جہاز میں سوار ہو کر ساحل امریکہ پر پہونچا۔ اور عارضی صلح کا جھنڈا بلند کر کے اوسنے آرنلڈ سے ملاقات کی۔ لیکن گفتگو ختم ہونے سے پیشتر ہی امریکہ کے قلعہ سے انگریزی جہاز پر گولہ باری شروع ہوگئی اور غرق کر دیا گیا۔

جس راستہ سے انڈری گیا تھا اوس سے اب اوسکی واپسی ناممکن ہوگئی۔ اسلئے اوسنے امریکن فوج کی بارک میں اپنے رہبر اسمتھ کے ہاں رات گزاری۔ اگر امریکہ والوں کو اوسکی طرف سے ذرا بھی شبہ ہو جاتا تو اوسے فی الفور ہلاک کر دیتے۔ رات بڑی فکر کی حالت میں گزار کر انڈری صبح ہوتے ہی خشکی کے راستہ سے نیویارک کو روانہ ہوا۔ چونکہ انڈری اور اسمتھ دونوں ہی کے پاس جنرل آرنلڈ کی طرف سے راہداری کے پروانے تھے اسلئے اون کے ساتھ امریکہ والوں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور دونوں امریکن فوج میں ہو کر نکل گئے۔

دوسرے دن جب اسمتھ یہ معلوم کر چکا کہ اب انڈری کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے تو وہ اوس سے رخصت ہوا۔ اور اوسے انگریزی فوج سے تھوڑے ہی فاصلہ پر چھوڑ کر اپنی قیامگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس موقع پر انڈری کی طرف سے امریکہ کی ملیشیا فوج کے لوگوں کو کچھ شبہ ہو گیا۔ اونھوں نے اوسی گرفتار کر لیا۔ اور جلد تر اوسکو واشنگٹن کے پاس لے گئے۔ واشنگٹن نے اوسے جنگی عدالت میں بھیجدیا۔ اگرچہ انگریزی سپہ سالار نے انڈری کی جان بچانے کے لئے بیحد کوشش کی۔ مگر عدالت نے انڈری پر قتل کا فتوےٰ صادر کر دیا اور اوسے ۲ر اکتوبر ۱۷۸۰ء کو بحیثیت ایک جاسوس کے ٹپّن کے مقام قتل کرا دیا گیا۔ اوسپر قتل کا فتوےٰ اسلئے لگایا تھا کہ وہ بھیس بدلکر امریکہ کی فوج کی بارکوں میں گیا تھا۔ کل انگریزی فوج نے اوسکا ماتم کیا۔ اور گورنمنٹ انگلستان نے اوس کا ایک بت ویسٹ منسٹر ایبی میں قایم کیا۔ کیونکہ اوس نے

اپنے ملک کی خاطر اپنی جان قربان کردی ✦

انقلاب امریکہ

امریکن نوآبادیوں میں انقلاب کی ابتدا جو امریکہ میں "آزادی کی جنگ" کا باعث شاہ جارج سویم کے زمانہ میں ہوئی شاہ جارج سے پیشتر فرمانروایان انگلستان اوس ملکی فریق میں سے وزرا کو منتخب کرتے تھے جو طاقتور ہوتا تھا۔ لیکن جارج نے اس اصول پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ اوس کے برعکس۔ وہ اس بات کا خواہاں تھا کہ اپنے پسند کے وزیر رکھے۔ اور اپنی خاص پالیسی پر عمل کرے۔ دراصل وہ فرمانروائی نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ حقیقی حکمران۔ پس اوسنے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ لوگوں کو عہدے دیکر اپنی رائے کی تائید کرانے لگا۔ اس طریقہ میں کئے بار مجلس وزرا کا انتخاب کیا گیا۔ مگر بوجوہ چند در چند اس سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا ✦

جارج وہگ پارٹی کے لوگوں سے نفرت کرتا تھا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو پٹ اور نیو کیسل مجلس وزرا میں تھے۔ ان دونوں کا پارلیمنٹ میں بڑا زور اور رسوخ تھا۔ جارج نے تخت نشینی کے بعد ہی ٹوری فرقہ کے ایک شخص لارڈ بیوٹ کو جو جارج کے خانگی کاروبار کے انتظام پر مقرر تھا سکرٹری آف اسٹیٹ کا عہدہ عطا کیا اسکے بعد ہی پٹ نے جو وزیر اعظم تھا استعفا دیدیا۔ اور کچھ عرصہ بعد نیوکیسل بھی مستعفی ہوگیا۔ اب کیا تھا۔ جارج کو اپنی دلی منشا کے پورا کرنے کا عمدہ موقع ملگیا۔ اوسنے دو سال ہی کے عرصہ بعد ٹوری فرقہ کے لوگوں کو مجلس وزرا میں داخل کرالیا۔ اور ۱۷۶۲ء میں لارڈ بیوٹ کو جو ملکی معاملات کا مطلق تجربہ نہیں رکھتا تھا۔

وزیر اعظم کے منصب پر مامور کردیا ✤

مسٹر فاکس جو وہگ فرقہ میں سے تہا وہ ٹوری فرقہ میں شامل ہوگیا اور سے شاہ جارج نے لارڈ بنا دیا - اور جن لوگوں نے فاکس کی مخالفت کی اونہیں سرکاری عہدوں سے خارج کردیا - اس سے مجلس وزرا کے خلاف ایک ناراضی پہیل گئی - جب لارڈ بیوٹ نے جنگ اسپین کا خرچ ایک ٹیکس کے ذریعہ سے ادا کرنا چاہا تو لوگوں نے اسقدر مخالفت کی کہ بیوٹ کو مستعفی ہونا پڑا - مگر اسپر بہی وہ بادشاہ کا دوست رہا اور اوسے مشورے دیتا رہا ✤

بیوٹ کے بعد جارج نے گرینوائل کو وزیر اعظم بنایا - اور سکے ساتہ لارڈ اگریمونٹ اور لارڈ ہالیفکس بہی مجلس وزرا میں شامل ہوگئے - اسوقت تک جارج نے کوشش کرکے ہاؤس آف کامنز میں ایک ایسا گروہ پیدا کرلیا تہا جو نہ تو وہگ فرقہ کی طرفداری کرتا تہا اور نہ ٹوری کی - بلکہ وہ جارج کے مطابق اور سکے وزرا کے خلاف رائے دیتا تہا - اگرچہ اب بہی پارلیمنٹ میں وہگ فرقہ والوں کا زور تہا - لیکن اون کے لوگوں میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا تہا - اس لئے جارج اونپر آسانی کے ساتہ فتح حاصل کرلیتا تہا ✤

گرینوائل نے اول تو پٹ کو وزارت میں داخل کرنا چاہا - لیکن جب پٹ نے انکار کردیا تو ڈیوک آف بیڈفرڈ کو داخل کرکے اپنی طاقت کو بڑہا لیا گرینوائل منتظم تہا - مگر مدبر نہیں - اسلئے اوسے وزارت میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ✤

جان ولکیز نے اپنے رسالہ نارتھ برٹن کے ایک مضمون میں یہ لکھدیا کہ [illegible] شاہ جارج نے اپنی تقریر میں ایک جھوٹی بات کہی ہے [illegible] کہ بادشاہ کی اسپیچ وزرا تیار کرتے ہیں - اسلئے بادشاہ کو ایسے [illegible] نہیں دینا چاہئے - کیونکہ بادشاہ ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاتا - لیکن [illegible] تحریر کو اپنی ذات کے خلاف مانا - اور وزرا سے کہا کہ ولکیز

کو سزا دیجائے - چنانچہ ولکیز گرفتار کر لیا گیا - اول تو ولکیز کی گرفتاری ہی ایک غلطی تہی - لیکن وزرا جارج کے حکم سے سر نہ پہیر سکے - دوسرے یہ کہ جس بات پر اوسے گرفتار کرایا گیا اوسپر وہ گرفتار نہیں ہو سکتا تہا - کیونکہ وہ پارلیمنٹ کا ممبر تہا - اور پارلیمنٹ کا ممبر بغاوت - یا خلل امن یا قتل کے جرم میں گرفتار ہو سکتا تہا - ان وجوہات سے سارے ملک کو ولکیز سے ہمدردی پیدا ہو گئی - الغرض یہ کہ اوسکا چالان کیا گیا - مگر عدالت سے وہ رہا ہو گیا - اوسنے اور اخبار چہاپنے والے نے بادشاہ کے قاصدوں پر دعوے کر کے ہرجہ کی ڈگری حاصل کر لی - اسپر ہاوس آف کامنز نے ولکیز کو "بغاوت انگیز تہک" کا مضمون چہاپنے کا الزام لگا کر ہاوس سے خارج کر دیا - یہ بہی بادشاہ کے اثر سے ہوا - اسپر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب پارلیمنٹ لوگوں کے حقوق کی حامی نہیں رہی - بلکہ بادشاہ کی مرضی کی پوری کرنے والی ہے - اس سے ولکیز کی حمایت میں جابجا ہنگامے برپا ہوئے - لیکن پارلیمنٹ کے قانون کے خلاف کسی کی کچہہ بہی پیش نہ گئی یہ سب کچہہ گرینوائل کی غلطی سے ظہور میں آیا ؛

گرینوائل کی دوسری غلطی یہ تہی کہ اوسنے امریکہ کی نوآبادیوں پر ٹیکس لگا دیا - گذشتہ جنگ میں انگلستان کو بہت سا روپیہ خرچ کرنا پڑا تہا - گرینوائل نے اس خرچ کا ایک حصہ امریکن نوآبادیوں کے ذمہ ڈالدیا - نوآبادیاں اس صحیح عذر پر ٹیکس دینا نہیں چاہتی تہیں کہ پارلیمنٹ میں جہاں سے ٹیکس کی منظوری ہوتی ہے اونکا کوئی قایم مقام نہیں تہا - گرینوائل نے ۱۷۶۴ء میں تجارتی مال پر بحری محصول کا ایک قانون منظور کرا لیا اور ساتہہ ہی اعلان کر دیا کہ نوآبادیوں پر جلد تر ایک "قانون اسٹامپ" بہی جاری کیا جائے گا - اسکے بعد ہی گرینوائل نے اسپین کی نوآبادیوں کے ساتھ امریکن نوآبادیوں کو تجارت کرنے سے منع کیا ؛

ان باتوں سے نوآبادیوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور ۱۳ میں ۶ نوآبادیوں نے قانون اسٹامپ وغیرہ کے خلاف عذر کیا - لیکن اسپر بہی قانون

اسٹامپ جاری کر دیا گیا۔ اس قانون کی رو سے تمام کاروباری کاغذات مثلاً۔ رسید۔ چیک۔ ہنڈی۔ وصیت نامہ وغیرہ پر ایک خاص رقم کا ٹکٹ لگانا پڑتا۔ یہ ٹکٹ نوآبادیوں کو انگلستان سے خریدنا پڑتا۔ نوآبادیوں نے ارادہ کرلیا کہ وہ اس ٹکٹ کو کبھی نہیں خریدینگی۔

جب انگلستان اور امریکن نوآبادیوں کے تعلقات میں ایک کشیدگی پیدا ہوگئی تو گرینوائل وزارت سے مستعفی ہوگیا۔ یہ ۱۷۶۵ء کا واقعہ ہے۔ اس پر شاہ جارج نے پٹ کو وزیراعظم کے منصب پر مامور کرنا چاہا۔ مگر اوس نے قبول نہیں کیا۔ اسلئے بادشاہ نے راکنگھم کو وزیراعظم بنایا۔ راکنگھم کے عہد میں وزارت وہگ فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ اگرچہ یہ وزارت ایک ہی سال رہی۔ لیکن اوس نے "قانون اسٹامپ" کو منسوخ کر دیا۔ اور اوس وارنٹ کو بھی ناجایز ٹھیرایا جو شبہ کے اوپر جاری ہو سکتا تھا۔ لیکن اسی وزارت کے زمانہ میں یہ قانون بھی جاری کیا گیا کہ انگلستان کو امریکن نوآبادیوں پر ٹکس لگانے اور قوانین سازی سے متعلق قانون بنانے کا اختیار حاصل ہے۔ قانون اسٹامپ کی منسوخی کا باعث مسٹر ایڈمنڈ برک تھا۔ اس قانون کی منسوخی کے بارہ میں جو تقریر پٹ نے کی تھی اوس میں یہ بھی کہا تھا کہ "انگلستان جو تجارت امریکہ کے ساتھ کرتا ہے وہ ۲۰ لاکھ پونڈ سالانہ کی ہے جسے ہم محض ایک قانون اسٹامپ کی خاطر خطرے میں ڈال رہے ہیں"۔

اسکے بعد پٹ نے کوشش کر کے راکنگھم کو شکست دی۔ راکنگھم وزارت سے علیحدہ ہوگیا۔ پٹ نے بادشاہ سے میل کرلیا۔ اور ایک نئی وزارت قایم کرائی جس میں ڈیوک آف گریفٹن وزیراعظم بنایا گیا۔ اور پٹ لارڈ آف پرائیوی سیل لیکن ساتھ ہی پٹ لارڈ بھی بنا دیا گیا۔ اور ہاؤس آف لارڈز میں شریک ہوا۔ اس سے اوسکا زور ہاؤس آف کامنز میں گھٹ گیا۔ ایک تو اس سے اور دوسرے وزارت میں داخل ہونے کے بعد ہی پٹ کے بیمار پڑجانے سے گریفٹن کی وزارت

ناکامیاب رہی - چارلس ٹاؤن شینڈ نے جو لارڈ چانسلر کے منصب پر مامور تہا امریکہ کی اشیاء درآمد پر ایک خفیف سا ٹیکس لگا کر جسکی آمدنی ۴۰ ہزار پونڈ سالانہ تہی پہر امریکن نوآبادیوں کو ناخوش کر دیا - ایک تو اس ٹیکس سے جو مختلف اشیا پر لگایا گیا تہا - اور دوسرے چوری سے مال لیجانے کی روک کرنے کے لئے وارنٹ کا قانون جاری کیا گیا تو آبادیوں میں انگلستان کی مخالفت بہت زور پکڑ گئی - اس قانون محصول کے جاری کرنے کے بعد ہی ٹاؤن شینڈ فوت ہوگیا - اوس کی جگہہ لارڈ نارتھ مقرر کیا گیا اور پٹ نے استعفا دیدیا - ۱۷۶۸ء میں پارلیمنٹ کا جو انتخاب کیا گیا اوسمیں ولکینز کو مڈل سیکس کے لوگوں نے اپنی طرف سے ممبر منتخب کیا - بادشاہ جو اوس سے ناخوش تہا اوسنے اوسے گرفتار کرا آیا - الغرض ولکینز کے انتخاب پر بڑا جہگڑا ہوا - مگر آخر کا وہ ممبر تسلیم کیا گیا تاہم اوسکے انتخاب میں جو زیادتی بادشاہ کی طرف سے ظہور میں آئی اوس سے گریفٹن کی وزارت سے لوگ ناخوش ہوگئے گریفٹن نے مجبور ہو کر استعفا دیدیا اور اوسکی جگہہ لارڈ نارتھ وزیر اعظم بنائے گئے - یہ صاحب بادشاہ کے اشاروں پر چلنے لگے - اوسوقت وزیر اعظم اور ہاؤس آف کامنز دونوں ہی بادشاہ کے ہاتہوں میں کٹھ پتلیوں کی مانند تہے ؂

لارڈ نارتھ کی وزارت نے امریکن نوآبادیوں کو خوش کرنے کیلئے ساری چیزوں کا محصول معاف کر دیا - مگر چاء کا محصول قایم رکہا - لیکن امریکہ والوں کے خیالات میں اسقدر فرق ہو گیا تہا کہ وہ روپیہ کی پرواہ کرنے کی جگہہ حقوق کی پرواہ کرنے لگے تہے - اسلئے اونہوں نے اس بات کو منظور نہیں کیا ؂

انگلستان اپنی ضد پر قایم رہا - اور نوآبادیاں اپنے ارادے پر - انگلستان نے چار جہازوں کے ذریعہ امریکہ چاء بہیجدی - جب جہاز بندرگاہ بوسٹن میں پہونچے تو امریکہ والوں نے ساری چاء سمندر میں پہینکدی - اسپر انگلستان کی پارلیمنٹ نے ناخوش ہو کر میساچوسٹس کے خلاف دو قانون جاری کئے - ایک کے ذریعہ سے اوس کا

فرمان منسوخ کر دیا گیا اور دوسرے کے ذریعہ بوسٹن کی تجارت کو نقصان پہونچانے کے لئے محکمہ بحری کے محصول کا صدر مقام سالیم کو منتقل کر دیا۔ ان باتوں سے امریکہ اور انگلستان میں بگاڑ ہوگیا اور امریکہ والوں نے اطاعت کی جگہ جنگ کے لئے پختہ ارادہ کر لیا۔ پٹ نے جو اس وقت لارڈ چیتھم کے لقب سے مشہور تھا اور ایڈمنڈ برک نے پارلیمنٹ میں انگلستان کی غلطی اور نوآبادیوں کی راستی پر تقریریں کیں۔ لیکن کسی نے بھی پرواہ نہیں کی۔ ادھر نوآبادیوں میں اتحاد ہوگیا۔ ادھر انگلستان سے فوج ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگئی۔

جب انگریزی فوج امریکہ پہونچی تو نوآبادیوں نے "آزادی نامہ" مرتب کرکے اعلان کر دیا کہ وہ آزاد ہیں۔ اور ان کی متحدہ فوج جارج واشنگٹن کی سپہ سالاری میں انگریزی فوج سے مقابل ہوئی۔

ایک عرصہ تک جنگ جاری رہی۔ آخرکار۔ فتح کامل امریکہ والوں کو نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں غیر ملک کے لوگوں نے امریکہ کی مدد اس خیال سے کی کہ وہ حق بجانب تھا۔ الغرض یہ کہ ۱۷۸۳ء میں انگلستان کو تسلیم کرنا پڑا کہ امریکن نوآبادیاں آزاد ہیں۔ چونکہ آزادی کی جنگ کے حالات طویل ہیں۔ اسلئے قلم انداز کر دئے گئے جو صاحب ان سے واقف ہونا چاہیں وہ انگلستان یا امریکہ کی تاریخ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک محبِّ مُلک بادشاہ

الفریڈ اعظم نے جو ن سنہ ۸۷۱ء سے لیکر سنہ ۹۰۱ء تک حکمرانی کی اُسے اگر سلطنت برطانیہ کا بانی کہا جائے تو بجا ہے۔ وہ برطانیہ کے بادشاہوں کے طول طویل سلسلے میں سب سے پہلا نہیں تھا۔ کیونکہ اُس سے پہلے بادشاہوں کے کئی خاندان حکمرانی کر چکے تھے۔ لیکن یہ بادشاہ فقط سلطنت کے چھوٹے چھوٹے حصوں پر قابض تھے اور اسلئے بادشاہوں کی نہیں بنا چھوٹے چھوٹے رئیسوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن جس دلیری اور عقلمندی سے الفریڈ نے اپنی مملکت کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا اور اپنی رعایا کو فائدہ پہنچانے کے لئے جو بڑی بڑی کوششیں اُس نے کیں۔ اور جو نئے نئے قوانین اور دستورات اُس نے جاری کئے۔ اور نیز خود اُس کی شریف المزاجی اور عالی حوصلگی۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن کے سبب سے انگریزی قوم اُسے اس قدر عزیز رکھتی ہے کہ نہ صرف گذشتہ زمانوں میں الفریڈ کو اپنی قوم کے لوگوں کے دلوں میں گہری جگہ حاصل تھی۔ بلکہ اسوقت بھی لوگ اُس سے ویسی ہی محبّت رکھتے اور اُس کی بیحد قدر و منزلت کرتے ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۲ء میں اُس کی وفات کی جو ہزارویں سالگرہ تھی۔ انگلستان کے شہر ونچسٹر میں اُس کی یادگار میں ایک بہت بڑا بُت روپئیں قائم کیا گیا۔

الفریڈ کی زندگی کے حالات بیان کرنے سے پہلے برطانیہ کی قدیم تواریخ کا کچھ حال مختصر طور پر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جب ڈین قوم کے لوگ انگلستان پر قابض ہو گئے تو اُنہوں نے انگلستان کے

تمام حصّوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ اور کئی سالوں تک ایسا ہی کرتے رہے جہاں جہاں لوگوں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ اُنہوں نے اُن علاقوں کو آگ اور تلوار سے تباہ کر دیا۔ شہروں کو فتح کر کے اُن کے اندر اپنی فوجیں بٹھانی شروع کیں۔ اور اُن میں آباد ہونے لگے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں مستقل رہائش اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے سلطنتوں کو ایک ایک کر کے مغلوب کر لیا تنہا ویسیکس کی سلطنت باقی رہ گئی۔ اور اب اُس پر بھی دانت پیس رہے تھے۔ ایتھلرڈ اس سلطنت کا بادشاہ تھا۔ ڈین لوگوں نے آخرکار اس کے علاقے پر بھی حملہ کیا۔ ایک بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں ایتھلرڈ مارا گیا۔ اُس کا جانشین اُس کا بھائی الفریڈ ہوا۔ جس کی زندگی کے حالات ہم اس وقت بیان کرنا چاہتے ہیں جس طریق سے اُس نے اس مشکل کے وقت اپنے ملک کو ان دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور ایک ایسی بڑی سلطنت کی بنیاد رکھی جس کی عظمت و شان ہم اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں۔ اسی کے سبب سے وہ تمام قوموں میں نہایت عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور اُس کا نام صفحۂ روزگار سے کبھی محو نہ ہوگا ٭

الفریڈ انگلو سیکسن شاعری کا جو اُن دنوں میں بہت مروّج تھی۔ نہایت شائق تھا۔ یہ نظمیں قصّوں کہانیوں اور گیتوں کی صورت میں ہوا کرتی تھیں۔ جن میں بہادروں کے کارنامے اور جاتریوں اور ہر قسم کے آوارہ گرد لوگوں کے عجیب و غریب حالات درج ہوتے تھے۔ وہ انہیں سُن سُن کر بہت خوش ہوتا تھا۔ اور حفظ کر لیا کرتا تھا۔ یاد رکھنے کے لئے وہ اکثر اوروں سے پڑھوا کر سننے کا محتاج ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ خود لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا ٭

اُن دنوں میں کتابیں بہت تھوڑی تھیں اور چونکہ چھاپے کا فن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ فقط قلمی نسخے دستیاب ہو سکتے تھے۔ آج سے چند سال پیشتر ہندوستان کا بھی یہی حال تھا۔ جس شخص کے پاس ایک قلمی کتاب ہوتی تھی [illegible]

فرانس میں بھی سیکھی تھی - ایک دن الفریڈ اس کتاب کو دیکھ رہا تھا - اور اُسکی تحریر خاصکر اُس کی سنہری جدولوں اور نقاشی کی تعریف کر رہا تھا - اُس کے بھائی بھی وہاں موجود تھے - جو اس کی نسبت عمر میں بہت بڑے تھے - جودتؔ اُن سے کہنے لگی کہ میں یہ کتاب اُسکو دونگی جو سب سے پہلے اسے پڑھ سکے - اُس کے بھائیوں نے تو اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی - لیکن الفریڈ کے دل میں اُسکا سخت شوق پیدا ہوگیا - اُس نے فی الفور مُعلّم کی تلاش شروع کی - اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ کتاب پڑھکر سنا دی اور اُس کی ملکیت کا دعویدار ہُوا - جودتؔ اُس کی لیاقت کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئی اور بڑی خوشی سے اپنے وعدے کو پورا کیا +

الفریڈ اگرچہ مطالعۂ کتب کا اس قدر شائق تھا - تو بھی نہایت مضبوط اور چست و چالاک تھا - اور اُس زمانہ کی تمام جسمانی ورزشوں اور کھیلوں میں سب پر سبقت رکھتا تھا - اُس کی ابتدائی عمر سے ہی اس بات کا نشان ملتا تھا - کہ اُس کے مزاج میں اعلےٰ درجہ کے اندرونی اور بیرونی اوصاف عجیب طور سے مجتمع تھے - جس کے سبب سے وہ بنی آدم میں نہایت اعلےٰ درجہ اور امتیاز حاصل کرنے کے بالکل لائق اور سزاوار تھا +

اہل انگلستان نارمن حملہ آوروں کے ظلم و ستم سے بیحد تنگ تھے - جب الفریڈ کے سارے بھائی اُن کا مقابلہ کرتے ہوئے ملک عدم کو سدھار گئے - تو ۸۷۱ء میں الفریڈ عام رضامندی سے تخت نشین ہُوا +

سلطنت اِسیکس کے تمام اُمرا نے بالاتفاق رائے الفریڈ کو تخت نشین ہونے کے لیے مجبور کیا - اُس کے باپ نے بھی اپنی وصیت میں اُس کے بھائیوں کے بعد اُسی کو جانشین قرار دیا تھا - اگرچہ وہ نہیں چاہتا تھا - مگر سب کے اصرار کرنے پر اُس نے بھی مان لیا +

جونہی الفریڈ کی تخت نشینی کی رسم ادا ہوچکی - اُس نے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور ڈین لوگوں کے مقابلہ کو نکلا - ملک کی حالت نہایت ابتر ہو رہی تھی - ڈین

لوگوں نے اپنی حدّوں کو اور بھی وسیع اور مضبوط کر لیا تھا۔ بہت سے بڑے بڑے
شہر اُن کے قبضے میں آ گئے تھے اور قلعوں اور خانقاہوں کے تاخت و
تاراج پر اکتفا نہ کر کے اب انہوں نے زمینوں پر قابض ہونا شروع کر دیا تھا۔
گویا وہ الفریڈ کی سلطنت میں مستقل طور پر رہائش اختیار کرنے کا ارادہ
رکھتے تھے۔ برعکس اس کے سیکزن لوگوں کی فوج کی حالت بالکل تباہ اور
پریشان ہو رہی تھی۔ وہ ان حملہ آوروں کے پنجے سے خلاصی پانے کی اُمید توڑ
بیٹھے تھے۔ اگر وہ شکست پاتے تو اُن کے بے رحم فاتح اُن پر رحم نہیں کرتے
تھے اگر فتح پاتے تو فقط عارضی طور پر ایک گروہ کو مغلوب کرتے تھے۔ اور یقینی
طور پر بہت جلد ایک دوسرے نو وارد گروہ کے حملے کا انتظار کرتے تھے۔
تاہم الفریڈ اپنی دلیری اور چستی چالاکی کی وجہ سے اپنی باقیماندہ فوجوں کو جمع
کرنے اور از سر نو جنگ کا سلسلہ شروع کرنے میں کامیاب ہوا۔ پہلی بڑی
لڑائی اُس کی تخت نشینی سے ایک مہینے کے اندر بمقام ولٹن واقع ہوئی۔ اُسکے پہلے
ہی حملے میں الفریڈ کی فوجیں اپنے مخالفوں کو پائمال کرتی چلی گئیں اور اُسے
کامل اُمید تھی کہ میدان انہیں کے ہاتھ رہیگا۔ مگر آخر کار لڑائی اُلٹ پڑی۔ اور
الفریڈ کی فوجیں میدان سے بھاگ نکلیں۔ دونوں طرف کا اس قدر نقصان ہوا
کہ ہر شخص لڑائی کے از سر نو جاری کرنے سے پہلو تہی کرتا تھا۔ دونوں بادشاہوں
نے باہمی عہد و پیمان کے لئے خط و کتابت شروع کی۔ نتیجہ جو ڈین لوگوں کا سردار
تھا ایک عہد نامے کے ذریعے اس بات پر متفق ہوا کہ وہ الفریڈ کے علاقے
سے نکل جائیگا اور کبھی اُسکے امن میں خلل اندازی نہ کریگا۔ بشرطیکہ الفریڈ اُن
لڑائی جھگڑوں میں جو وہ انگلستان کے دوسرے حصّوں میں کرے دست اندازی
نہ کرے۔ الفریڈ کی سلطنت ویسکس کہلاتی تھی۔ جو انگلستان کے جنوب کی طرف
واقع تھی۔ اسکے علاوہ ایسکس مرسیا اور نارتھمبرلینڈ نامی اور دوسری سلطنتیں بھی
اب ڈین لوگوں نے ویسکس کے تمام قلعہ جات خالی کر دئے اور ٹیمز کے راستے

لندن کو چلے گئے - جو مرسیا کے علاقے میں واقع تھا - اور وہاں فتح اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری کر دیا - کیونکہ یہاں اُن کے مقابلے میں کوئی طاقتور آدمی نہ تھا ۔ کچھ عرصہ بعد ایک نیا سردار ہلفڈن نامی ڈینی لوگوں کی ایک بڑی فوج لے کر ساحل انگلستان پر نازل ہُوا - اس کے ہمراہ جہازوں کا ایک بڑا بیڑا تھا - اور ملک کے اَور حصّوں میں کچھ عرصے تک لُوٹ کھسوٹ کرنے کے بعد اُس کی توجّہ الفریڈ کے علاقے کیطرف پھری - الفریڈ نے پہلے تو ہلفڈن کی نقل و حرکت پر کچھ توجّہ نہ کی - کیونکہ اسکا یہ خیال تھا - کہ ہلفڈن کے ساتھ عہد و پیمان ہونے کے سبب کل قوم ڈینی اُس کی مملکت میں مداخلت کرنے سے پرہیز کریگی - الفریڈ کی مملکت کے جنوبی ساحل پر وریہم نامی ایک مشہور قلعہ تھا جس پر ہلفڈن نے دفعتہً حملہ کر کے قبضہ کر لیا - جب اُس پر عہد شکنی کا الزام لگایا گیا تو ہلفڈن نے بیان کیا کہ وہ بالکل خود مختار حاکم ہے اور ہلفڈن کے عہد و پیمان اُس کے لئے قابلِ تسلیم نہیں ہیں ۔

اس کے بعد صلح اور لڑائی کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا - کیونکہ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر پُورا پُورا غلبہ حاصل نہ ہُوا تھا - ایک دفعہ ڈینی لوگوں نے صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد اچانک الفریڈ کے ایک رسالہ کو جا گھیرا - جو عہد نامے پر اعتماد کر کے بے پروائی کے ساتھ ملک میں سے گزر رہا تھا - ڈینی لوگوں نے آدمیوں کو تو بھگا دیا - اور گھوڑوں کو اپنے استعمال کے لئے قابو کر لیا - پیشتر اس کے کہ الفریڈ اس دغابازی سے خبردار ہو - یہ سوار انگلستان کے جنوبی ساحل کے کنارے کنارے بڑی تیزی کے ساتھ بار دھاڑ کرتے ہوئے اگزیٹر کے مشہور شہر پر قابض ہو گئے - اس شہر کے جاتے رہنے سے الفریڈ کو سخت نقصان پہنچا کیونکہ اس کی وجہ سے جنوبی ساحل بالکل دشمن کے ہاتھ میں چلا گیا اور معلوم ہوتا تھا کہ اب ملک کے اندرونی حصّے کی بھی خیر نہیں ۔

اس واقعہ سے الفریڈ اپنی حالت سے بالکل خبردار ہو گیا - بڑے بڑے

امیروں کی ایک بھاری مجلس جمع کرکے اُن کو اُس بھاری خوف وخطرے سے جو ملک پر واقع ہونے والا تھا متنبہ کیا اور انہیں ترغیب دی کہ اس مشترک دشمن کے مقابلہ میں کامل اتفاق ضروری ہے۔ اس سے ساری قوم جاگ اُٹھی۔ اور کچھ عرصے تک اُمید کی جاتی تھی کہ ملک دشمن کے ہاتھ سے نجات پائیگا +

دیگر تجاویز کے علاوہ ایک بڑی تدبیر یہ تھی۔ کہ جہازوں کا ایک بڑا بیڑا بہم پہنچا کر حملہ آوروں کی نئی جماعتوں پر جو اپنے ہم قوموں کے ساتھ شریک ہونے کے لئے آرہی تھیں سمندر ہی میں حملہ کیا جائے۔ سب سے بڑی مشکل ملاحوں کا بہم پہنچانا تھا۔ الفریڈ نے بہت سے اجنبی لوگوں کو بھی جو بندرگاہوں میں ملتے نوکر رکھ لیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ الفریڈ کی یہ کوشش جو اُس نے جہازوں کا بیڑا بہم پہنچانے میں کی۔ اُس نہایت وسیع بحری طاقت کا جو اس وقت انگلستان کو حاصل ہے گویا آغاز تھی۔ جب بیڑا روانہ ہونے کو تیار ہوا تو لوگ جوق جوق ساحل پر جمع ہو کر بڑے تعجب اور حیرت کے ساتھ اُس کی حرکات کو دیکھتے تھے۔ الفریڈ اپنی پہلی بحری مہم میں کامیاب ہوا۔ وہ رودبار انگلستان میں ڈین لوگوں کے بیڑے سے دوچار ہوا اور اُن کو سخت شکست دی اور دشمن کا ایک بہت ہی بڑا جہاز اُس کے ہاتھ آگیا +

تاہم الفریڈ کو دشمن پر کوئی کامل فتح نصیب نہ ہوئی۔ اُن کی تعداد ایسی بے شمار تھی۔ اور وہ جزیرے میں بہت دُور دُور تک ملک میں پراگندہ اور بعض مضبوط قلعوں پر قابض تھے۔ خاص کر ایک مقام پر تو قبضہ کئے ہوئے انہیں بہت ہی سال ہو گئے تھے۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ بارہا لڑائیاں لڑی گئیں۔ عہد و پیمان باندھے گئے۔ قول و قرار ہوئے۔ یرغمال دیئے گئے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد امن کا خاتمہ ہو جاتا اور لڑائی پھوٹ پڑتی اور دونوں ایک دوسرے کو دغابازی اور پیمان شکنی کا ملزم ٹھہراتے تھے۔ تب ایک فریق یرغمالوں کو قتل کر ڈالتا اور دوسرا فریق بھی انتقام لینے کے لئے اس کی پیروی کرتا +

جب اس حالت کو سالہا سال گزرتے گئے تو الفریڈ نے معلوم کیا کہ اس کی فوج
گھٹتی جاتی ہے۔ اور اس کا ملک دن بدن کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اس کی آمدنی
کے ذریعے ختم ہوتے جاتے ہیں۔ دوست جواب دینے لگے۔ اور بہت سے
قلعے اور شہر ہاتھ سے نکلتے گئے۔ اور آخرکار آلفسان کی سلطنت کے بعد اس
نے اپنے آپ کو نہایت ہی مصیبت ناک حالت میں پایا ؂

الفریڈ نے ابھی تک بالکل ہمت نہیں ہاری تھی۔ بلکہ بہت عرصے تک ناامیدی
کی حالت میں بھی کشمکش سے باز نہ آیا۔ شاید وہ آخرکار اپنے ملک کو کامل بربادی
سے بچانے میں کامیاب ہو جاتا۔ اگر دفعتہً ایک اور نئی آفت کا سامنا ہوتا۔
اسی عرصے میں ڈینش لوگوں کی ایک اور بڑی جماعت جو پہلے سے بھی زیادہ کثیر
اور تند خو اور حریص تھی۔ ملک میں آپہنچی۔ سیکسنوں کی اور سلطنتیں ایک طرح
سے بالکل تاخت و تاراج ہو چکی تھیں۔ صرف الفریڈ کا علاقہ باقی تھا۔ اور
اس لئے یہ بڑا بھاری سیلاب اسی کی حدود پر بہ نکلا۔ سیکسن فوجیں بالکل شکستہ
اور پامال ہو گئیں۔ سردار بھاگ گئے۔ بعض تو ملک بالکل چھوڑ گئے۔ باقی پہاڑوں
کی کھوؤں میں جا چھپے۔ الفریڈ کو بھی مجبور ہو کر بھاگنا پڑا۔ تھوڑے سے نوکر اس
کے ہمراہ تھے۔ لیکن یہ بھی ایک ایک کر کے اسے چھوڑ گئے اور آخرکار بادشاہ
بالکل تن تنہا رہ گیا ؂

درحقیقت اس کے لئے یہ تنہائی بھی تسلّی کا باعث تھی۔ کیونکہ جو لوگ ابھی تک
اس کے ہمراہ تھے بجائے مددگار ہونے کے بوجھ سا معلوم دینے لگے۔ قلیل التعداد
کے سبب لڑائی کے لائق نہیں تھے۔ لیکن تو بھی اس قدر تھے کہ ان کے
سبب چھپے رہنا مشکل تھا۔ اس لئے الفریڈ ان سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کی
ایک بیوی بھی تھی۔ جس سے اس نے بیس سال کی عمر میں شادی کی تھی لیکن
وہ کسی اور جگہ چھپی ہوئی تھی ؂

اس لئے الفریڈ نے صرف ایک دو وفادار اور جان نثار دوستوں کو ہمراہ

لے کر آوارہ و سرگرداں جنگل اور صحراؤں سے ہوتے ہوئے دشمنوں سے بچتے بچاتے مغرب کی راہ لی۔ آخر کار اپنی سلطنت کی آخری مغربی حد پر ایک مقام میں جا پہنچا۔ جو اتھلنی کہلاتا تھا۔ یہ جگہ صوبہ سومرسٹ میں دریائے تھون اور پیرٹ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں ایک بڑی دلدل کے درمیان خشکی کے ایک چھوٹے سے قطعے پر ایک چرواہے کی جھونپڑی تھی +

وہ جھونپڑی تک جا پہنچا۔ اور پناہ مانگی۔ چرواہے نے مصیبت زدہ مسافر کو قبول کر کے ہر طرح سے اُس کی مہمانداری کی۔ الفریڈ بہت عرصے تک اُسکا مہمان رہا +

چند روز کے بعد چرواہے نے الفریڈ سے اُسکا حال دریافت کیا۔ الفریڈ نے اُسے جواب دیا کہ وہ بادشاہ کے اُمرا میں سے ہے۔ بادشاہ کی فوج نے ڈین لوگوں سے شکست کھائی ہے۔ اور وہ مجبور ہو کر اَوروں کے ہمراہ بھاگ نکلا ہے۔ اس نے چرواہے کی مِنّت سماجت کی کہ اُسے وہاں رہنے کی اجازت دے +

الفریڈ اتھلنی کے مقام میں اپنی مصیبتوں اور دُکھوں کے سبب سے نہایت ہی دل شکستہ رہا۔ لیکن ان تکالیف سے اُس کے مزاج میں عجیب قسم کی ملائمت پیدا ہو گئی۔ اور اُس کی طبیعت پہلے کی نسبت زیادہ عالی بن گئی۔ اب وہ اَور بھی زیادہ فروتن اور دُور اندیش بن گیا +

الفریڈ کے بعض دوست بھی اُس کی طرح آوارہ گردی کرتے ہوئے آخر کار اُسی گرد و نواح میں آ پہنچے۔ اُس نے اُن کا حال سن کر بڑی احتیاط سے اپنے کو اُن پر ظاہر کر دیا۔ اُس وقت اس نواح میں ڈین لوگوں کی کوئی فوج نہ تھی۔ وہ پہلے ڈرتے ڈرتے اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ زیادہ دلیر ہو کر اُنہوں نے اُسی جگہ کو اپنا صدر مقام ٹھیرا لیا۔ الفریڈ نے اب اپنے کو چھپانا ضروری نہ سمجھ کر اپنے اصلی رتبے کو ظاہر کر دیا۔ اِس

بات کی خبر بہت جلد اُس کے پیروؤں میں مشہور ہو گئی - اور اُنہوں نے جوق جوق اُس جگہ جمع ہونا شروع کیا - الفریڈ کے خاندان کے لوگ بھی جن سے جُدا ہوئے - اُسے بہت سے مہینے گزر چکے تھے - اب کسی نہ کسی تدبیر سے اُس کے پاس آ پہنچے +

الفریڈ نے اپنی سلطنت کو حاصل کرنے کے لیئے بہت سے منصوبے باندھے - اس طور پر کہ ڈین لوگوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں پر چھاپے مارے جائیں - اور ملک میں ہر طرف قاصد بھیج کر جہاں کہیں سیکسن لوگوں کی فوجیں پائی جائیں - اُنہیں برانگیختہ اور جمع کیا جائے - ان تجاویز کی کامیابی میں ایک اور حادثہ سے جو دفعتہً اتھلنی کے قریب واقع ہُوا - بہت مدد ملی +

ڈین لوگوں کی ایک بڑی جماعت ہبّا کی سرکردگی میں ویلز کے علاقے میں لوٹ مار کر رہی تھی - یہ علاقہ رودبار برسٹل کے اُس پار اتھلنی سے ٹھیک جانب شمال واقع تھا - چونکہ یہ جگہ اتھلنی سے بہت قریب واقع تھی پس الفریڈ کو خوف پیدا ہُوا - کہ جس وقت ڈین لوگوں کو اُس کے وہاں موجود ہونے کی خبر ملیگی وہ فی الفور اُس پر حملہ کرینگے - کیونکہ اُن کے پاس جہاز بھی موجود تھے +

اتھلنی کے جنوب مغرب کو رودبار برسٹل کے ساحل پر کینوِتھ نامی ایک قلعہ تھا جو صوبہ ڈیون شائر میں واقعہ تھا - ڈیوک آف ڈیون شائر نے جس کا یہ قلعہ تھا - الفریڈ کی جنگی تیاریوں سے حوصلہ پاکر اس قلعہ میں بہت سی فوج جمع کی تھی - تاکہ الفریڈ کے ساتھ اُس کی تجاویز میں شریک ہونے کے لیئے تیار رہے - اس حال میں ہبّا اپنی فوج کو رودبار کے شمالی ساحل پر لاکر اور جو جہاز اور کشتیاں مل سکیں جمع کر کے ڈیون شائر کے کنارے پر اُتر آیا - ڈیوک اُس کے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگا - اور اپنے سب آدمیوں کو لے کر قلعہ بند ہو گیا - ہبّا نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا - جہازوں کے ذریعے سے چاروں طرف سے

گھیر لیا +

اوڈن ڈیوک آف ڈیون شائر نے دیکھ لیا کہ اگر وہ قلعے میں پڑا رہیگا تو ضرور ہلاک ہوگا۔ اس لئے بہت سویرے جبکہ ابھی اندھیرا تھا۔ اُس نے ڈین لوگوں پر جو ابھی بے خبر سو رہے تھے۔ سخت حملہ کیا۔ سیکسن لوگوں کے نعروں سے بیدار ہو کر ڈین لوگ اپنے ہتھیار اُٹھانے کو دوڑے مگر اس قدر گھبراہٹ اور پریشانی پیدا ہوگئی کہ اُن کی ساری اُمید جاتی رہی۔ اوڈن اور اُسکے ہمراہی مارتے دھاڑتے ہبّا کے خیمے تک جا پہنچے اور اُسے پکڑ کے قتل کر دیا۔ اُسی وقت مقدّس جھنڈا بھی ہبّا کے خیمے میں ان کے ہاتھ پڑ گیا۔ اور وہ اُسے لے اُڑے +

ڈین لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ اُن کا جھنڈا چھن گیا تو وہ مایوس اور خوف زدہ ہو کر اپنے دشمنوں کے سامنے سے بھاگ نکلے۔ سیکسنوں نے انہیں چُن چُن کر مار لیا اور فقط چند ہی آدمی جان بچا کر اپنی کشتیوں میں بھاگ گئے +

اس فتح اور خاصکر جھنڈے کے ہاتھ لگنے سے سیکسن لوگوں کے حوصلے بہت ہی بڑھ گئے۔ اُدھر ڈین لوگوں کی ہمّت ٹوٹ گئی۔ اس سے الفریڈ کی حالت اور اُمیدوں میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اُس کے چھپنے کے مکان اور اسکی جنگی تیاریوں کی خبر تمام ملک میں پھیل گئی۔ لوگ ہر جگہ یکایک اُسکی فوج میں شامل ہونے کو آمادہ تھے۔ اس کے خلاف ڈین لوگوں نے بھی جو ملک کے مختلف حصّوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ایک بھاری جنگ وجدل کے لیے اپنی فوجوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ ڈین لوگوں کی فوج کا بڑا حصّہ ایڈان ڈون نامی ایک مقام میں جو ولٹ شائر میں واقع ہے خیمہ زن تھا۔ الفریڈ چاہتا تھا کہ اپنے دشمن کی تعداد اور موقع کی نسبت صحیح خبر حاصل کرے۔ اس مقصد کے لئے بجائے جاسوس بھیجنے کے اُس نے بذات خود بھیس بدل کر جانے کا ارادہ کیا۔ وہ گانے بجانے میں مشتاق تھا۔ اور اچھی طرح سے ایک ڈوم کا بھیس بدل سکتا تھا۔ جو اس زمانے میں ادھر اُدھر پھر کر اور گا بجا

سپاہیوں کے دل بہلایا کرتے تھے۔

ڈوم کا لباس پہن کر اور اپنا بربط کندھے پر لٹکا کر الفریڈ ڈین لوگوں کے خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ ایسے آدمی پر جو ڈوم اور بھکاری کی حیثیت میں ہو گو وہ غیر قوم کا ہو۔ کوئی شخص شک نہیں کر سکتا تھا۔ الفریڈ ادھر ادھر جہاں چاہتا تھا سپاہیوں کے درمیان گاتا بجاتا پھرتا تھا۔ مگر ساتھ ہی بڑی توجہ سے فوج کی ترتیب و انتظام اور تعداد کا بھی اندازہ لگاتا جاتا تھا۔ الفریڈ گانے بجانے میں ایسا اُستاد تھا۔ کہ فوج کے سپہ سالار نے بھی اُسے بلا بھیجا۔ الفریڈ وہاں گیا۔ اور جو کچھ اُس کے مشاہدے میں کمی باقی رہ گئی تھی۔ اُسے ڈین لوگوں کے سردار کے حضور میں پورا کر لیا۔

الفریڈ نے معلوم کر لیا کہ ڈین لوگوں کی فوج بہت بے پرواہ اور غیر محفوظ حالت میں پڑی ہے۔ سپہ سالار کا نام گتھرم تھا۔ وہ اس کا گانا سن کر نہایت محظوظ ہوا۔ اور اُس کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ الفریڈ کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ جس کو وہ اتھلنی سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ تاکہ اُس کا بربط اُٹھائے اور اُس کی خدمت کیا کرے۔ گتھرم کی چھاؤنی کا بخوبی ملاحظہ کر کے اور اپنے ذہن میں حملے کے متعلق تجاویز پختہ کر کے الفریڈ اپنا بربط اور نوکر کو ہمراہ لے کر وہاں سے چل دیا۔ گویا کہ وہ کسی اور چھاؤنی کی تلاش میں جاتا ہے۔ اور صحیح سلامت اتھلنی میں لوٹ آیا۔ موسم بہار کا تھا۔ اور ہر ایک چیز اُس کے ارادوں کی کامیابی کے لئے موافق معلوم ہوتی تھی۔

الفریڈ نے سب سے پہلے یہ تجویز کی کہ معتبر قاصد چاروں طرف اپنے دوستوں کے پاس جو مختلف قلعوں میں پڑے تھے۔ صلاح و مشورے کے لئے بھیج دیئے۔ ان قاصدوں کا یہ کام تھا کہ اُن کو جا کر خبر دیں۔ کہ الفریڈ ابھی تک زندہ ہے۔ اور ڈین لوگوں کے مقابلے کی تیاری کر رہا ہے۔ اور نیز اُن کو آمادہ کریں کہ وہ مقررہ وقت پر جس قدر فوج ممکن ہو اپنے ہمراہ لے کر جنگل میں ایک

خاص موقعہ پر جمع ہو جائیں ۔

جو مقام اس موقعہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ وہ سیل ووڈ کا جنگل تھا۔ یہ جنگل پندرہ میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا۔ اور اُس کے درمیان ایک مشہور جگہ تھی جو سنگ اگبرٹ کہلاتی تھی۔ اور یہی موقعہ اجتماع کے لئے مقرّر کیا گیا تھا۔ ہر ایک سردار کو حکم تھا کہ مقرّرہ روز پر اپنی فوج کے ہمراہ چپ چاپ وہاں آموجود ہو۔ مگر ایسے طور سے کہ ڈینن لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہو ۔

قاصدوں نے دیکھا کہ تمام سیکزن سردار الفریڈ کی تدابیر میں شریک ہونے کے لئے تیار ہیں اوڈن کی فتح اور مقدّس جھنڈے کے ملنے کی خبر نے ملک بھر میں تمام سیکزن سرداروں اور سپاہیوں کے دل میں ازسرِنو یہ خواہش پیدا کر دی تھی۔ کہ پھر ایک دفعہ اپنے قدیمی دشمنوں کے خلاف زور آزمائی کریں۔ وہ بلا توقّف اپنی فوجیں لیکر مقرّرہ مکان پر آپہنچے ۔

اُدھر گتھرم اپنی چھاؤنی میں بمقام ایڈن ڈون پڑا رہا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ سیکزن لوگوں کے درمیان جوش بڑھتا جاتا ہے۔ اور اُس نے سیکزن لوگوں کے مختلف دستہائے فوج کے سیلووڈ جنگل کیطرف جانے کی افواہیں بھی سنی تھیں۔ تاہم وہ اپنی چھاؤنی میں پڑا ہوا موسم گرما کی لڑائیوں کے لئے تیاری میں مشغول رہا۔ مگر کسی ناگہانی حملے کو روکنے کے لئے اُس نے کچھ بھی بندوبست نہ کیا ۔

جب سب تیاریاں ہو چکیں تو الفریڈ اُس تمام فوج کو لیکر گتھرم کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے روز وہ ایک اونچے مکان پر شب باش ہوا۔ جہاں سے وہ بڑے فاصلے سے دشمن کے موقعے کو اچھی طرح سے ملاحظہ کر سکتا تھا ۔

گتھرم ایڈن ڈون کے متصل ایک پہاڑی پر پڑا تھا۔ جہاں اُس نے خوب مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ مگر اُس کی فوج کا بہت بڑا حصّہ میدان میں خیمہ زن تھا۔ الفریڈ نے اپنے آدمیوں کو کھڑا کر کے سفر کی ترتیب کو بدلکر لڑائی کی ترتیب میں آراستہ کیا۔ اُس نے اُن کے سامنے ایک مختصر سی تقریر بھی کی اور انہیں یقین دلایا

بھی دلایا کہ خدا ہماری طرف ہے اور ہم سے فتح کا وعدہ کیا ہے ۔

اس کے بعد فوج حملے کے واسطے بڑھی۔ اُدھر ڈین لوگ بھی جلدی جلدی صفیں باندھ کر مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب دشمن کی صفوں کے قریب پہنچے۔ تو الفریڈ کی فوج نے پہلے تیر برسائے۔ پھر نیزہ لیکر حملے کیلئے آگے بڑھی لیکن تھوڑی ہی دیر میں اور سب ہتھیار پھینک دئے گئے۔ اور گتھم گتھا تلواروں کی خوفناک لڑائی شروع ہوئی ۔

ابھی بہت دیر نہ ہوئی تھی کہ ڈین لوگوں نے مغلوب ہونا شروع کیا اور سب کے سب بھاگ نکلے مگر چونکہ الفریڈ نے پہاڑی کے اوپر پناہ نہ لینے دی اسلئے وہ چاروں طرف بھاگے اور الفریڈ کی فوج نے بہت دور تک تعاقب کر کے بیشمار آدمیوں کو مار ڈالا اور بہتوں کو قید کر لیا ۔

تاہم گتھرم بڑی سعی کے بعد اپنی فوج کا کچھ حصہ جمع کر کے ہٹتے ہٹتے ایک قلعے تک جا پہنچا۔ جہاں اُسے پناہ ملنے کی اُمید تھی۔ مگر چونکہ اور کوئی فوج قریب نہ تھی جو اُن کی مدد کو پہنچتی اور قلعے میں دانہ پانی بھی موجود نہ تھا اس لئے معلوم ہوتا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قحط کے مارے مر جائینگے۔ ڈین لوگوں کی اَور جماعتوں کو جب اس خوفناک شکست کی خبر پہنچی تو وہ ہکا بکا سے رہ گئے۔ تمام ملک لڑنے پر آمادہ تھا۔ گتھرم قلعے میں بند پڑا تھا اور اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ وہ روز بروز اس بات کا منتظر تھا۔ کہ شاید کوئی مدد آ پہنچے۔ آخر چودہ روز کے بعد جب دیکھا کہ اُس کے آدمی بھوک سے مر رہے ہیں۔ تو گتھرم نے اپنے آپ کو الفریڈ کے حوالے کر دیا ۔

الفریڈ نے اسوقت نہایت دانائی اور فیاض دلی سے کام لیا۔ دو قومیں ایک ہی جزیرے میں سالہا سال سے خونخوار لڑائی میں مشغول تھیں۔ اور ایک کو دوسرے پر وقتاً فوقتاً فقط عارضی فتح ہوتی رہتی تھی۔ ڈین لوگ اب بہت سالوں سے برطانیہ میں آباد تھے۔ اُن میں سے بہت سے لوگ کاشتکاری میں مشغول

تھے۔ اور اس طور سے امن کے ساتھ عام باشندوں کی طرح رہتے سہتے تھے۔ اُن میں سے اکثروں نے سیکسن لوگوں کے ساتھ رشتہ ناطہ بھی کر لیے تھے۔ الفریڈ نے یہ ارادہ کر لیا کہ فقط اُن لوگوں کو جو لڑائی پیشہ تھے۔ اپنے ملک سے خارج کرے۔ لیکن جو لوگ زمین پہ قابض ہو کر ملک میں آباد ہو چکے تھے۔ اُن کو رہنے دے۔ اسلیے گتھرم کے ساتھ دشمن کی طرح سلوک کرنے کی بجائے اُس نے اس سے کہا کہ میں اس بات پر تیار ہوں کہ تمہارے ساتھ بطور دوست کے پیش آؤں اور انگلستان کے اُس حصے پر جو تمہارے ہموطنوں کے قبضے میں ہے اور الفریڈ کی حدود سے دور ہے بادشاہت کرنے دوں۔ مگر اس شرط پر کہ تم میری سلطنت سے اپنی تمام فوج لے کر چلے جاؤ اور پھر کبھی اُس میں قدم نہ رکھو۔ اور اس عہد و پیمان کی تکمیل کے لیے یرغمال دو۔ اور نیز عام طور پر بپتسمہ پا کر مسیحی ہو جاؤ۔

گتھرم نے ان تمام شرائط کو منظور کر لیا اور ڈین لوگوں کی فوج نے مشرق کا راستہ لیا۔ دونوں بادشاہوں کے درمیان صلح کے باقاعدہ طور پر عہد و پیمان ہو گئے۔ گتھرم کا علاقہ الفریڈ کی مملکت سے مشرق کی جانب کو تھا۔ جس میں وہ بالکل خود مختار سمجھا گیا۔ اُس کے علاقہ میں نارفک۔ سفک۔ کیمبرج شائر اور ایسکس کے صوبے شامل تھے۔ ان علاقوں میں زیادہ تر ڈین لوگ آباد تھے اور اسکے علاوہ وہ ایسے موقعہ پہ واقعہ تھے۔ کہ وہاں تک بحر جرمن سے بآسانی دریائے ٹیمز اور ہلڈوسٹ کے ذریعے رسائی ہو سکتی تھی۔

گتھرم نہ صرف اس بات پر متفق ہوا کہ وہ آئندہ اپنی حدود سے باہر قدم نہ رکھیگا۔ بلکہ اُس نے یہ بھی اقرار کیا کہ آئندہ الفریڈ کو اپنا رفیق اور دوست سمجھیگا۔ اگر آئندہ بھی غنیم ساحل پہ نازل ہوں تو گتھرم اُن کے مقابلے میں الفریڈ کا مددگار رہیگا۔ دونوں سلطنتوں کے قوانین یکساں ہونگے۔ تاکہ رفتہ رفتہ کامل اتحاد اور دوستی کو ترقی ہو اور آخرکار دونوں سلطنتیں ملکر ایک ہو سکیں۔

گنتھرم اپنے وعدوں پر برابر قائم رہا۔ وہ امن کے ساتھ اپنے علاقے میں جو عہد نامے کے ذریعے سے اُسے ملا تھا۔ آباد رہا۔ اور الفریڈ کے علاقہ پر دست اندازی کرنے کی کبھی کوشش نہ کی۔ جب کبھی ڈین لوگوں کی اور جماعتیں ساحل پر اُترتیں جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا تھا تو وہ اُن کی مدد نہ کرتا۔ اس عرصے میں وہ اپنا سارا وقت اور توجہ اپنی سلطنت کے مختلف محکموں کو از سر نو ترتیب دینے۔ نئے نئے شہر آباد کرنے۔ قلعوں کی مرمت اور مضبوطی۔ سڑکوں کی تعمیر اور عدالتوں کے قائم کرنے اور اسی طرح کے اور ضروری انتظامات میں صرف کرتا رہا

الفریڈ اپنی زندگی بھر رحم دل کے لئے بہت ہی مشہور تھا۔ اور بہت سی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں جن میں اُس نے مظلوم کی حق رسی کی۔ مصیبت زدہ کی حاجت روائی کی۔ غمزدہ کو تسلّی دی۔ اور بیچاروں کی مدد کو پہنچا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اُس نے ایک بچے کے رونے کی آواز سُنی جو اوپر کی طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ بہت دیکھ بھال کے بعد معلوم ہوا کہ ایک عقاب کے گھونسلے میں سے جو ایک درخت کی بلند چوٹی پر واقع تھا۔ یہ آواز آتی ہے گھونسلے میں جانے سے معلوم ہوا کہ ایک بچہ اُس کے اندر پڑا درد اور خوف کے مارے چلّا رہا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ عقاب اُسے کہیں سے اُٹھا لایا ہے۔ الفریڈ نے لڑکے کو اُتروا منگایا اور اُس کے والدین کی بہت کچھ تحقیقات کروائی۔ لیکن جب کچھ پتہ نہ لگا تو اُس نے اُسے اپنا متبنّٰے کر لیا۔ اُسے اچھی طرح سے تعلیم دلوائی اور اُس کی آئندہ زندگی کے لئے عمدہ طور سے بندوبست کر دیا۔

خاص باتیں جن کے سبب سے بنی آدم کی آنکھیں الفریڈ کے خصائل پر لگ گئیں وہ یہ تھیں کہ وہ انسانیت اور فیاضی کی روح سے معمور تھا اور باوجود اس کے کہ ابتدائی زمانے سے وہ جنگ وجدل میں مشغول رہا تھا۔ امن و صلح کے حامی اور شیدائی [illegible] بہت [illegible] دکھایا

که دانش اور انتظام اور عدل ہی ایسی چیزیں ہیں جو کسی ملک کے انتظام و
حکومت میں دخل پانے سے اُسے سچّی عظمت کو پہنچاتے ہیں۔ اُس نے اُنہیں
باتوں کو اپنا دستور العمل مُقرر کیا +

الفریڈ نے اپنی سلطنت کے باقی سالوں کو سب سے زیادہ اپنے ملک کے
انتظام و بند وبست کو تکمیل کرنے میں خرچ کیا۔ اُس کی قوم بالکل ناتراشیدہ
اور نامُہذّب حالت میں تھی۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس سے آغاز زندگی کے وقت
قریباً نیم وحشی حالت میں تھی۔ اُسے سب کچھ شروع سے کرنا پڑا۔ اور
معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُسے اُن سب باتوں کو سرانجام کرنے کے لئے بہت عمدہ
موقعے حاصل نہیں تھے +

الفریڈ کو اپنے لوگوں کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ اُس زمانہ میں کتابوں کی عدم
موجودگی اور کافی تعداد کے مہیّا کرنے کے وسائل نہ ہونے کے سبب عوام النّاس
کی تعلیم کا انتظام ناممکن تھا۔ چونکہ کتابیں بڑی محنت سے قلمی لکھی جاتی تھیں
اور بڑی قیمت پر دستیاب ہوتی تھی۔ اسلئے آبادی کا بہت بڑا حصّہ جو کاشتکاری
محنت وغیرہ میں مشغول تھا۔ جاہل رہتا تھا۔ لیکن الفریڈ نے حتّی الامکان
ہر طرح سے کوشش کی کہ اعلےٰ جماعتوں میں علوم و فنون کے حاصل کرنیکا
شوق پیدا کر دے۔ اُس نے اپنی ذات کو اُن کے لئے ایک بڑا نمونہ ٹھیرایا۔
کیونکہ وہ اپنے عہد سلطنت کے سخت مصروفیت کے زمانہ میں بھی بڑی محنت
سے مطالعہ کتب میں مشغول رہتا تھا۔ اُس کی جانفشانی اور وہ ترتیب جس
کے مطابق اُس نے اس کام کو انجام دیا اُس کے لاطینی زبان کے مطالعہ سے
ظاہر ہوتی ہے +

الفریڈ نے تمام قلعہ جات کی جو لڑائیوں میں شکستہ ہو گئے تھے مرمّت کرائی
غیر آباد شہروں کو از سر نو تعمیر کرایا۔ میونسپلٹیاں قایم کیں۔ راہب خانوں کو
بحال کیا اور بڑی کوشش سے عالم اور دیندار آدمیوں کو تیار کر کے اُن کا

منتظم ٹھیرایا۔ اس کے علاوہ اُس نے سلطنت کے قوانین کی ترمیم و ترتیب بھی کی۔

الفریڈ کے ذاتی اوصاف نے اُسے لوگوں کے درمیان بہت کچھ ہر دلعزیز کر دیا اور اس سبب سے جو بیشمار تبدیلیاں اور اصلاحیں اُس نے ملکی اُمور میں کیں اُنکو وہ بڑی خوشی سے قبول کر لیتے تھے۔ وہ بڑا نیک طینت اور خوش مزاج آدمی تھا۔ بڑا صابر اور برداشت کرنے والا ایسا تھا۔ کہ جن لوگوں کو کام میں لگاتا تھا۔ اُن سے سخت گیری نہیں کرتا تھا۔ اور اگر اُن سے تصور ہو جاتا۔ تو غضبناک ہو کر سزا نہیں دیتا تھا۔ وہ کبھی متفکر یا بےچین نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی امر کے لئے بےصبر یا بےقرار ہوتا تھا۔ نہ کبھی جوش میں آتا تھا بلکہ ہمیشہ مطمئن دور اندیش مستقیم طبع ثابت قدم رہتا تھا۔ اور اپنے اردگرد کے لوگوں میں بھی یہی روح پھونک دیتا تھا۔ وہ عیش و عشرت کا ہرگز شائق نہ تھا شان و شوکت اور ظاہری نمائش اسے ہرگز پسند نہ تھی۔ اُس کی دلی خواہش یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے اپنے لوگوں کی بہبودی اور مرفہ حالی کو ترقی دے۔

الفریڈ نے اپنے وقت کو بھی تقسیم کر رکھا تھا۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں ایک تہائی خواب و آرام اور تفریحات کے واسطے رکھتا تھا۔ ایک تہائی کاروبار کے واسطے اور باقی ایک تہائی مذہبی فرائض کی بجا آوری اور مطالعۂ کتب کے لئے۔

الفریڈ نے اپنے شکست خوردہ دشمن ہیسٹنگز کے انگلستان سے چلے جانے کے قریباً تین سال بعد وفات پائی۔ اس عرصے میں بھی اُس کو فقط اسی بات کا شوق رہا کہ اپنی سلطنت کی بہبودی اور سرسبزی کو ترقی دے۔ وہ بڑی محنت و جانفشانی سے مظلوموں کی دادرسی کرنے۔ برائیوں اور خرابیوں کی درستی میں مشغول رہا۔ عدالتوں کو اس طور پر ترتیب دیا کہ انصاف میں کسی کی رو رعایت نہ ہو۔ وہ ہر ایک عہدے دار سے خواہ کسی رتبے کا کیوں نہ ہوتا اُسکی متعلقہ خدمات کا پورا پورا حساب لیتا تھا۔ دار العلوموں اور شفا خانوں کے

نقصوں کی اصلاح کر کے قاعدوں کی پابندی کو قائم کیا۔ اور ان سب چیزوں کو ایسی محبّت اور دوراندیشی سے سرانجام دیا کہ کبھی کسی کو مخالفت کرنے کی نوبت نہ آئی۔

جب الفریڈ کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے اپنے بیٹے ایڈورڈ کو بلا کر یہ آخری ہدایات کیں:-

"اے میرے پیارے بیٹے۔ میرے پاس بیٹھ جا اور میں تجھے سچّی ہدایات دونگا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب ہے۔ میری قوت جاتی رہی اور میرا چہرہ بالکل اُتر گیا ہے۔ میرے دن تمام ہو گئے۔ اور اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہونا ضرور ہے میں دوسرے جہان کو جاتا ہوں۔ تو یہاں اکیلا اُن تمام چیزوں پر قابض ہوگا۔ جو اب تک میرے قبضے میں تھیں۔ میرے پیارے فرزند۔ میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ تو اپنے لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہونا۔ بچّوں کا باپ اور بیوہ کا یار و مددگار رہنا۔ غریبوں کو تسلّی دینا کمزوروں کی حفاظت کرنا اور اپنی ساری طاقت سے بدی کی اصلاح کرنا۔ اور اے میرے بیٹے۔ قانون کے مطابق اپنا چال چلن سدھار۔ تب خدا خود تیرا انعام ہوگا۔ اپنی تمام ضرورتوں میں اُسی سے صلاح طلب کر اور وہ تیری تمام خواہشوں کے پورا کرنے میں تیرا مددگار رہوگا"۔

الفریڈ اعظم واقعی ایک نیک دل فرمانروا تھا اور اپنی قوم و ملک کا سچّا خیرخواہ اور مددگار۔ اُسکی زندگی حب الوطنی کا ایک مرقع ہے۔

سچی آزادی اور انصاف کا حامی

شاہ جان تخت انگلستان پر ۱۱۹۹ء میں بیٹھا۔ مگر وہ بڑا شریر۔ خود غرض۔ کمینہ۔ ظالم اور فریبی تھا۔ اس نے اپنے بھتیجے آرتھر کو قید کر کے ہلاک کر دیا اُس نے ظلم و ستم کے ذریعہ سے اپنے آپ کو دولت مند بنانا چاہا۔ وہ دولتمندوں کی دولت جبراً چھین لیتا۔ اور جب جی چاہتا کسی قسم کا ناقابل برداشت ٹیکس لوگوں پر لگا دیتا تھا۔ اُس نے ایک یہودی کو جسنے اُسے ایک بڑی رقم دینے سے انکار کر دیا تھا۔ قید میں ڈال دیا۔ اور ہر روز ایک یہودی سے کچھ رقم طلب کرتا۔ اور اگر وہ نہ دیتا۔ تو اُسکے دانت اکھڑوا تا تھا۔ تکلیف سے تنگ آکر بیچارے یہودی کو ظالم بادشاہ کی خواہش پوری کرنا پڑتی تھی۔ اسی قسم کا سلوک دولتمند امیروں سے بھی کیا جاتا تھا۔ امیر و غریب سب ہی اُسکے ظلم سے نالاں تھے۔ اُس کے پاس غیر ملک والوں کی ایک فوج تھی۔ جو اُس کے اشاروں پر چلتی اور اُسکی ظالمانہ خواہشوں کے پورا کرنے میں مدد دیتی تھی۔ جان نے روم کے پوپ سے اس بات پر جھگڑا کیا۔ کہ اُس نے اُسکے خزانچی کو کیوں بشپ نہیں مقرر کیا۔ اور اسٹیفن لینگٹن کو جو ایک فاضل شخص تھا کیوں بشپ مقرر کیا پوپ نے ناخوش ہو کر جان کو کلیسیا سے خارج کر دیا۔ جب جان نے دیکھا۔ کہ انگلستان کے لوگ اُس کی ستم رانی سے تنگ آکر اُس کے خلاف ہو گئے ہیں اور فرانس والے انگلستان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اُس نے پوپ کے حکم کی اطاعت قبول کر لی ہو

انگلستان کے اُمرا چاہتے تھے۔ کہ نہ صرف دینی خادم ہی بلکہ دنیادار امیر غریب سب ہی بادشاہ کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔ پس انہوں نے ایک

فوج فراہم کی۔ اور پینگٹن سے جو بڑا عالی حوصلہ اور فراخ دل تھا۔ مدد مانگی۔ اس خدا ترس نے لوگوں کا ساتھ دیا۔ اور ایک مسودہ چند ضروری مطالبات کا تیار کیا۔ اور اُسکی منظوری شاہ جان سے لینا چاہی۔ جان نے قہراً جبراً اور بادلِ ناخواستہ منظوری دی۔ اور مسودے پر دستخط بھی کر دیئے۔ یہ سنہ ۱۲۱۵ء کا واقعہ ہے۔

مطالبات کے اس مسودہ کو میگنا چارٹا یا گریٹ چارٹر یعنی "قانونِ عظیم" کہتے ہیں۔ اُس کی خاص باتیں یہ ہیں:-

(۱) ہر شخص آزادانہ اور جلد انصاف پا سکے۔

(۲) ناجائز طریقہ میں نہ کسی کو گرفتار کیا جائے۔ اور نہ کسی کا مال و اسباب چھینا جائے۔

(۳) رعایا سے جو ٹیکس لیا یا اس پر مقرر کیا جائے۔ اُس پر گریٹ کاؤنسل یعنی ملکی مجلس کا اختیار ہو۔ مگر یہ تین قسم کی رقم اُس سے مستثنٰی تھیں۔ یعنی بادشاہ کے بڑے بیٹے کو نواب بنانے کے لیے جتنے روپیہ کی ضرورت ہو۔ بادشاہ کی بڑی بیٹی کی شادی کے خرچ کی رقم۔ بادشاہ کے ذاتی جرمانہ کے لیئے روپیہ۔

اس قانون کے منظور ہونے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ بادشاہ کسی سے روپیہ لے سکتا تھا۔ اور نہ کسی کا مال۔ وہ کسی کو بلا حکم عدالت کے نہ قید کر سکتا تھا۔ اور نہ ہلاک۔ اور نہ کسی کو گرفتار کر سکتا تھا۔ نہ بادشاہ رعایا پر اپنی مرضی سے ٹیکس لگا سکتا تھا۔ قانون کا منظور کرنا اور بات ہے۔ اور اُس پر عمل کرنا اور بات۔ جان کی نیت یہ نہ تھی کہ وہ اس قانون پر عمل کرے۔ موقع پاکر اُس نے غیر ملک سے فوج بلائی۔ اور جن لوگوں نے اُسکی مخالفت کی تھی۔ اُن کو ملک بدر کر دیا اور قانون کو پامال کیا۔ لوگوں نے شاہ فرانس سے مدد مانگی۔ جان اُس کی فوج کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ مگر راستہ میں دل شکستہ ہو کر سنہ ۱۲۱۶ء میں فوت ہو گیا۔ اچھا ہوا۔ "خس کم جہاں پاک"۔

جان کے بعد اُسکا بیٹا ہنری سوئم کے نام سے وارث تاج و تخت ہوا۔ یہ عجیب انسان تھا۔ بڑا ہو کر وہ بھی رعایا کے لیئے وبالِ جان ثابت ہوا۔ اگرچہ وہ ظالم

تو نہیں تھا۔ تاہم کمزور طبیعت۔ فضول خرچ اور غیر ملک والوں پر خلاف انصاف مہربانی کرنے والا وہ سرکاری روپیہ کو فضول باتوں میں خرچ کرتا تھا۔ اُسے اسبات کی مطلق پرواہ نہ تھی۔ کہ اُسکا کوئی ملکی فرض بھی ہے۔ اُس نے اپنی ماں اور بیوی کے رشتہ داروں پر جو غیر ملک کے رہنے والے تھے بیجا عنایات کیں۔ اور انگلستان کے مستحق لوگوں کے حقوق پامال کر کے رشتہ داروں کو قطعے۔ جاگیریں۔ نوابیاں اور بشپوں کے عہدے عطا کئے۔ جب پوپ انوسینٹ سوئم اٹلی کی جنگ میں شریک ہؤا۔ تو اُس نے انگلستان سے مالی امداد حاصل کرنے کیلئے لوگ بھیجے۔ ہنری نے دینی اور دنیوی لوگوں دونوں پر ٹیکس لگا کر پوپ کو روپیہ بھیجا۔

جب انگریزوں کی قوم انگلستان میں آئی تھی۔ تب ہی سے اُن کے ہاں ایک پارلیمنٹ چلی آتی تھی۔ حالانکہ اُس شکل میں نہیں جس میں کہ اب ہے۔ اُسکی ترکیب اور ہی قسم کی تھی۔ ہنری کی سلطنت کے ابتدائی ایام میں اس پارلیمنٹ میں "ہاؤس آف کامنز" تو تھا ہی نہیں۔ البتہ وہ موجودہ زمانہ کے "ہاؤس آف لارڈز" کی مانند تھی۔ اُس میں نواب جو جاگیروں کے مالک تھے۔ بشپ اور خانقاہوں کے مہنت شریک ہوتے تھے۔ ہنری اس پارلیمنٹ سے ٹیکسوں کی منظوری لیتا تھا۔ منظوری مل جاتی تھی۔ مگر رعایا اُس سے اس لئے ناخوش تھی۔ کہ وہ روپیہ کو غیر ملک والوں کی اغراض کی تکمیل کے لئے خرچ کرتا تھا۔

الغرض یہ کہ جان اور ہنری دونوں کی حکومت سے اہل انگلستان بالکل تنگ آگئے اور اس فکر میں تھے۔ کہ کوئی ایسا رہنما ملے۔ جو اُن کے حقوق مقرر کرائے اور بادشاہوں کے ظلم کو روکے۔ اُن کی یہ خواہش غیب سے پوری ہوتی۔ اور تائید یزدانی سے ایک ایسا شخص مل گیا۔ گویا اُن کے نخل تمنا میں پھل آیا۔ اور "ہرچہ از غیب برآید دکارے بکند" کی مثل پوری ہو گئی۔

یہ شخص غیر ملک کا رہنے والا تھا۔ وہ ایک نواب تھا۔ اور خود ہنری کا رشتہ دار یعنی حقیقی بہنوی۔ بڑا قابل اور مجسم اخلاق تھا۔ اُسے لوگ "سر سائمن راستا" کے نام

یاد کیا کرتے تھے۔ اسکی پیشوائی میں سنہ ۱۲۵۸ء میں آکسفورڈ کے مقام ایک پارلیمنٹ منعقد کی گئی جس میں ملک کے نواب ہتھیار باندھ کر شریک ہوتے۔ اور بہت سی تجاویز منظور کی گئیں جو انگریزی زبان میں پراویژنز آف آکسفورڈ یعنی "تجاویز آکسفورڈ" کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ اُن کی منشا کے مطابق "عنان حکومت بادشاہ کے ہاتھوں میں سے نکالکر بہت سی کونسلوں کے ہاتھوں میں رکھدی گئی"۔

نواب سائمن ڈی مانٹفورٹ کی کوششوں کا انجام یہاں تک تو اچھا ہوا۔ مگر کچھ عرصہ بعد اسکی وضع کردہ تجاویز پر عمل درآمد ہونا ترک کر دیا گیا۔ خودغرض نواب اور اُمرا جو مختلف کونسلوں کے ممبر تھے۔ وہ قانون کو پامال کرنے لگے اور اپنی ان حرکات نازیبا کے باعث بادشاہ کی مانند لوگوں کے دلوں سے اُتر گئے۔ نواب سائمن نے بہتیرا چاہا کہ قانون کی خلاف ورزی نہ کیجائے۔ مگر بیچارے کی ایک بھی نہ چلی۔

ملک میں کچھ عرصہ کے لئے پھر شور و شر اور ابتری کا دور دورہ ہو گیا۔ خودغرض نوابوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ کچھ بادشاہ کیطرف ہو گئے۔ اور کچھ نواب سائمن کی طرف۔ نواب سائمن کی طاقت دن بدن بڑھتی گئی۔ کچھ تھوڑے عرصہ پیشتر سے وہ لوگ جو اراضیوں کے مالک تھے۔ اپنے قائم مقاموں کو پارلیمنٹ میں اُن باتوں کے حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا کرتے تھے۔ جن کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ شہروں کی تجارت روبہ ترقی تھی۔ اور لوگ تجارتی فوائد کی قدر کرنے لگے تھے اور اپنی ضرورتوں کو خود ہی مہیا کرتے تھے۔ تجارتی شہروں میں لندن سب سے بڑا تھا مالکان اراضی اور تجارتی شہروں کے لوگوں نے اپنے نفع کی خاطر محب ملک سائمن کی طرفداری کی۔

نواب نے سنہ ۱۲۶۴ء میں ایک فوج جمع کی۔ اور بادشاہ پر چڑھائی کر کے اُسے لیوئیس کے مقام شکست دی۔ اور اُسے قید کر لیا۔ اُسکے بیٹے ایڈورڈ نے

اپنے کو خود ہی نواب کے حوالے کر دیا۔ نواب نے کوئی سال بھر سے زیادہ انگلستان میں حکومت کی۔ اُس نے اول بار شہروں کے قائمقام پارلیمنٹ میں بلائے۔ اُسکی خواہش تھی کہ ہر قسم کے لوگ مثلاً مالکان اراضی - دینی پیشوا - چھوٹے چھوٹے زمیندار - اور شہری خود ہی اُن باتوں کو پارلیمنٹ میں بیان کریں جن کی اُنہیں ضرورت ہو۔ نواب کی اس تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ ملکی معاملات میں کل ملک یا قوم کی رائے لی جائے - اور کل ملک یا قوم کی ضرورتیں معلوم کی جائیں۔

نواب سائمن جو انگلستان کا سچا خیر خواہ تھا۔ بڑی عمدگی اور انصاف کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔ ملک کا انتظام بہترین طریقہ میں کرنا اور درجہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا لیکن خود غرض نوابوں کی خود غرضیاں رنگ لائیں۔ جب وہ ملک کا دورہ کرتے کرتے اوبشام میں پہنچا تو شاہزادہ ایڈورڈ ایک چال سے قید خانہ سے نکلکر بھاگ گیا۔ بہت سے خود غرض نواب اُس کے جھنڈے تلے آگئے - اور انہوں نے نواب سائمن پر یورش کی۔ اسوقت نواب کے پاس چند نفس جانباز سپاہی تھے۔ گو نواب نے مقابلہ کیا۔ لیکن مارا گیا۔ اُسکی لاش کی بیحرمتی کی گئی۔ اور اُسکے حامیوں کو ہر طرح زیر کیا گیا - اور ۱۲۷۲ء میں ایڈورڈ اوّل انگلستان میں حکمرانی کرنے لگا۔

افسوس کہ بادشاہ ایڈورڈ اور اُسکے رفیقوں نے ایک سچے محب وطن کو نہ صرف ہلاک ہی کیا۔ بلکہ اُسکی لاش کی بیحرمتی بھی کی - یہ ایک سخت مذموم حرکت تھی - سائمن ملک کا سچا خیر خواہ تھا۔ وہ انصاف کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ وہ شخص تھا جس نے اُس پارلیمنٹ کی بنیاد ڈالی - جو اب تک انگلستان میں موجود ہے - اور جس پر سلطنت برطانیہ کو فخر ہے - اُسی کی کوشش سے پارلیمنٹ میں ملک کی سچی قائم مقامی کا وجود نمودار ہوا - اور ہاؤس آف کامنز کی ابتدا ہوئی - سائمن کا نام قیامت تک تاریخ میں اس لیئے یادگار رہیگا کہ :-

"جس نے دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان قربان کر دی"۔

خودرائے اور ستمگر بادشاہ کا انجام

ساری دنیا پر اور خصوصاً اُن لوگوں پر جو کتب بینی کرتے ہیں آشکارا ہے - کہ انگلستان میں شاہ چارلس اول کو رعایا نے کیوں قتل کیا تھا؟ یہ بادشاہ ۱۶۲۵ء میں تخت نشین ہوا - اُس نے اپنے عہد میں پہلے پارلیمنٹ اس غرض سے قائم کی کہ اسپین کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے لیئے پارلیمنٹ سے روپیہ طلب کرے - پارلیمنٹ نے تھوڑا سا روپیہ منظور کیا اور کہا کہ جب تک بادشاہ وزیر اعظم کے عہدے پر بوکنگھم کو رکھے گا تب تک زیادہ روپیہ نہیں دیا جائیگا - اس وزیر کی عادات سے کل ملک ناخوش تھا - شاہ چارلس پارلیمنٹ کی اس بات پر جو ملک کی قائم مقام تھی ناخوش ہو گیا - اور اُس نے پارلیمنٹ توڑ دی ۔

بوکنگھم نے بادشاہ کو یہ رائے دی کہ چاہے پارلیمنٹ روپیہ دے یا نہ دے لیکن اسپین کو ایک فوج روانہ کی جائے - اُس کے پاس اسقدر روپیہ موجود ہے - کہ کیڈز کو ایک مہم روانہ کر سکے - بادشاہ نے اس رائے پر عمل کر کے ایک مہم روانہ کی جو ناکام واپس آئی ۔

چارلس نے مجبوراً دوسری پارلیمنٹ قائم کی - جس میں بوکنگھم پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ ملک کو برباد کر کے خود دولت حاصل کرنا چاہتا ہے - اسلئے بکنگھم پر مقدمہ قائم کیا گیا - لیکن باضابطہ کارروائی شروع ہونے سے پیشتر ہی بادشاہ نے پارلیمنٹ توڑ دی - بادشاہ کو روپیہ کی ضرورت تھی - اس لیئے اُس نے رعایا سے روپیہ طلب کیا - لیکن کسی نے بھی کچھ نہ دیا - کسی نے بادشاہ سے کہا کہ روپیہ خواہ منظوری سے لیا جائے - یا قرض لیکن بادشاہ کو واپس نہیں دینا پڑتا ہے اس لئے جبریہ "قرض" وصول کیا جائے - نادان بادشاہ نے اس بات کو تسلیم

کر کے دولتمندوں سے "جبریہ قرض" طلب کیا۔ جن لوگوں نے دینے سے انکار کیا۔ انہیں اُس نے قید کر دیا۔ قید کے خوف سے بہت سے لوگوں نے قرض دیدیا۔ "جبریہ قرض" ایک قسم کا ظلم تھا!

دوسری پارلیمنٹ کے توڑنے کے بعد ایک سال کے اندر اندر چارلس نے فرانس اور اسپین سے جھگڑا کر لیا۔ شاہ فرانس اور اُسکی پروٹسٹنٹ رعایا میں جنگ ہو رہی تھی۔ اور لاروشل کا محاصرہ فرانس کی شاہی فوج کئے ہوئے تھی۔ بکنگھم محصورین کی مدد کے لیئے ایک فوج لیکر گیا۔ مگر ناکام واپس آیا۔

چارلس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ کہ جنگ جاری رکھے۔ اور کسی نہ کسی طرح لاروشل کو شاہ فرانس کے ظلم سے رہائی دلائے۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس روپیہ ختم ہو گیا تھا۔ اسلیئے اس نے تیسری پارلیمنٹ قائم کی۔ اس پارلیمنٹ میں رعایا نے "عرضداشت حقوق" پیش کی جسمیں کچھ مطالبات درج تھے۔ اُن میں سے خاص خاص یہ ہیں:-

(۱) بادشاہ بلامنظوری پارلیمنٹ کے نہ تو ٹیکس لگائے اور نہ "جبریہ قرض" وصول کرے۔ (۲) بادشاہ کسی آدمی کو بلا اسباب کے اظہار کی کہ اس نے کیا جرم کیا ہے اور عدالت میں اُسکے جرم کی سماعت کرائے بغیر قید خانہ میں نہ بھیجے۔ اگرچہ چارلس ان باتوں کے منظور کرنے کے لیئے دل سے راضی نہیں تھا۔ لیکن روپیہ کی خاطر جسکی اُسے اشد ضرورت تھی اُس نے بادل نخواستہ منظور کیا۔ اور "عرضداشت حقوق" مستقل قانون ہو گیا۔ اور بادشاہ کو پارلیمنٹ نے روپیہ دیدیا۔

بادشاہ نے ایک فوجی مہم تیار کی اور اُسے بکنگھم کی ماتحتی میں لاروشل کے باشندوں کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔ انگلستان والے بکنگھم سے اسلیئے نفرت کرتے تھے۔ کہ وہ بادشاہ کو ملک کا روپیہ فضول کاموں میں خرچ کرنے کی رائے دیتا تھا۔ اور یہ بات تھی بھی سچ۔ اسلیئے جب بکنگھم فوج کی کمان لینے کے پورٹس متھ

پہنچا تو ایک شخص جان فیلٹن نے اُسے ہلاک کر دیا۔ یہ شخص بعد میں گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ لیکن ایک ایسے شخص سے جو ملک کی بربادی کا موجب تھا کل انگلستان کو نجات دلا گیا۔

چارلس جو بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کرنا چاہتا تھا۔ بکنگھم کے قتل سے اُسکے ہاتھ ایک بہانہ آگیا۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ تو چارلس اور پارلیمنٹ میں کئی باتوں پر اختلاف ہوا۔ اول تو پیوریٹن فرقے والے چند مذہبی اصول کی اشاعت چاہتے تھے۔ اور چارلس اُن کی اشاعت کے خلاف تھا۔ پھر جو مال ملک میں آتا تھا اور ملک سے باہر جاتا تھا۔ اُن پر محصول لگایا جاتا تھا۔ ان محصولوں کا نام ٹنج اور پونڈج تھا جو بادشاہ اور ملکہ چارلس سے پیشتر گذرے تھے۔ ان محصولوں کا روپیہ پارلیمنٹ نے عمر بھر کے لئے وقف کر دیا تھا۔ مگر چارلس نے اپنی پارلیمنٹ اس سوال کے پیش ہونے سے پیشتر ہی توڑ دی تھی کہ آیا ان محصولوں کا روپیہ اسے دیا جائے یا نہیں گویا بلا منظوری پارلیمنٹ وہ ان محصولوں کو وصول کرتا رہا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں پارلیمنٹ کی منظوری ضروری تھی چارلس کا اس منظوری کے بغیر روپیہ وصول کرنا خلاف قانون تھا۔ جن لوگوں نے اس محصول کے دینے سے انکار کیا اُن کا مال و اسباب چارلس نے ضبط کر لیا۔

جن لوگوں کا مال اس طریقہ میں ضبط کرایا گیا تھا۔ اُن میں سے ایک شخص سر جان ایلیٹ بھی تھا۔ جو ایک معزز شخص تھا۔ ہاؤس آف کامنز میں ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ محصول گھر کے جن ملازموں نے سر جان کا مال ضبط کیا ہے۔ اُن کو طلب کر کے سزا دی جائے۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ انہوں نے میرے حکم سے ایسا کیا۔ اس لئے ان کو سزا نہیں مل سکتی۔ چارلس کی یہ بھی ایک نادانی اور ہٹ دھرمی تھی۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس دوبارہ ہوا۔ تو بھی بادشاہ نے ملتوی کرنے کے لئے حکم بھیج دیا۔ اس وقت دو نڈر دلیر ممبروں نے اس بنا پر کہ جب تک ہاؤس آف کامنز کا اسپیکر اپنی کرسی سے نہ اُٹھ جائے۔ تب تک اجلاس برخاست نہیں سمجھا جاتا۔ اسپیکر کو کرسی پر سے

نہیں اُٹھنے دیا۔ گویا پارلیمنٹ ترکی بہ ترکی کارروائی کرنے لگی۔ اُسوقت سرجان ایلیٹ نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ جو کوئی ان اصول کی اشاعت کرے۔ جن کو پیورٹن غلط سمجھتے ہیں۔ یا جو کوئی پارلیمنٹ کی منظوری بغیر محصول دے یا لگائے وہ ملک کا دشمن ہے۔ سارے ممبروں نے "درست درست" کا آوازہ بلند کیا۔ اتنے میں بادشاہ بھی آگیا۔ اور اُس نے پارلیمنٹ کو توڑ دیا۔ اس طرح چارلس کی تیسری پارلیمنٹ کا ۱۶۲۹ء میں خاتمہ ہوگیا ✤

تیسری پارلیمنٹ کے توڑنے کے بعد چارلس نے یہ ارادہ کرلیا کہ وہ بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کریگا۔ اُس کی یہ خواہش بھی خلاف قانون تھی۔ پارلیمنٹ توڑکر چارلس نے سرجان ایلیٹ کو اور بہت سے ممبروں کو لنڈن ٹاور میں قید کردیا۔ سرجان وہیں فوت ہوگیا۔ دو ممبروں پر جنہوں نے اسپیکر کو کرسی سے نہیں اُٹھنے دیا تھا۔ بھاری جرمانہ کیا گیا ✤

چارلس اپنی ضد پر قائم رہا۔ اور دن بدن زیادہ ظلمرانی اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتا رہا۔ اُس کے عہد میں رعایا میں مذہبی باتوں میں بھی کچھ اختلاف تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ وہ جس طریقہ میں چاہیں یا جس طریقہ کو سچا سمجھیں۔ اُسی کے مطابق عبادت کریں۔ مگر چارلس اِس کے خلاف تھا۔ ولیم لاڈ جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا۔ اُسکی رائے تھی۔ کہ انگلستان کے کل گرجوں میں ایک ہی سی مذہبی رسوم ادا کی جائیں۔ مگر بعض پادری اس کے خلاف تھے ✤

ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں انگلستان میں ایک عدالت "ہائی کمیشن کورٹ" کے نام سے قائم کی گئی۔ اُس میں اُن پادریوں پر مقدمہ چلایا جاتا تھا۔ جو "نماز کی کتاب" کو پورے طور پر گرجوں میں نہیں پڑھنا چاہتے تھے۔ بلکہ اُس کے ایک حصے کو چھوڑ دیتے تھے۔ یا جو اُن اصول کے خلاف تھے۔ جو نماز کی کتاب میں درج تھے۔ چنانچہ چارلس کے زمانہ میں ولیم لاڈ کی کوشش سے بہت سے پادریوں

پر اس عدالت میں مقدمہ قائم کیا گیا۔ اُن میں سے بہتوں کو پادری کی خدمت سے علیحدہ کیا گیا۔ اور بہت سے ملک بدر کئے گئے۔ یہ ایک بہت بُری بات تھی کہ اُن کو اُن کے عقیدے کے خلاف کسی بات کے کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جس طریقہ میں چاہے اُس میں عبادت کر سکے۔

شاہ ہنری ہفتم کے عہد میں انگلستان میں ایک عدالت "کورٹ آف اسٹار چیمبر" کے نام سے قائم کی گئی تھی۔ وہ اس لئے قائم کی گئی تھی۔ کہ بڑے بڑے لڑاکوں کو سر نہ اُٹھانے دیا جائے یا جو لوگ گورنمنٹ وقت کو الزام لگاتے ہیں۔ اُن کو درست کیا جائے۔ اس قسم کے لوگوں کو اس عدالت میں مقدمہ قائم کر کے سزا دیجاتی تھی۔ چارلس اس عدالت میں اُن لوگوں کے ساتھ جو اُس کی خلاف قانون افعال کی مخالفت کرتے تھے۔ بڑا بُرا سلوک کرتا تھا۔ بعض کے کان کٹواتا تھا۔ بعض کو قید کرتا اور بعض پر جرمانہ۔ اس عدالت میں جیوری یعنی پنچ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دو جج اور شاہی کونسل کے ممبر۔ یہ لوگ بادشاہ کے مطیع تھے۔ یہی لوگوں پر الزام لگاتے اور سزا کا حکم صادر کرتے تھے۔ گویا اس عدالت کی ساری کارروائی خلاف قانون اور سراسر ظلم تھی۔

کچھ عرصہ تک چارلس بلا پارلیمنٹ کے حکومت کرتا رہا۔ وہ سوداگروں سے محصول کا روپیہ وصول کرتا رہا۔ اسپین اور فرانس سے اُس نے صلح کر لی۔ اس لئے برّی اور بحری فوج کا کوئی خرچ نہ رہا۔ امن کے زمانہ میں ملک کی تجارت کو ترقی ہوئی۔ اسلئے چارلس کو محصول میں زیادہ روپیہ آنے لگا۔ فرانس اور اسپین کی بحری فوج کو دیکھ کر چارلس کے دل میں یہی اُمنگ پیدا ہوئی۔ کہ مضبوط جنگی بیڑہ بنایا جائے۔ تاکہ ملک کی تجارت کو ترقی ہو۔ اور ملک کے سواحل کی حفاظت۔

چارلس کا یہ خیال درست اور مفید تھا۔ اس کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ روپیہ حاصل کرنے کی سب سے بہتر ترکیب یہ تھی۔ کہ چارلس ایک پارلیمنٹ قائم کرکے

اُس سے منظوری لیتا۔ لیکن چونکہ اُسے یہ خوف تھا۔ کہ پارلیمنٹ اُسے اُن باتوں کے لئے مجبور کریگی جنہیں وہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے پارلیمنٹ قائم نہیں کی۔ بلکہ ایک قانون دان کی رائے سے اُس نے ساحل پر کے شہروں اور قصبوں کے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ساحل اور تجارت کی حفاظت کے لئے اپنے خرچ سے جہاز مہیّا کریں۔ یہ جہاز اتنے بڑے اور مضبوط ہوں کہ کسی ملک کے جہاز اُن کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ دوسرے سال اُس نے اُن کو حکم دیا کہ اگر جہاز مہیّا نہیں کر سکتے۔ تو اُن کے بنانے کے لئے روپیہ دیں۔ ساحل کے شہروں اور قصبوں نے روپیہ دیدیا۔ ایک سال بعد اُس نے انگلستان کے کل لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بھی جہازوں کے لئے روپیہ دیں اس روپیہ کا نام "شپ منی" رکھا گیا۔ جان ہیمپڈن جو بکنگھم شائر کا افسر تھا۔ اُس نے یہ روپیہ کے دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے ایک عدالت میں بارہ ججوں کے روبرو اُس پر مقدمہ قائم کرایا۔ بارہ میں سے سات ججوں نے بادشاہ کے رعب سے یہ فتویٰ لگایا۔ کہ بادشاہ کو اس روپیہ کے وصول اور طلب کرنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن انگلستان کے کل لوگوں کی رائے اسکے خلاف تھی ◆

پھر چارلس نے اسکاٹ لینڈ کے لوگوں سے مذہبی باتوں پر جھگڑا کیا اور اُن پر فوج کشی کی۔ لیکن روپیہ کی قلت اور فوج کی ناقابلیت کے باعث اُن سے صلح کر لی۔ پھر اسٹرافرڈ کی رائے سے ایک پارلیمنٹ اپریل سنہ ۱۶۴۰ء میں قائم کی۔ ہاؤس آف کامنز نے کہا کہ اول تو بادشاہ اسکاٹلینڈ والوں سے ہمیشہ کے لئے صلح کرے۔ اور یہ وعدہ کرے کہ وہ پھر شپ منی نہ لگائیگا۔ چارلس اور اُس کے مشیر اسٹرافرڈ کو یہ باتیں منظور نہ تھیں۔ اس لئے چارلس نے پارلیمنٹ کو توڑ دیا۔ یہ پارلیمنٹ تھوڑے ہی دن قائم رہی۔ اس لئے وہ شارٹ پارلیمنٹ یعنی مختصر مجلس کے نام سے مشہور ہے ◆

چارلس نے ابھی اسکاٹلینڈ سے جنگ کا خیال ترک نہ کیا۔ اُس نے روپیہ

کی سپیل کو اسٹرافرڈ کے سپرد کر دیا۔ جس نے مختلف ناجائز طریقوں میں لوگوں سے روپیہ وصول کیا۔ لیکن اُس سے بھی فوج کا خرچ نہیں چل سکتا تھا۔ مزید براں فوج جو فن حرب سے ناواقف تھی وہ اسکاٹ لینڈ سے جنگ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جنگ میں اسکاٹلینڈ والے غالب رہے۔ اور چارلس نے کچھ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے اُن سے صلح کرنا چاہی۔ روپیہ کا ملنا دشوار تھا۔ اس لئے چارلس نے مجبوراً ایک اور پارلیمنٹ قائم کی جو "لانگ پارلیمنٹ" یعنی "طویل مجلس" کہلاتی ہے کیونکہ وہ بہت عرصہ تک قائم رہی۔ اُسکا پہلا اجلاس ماہ نومبر ۱۶۴۰ء میں ہوا۔

اس پارلیمنٹ نے اول تو اول لوگوں کو رہائی دلوائی جن کے کان کٹوا کر قید کیا گیا تھا۔ پھر چارلس کے خاص مشیروں اسٹرافرڈ اور لاڈ پر بہت سے الزام لگا کر اُن کو ٹاور میں محبوس کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ اسٹرافرڈ بادشاہ کو سکھا کر انگلستان والوں پر ستم ڈھائیگا۔ اول تو ہاؤس آف لارڈز نہیں چاہتا تھا۔ کہ اسٹرافرڈ کو قتل کیا جائے۔ لیکن جب ہاؤس آف کامنز نے الزامات ثابت کر دیئے اور قتل پر زور دیا۔ تو لارڈز کو ماننا پڑا۔ چارلس نے کوشش کی کہ اسٹرافرڈ رہا کرا دیا جائے۔ اسلئے اُس نے ایک فوج بھیجی کہ ٹاور میں سے اُسے نکال لیا جائے۔ لیکن عام لوگوں نے فوج کو ٹاور کے پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔ اور بادشاہ اور ملکہ کے پاس وائٹ ہال میں پہنچکر دھمکی دی۔ بادشاہ قہراً جبراً مجبور ہو گیا۔ اور اسٹرافرڈ کو قتل کیا گیا۔ بادشاہ کے باقی بگاڑنے والے مشیر جان لیکر دوسرے ملکوں کو بھاگ گئے۔

اسکے بعد پارلیمنٹ نے بہت سے قوانین میں اصلاح کی۔ بادشاہ نے وعدہ کیا کہ وہ پارلیمنٹ کی منظوری بغیر پھر کبھی نہ تو شپ منی وصول کریگا۔ اور نہ محصول لگائیگا۔ "کورٹ آف ہائی کمیشن" اور "کورٹ آف اسٹار چیمبر" توڑ دی گئیں۔ اسکاٹلینڈ سے صلح کرا دی گئی۔ اور اسکاچ اور انگریزی فوج توڑ دی گئی۔ الغرض پارلیمنٹ نے یہ ساری باتیں اسلئے کیں کہ بادشاہ پھر کبھی سر نہ پکڑ کر رعایا پر ظلم نہ کر سکے۔ لیکن

یہ خیال خام تھا۔ گو چارلس نے ان باتوں کو ہو جانے دیا۔ لیکن دل سے نہیں کیونکہ اُن کا سخت مخالف تھا۔ اور اپنی مرضی کا مختار ہو کر رہنا چاہتا تھا۔

پارلیمنٹ میں اتفاق سے مذہبی امور پر جھگڑا ہو گیا۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں بھی مذہبی باتیں موجب اختلافات ہوئیں۔ آئرلینڈ میں بلوہ ہو گیا۔ پارلیمنٹ نے یہ تجویز کی۔ کہ آئرلینڈ کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کیجائے۔ لیکن ملک کے خیر خواہ جانتے تھے کہ فوج کی تقرری سے بادشاہ کو پھر ستمرانی کا موقع مل سکتا ہے۔ پس محب ملک جماعت کے سرغنہ پم اور ہیمپڈن نے ایک شکایت نامہ تیار کیا۔ جو گرانڈ ریمونسٹرینس کے نام سے مشہور ہے۔ اُس میں شاہ چارلس کی وہ بے عنوانیاں ظاہر کی گئیں جو اُسکی طرف سے عنان حکومت اختیار کرنے کے وقت سے ظاہر ہوتی رہی تھیں۔ اُسی میں یہ بھی خواہش کی گئی کہ چارلس بلا مرضی اور منظوری پارلیمنٹ کے وزیروں کو مقرر نہ کر سکے۔ نیز یہ درخواست بھی تھی۔ کہ مذہبی اختلافات جو ملکی تنزل کا زبردست سبب ہیں دور کرنے کے لئے پادریوں کی ایک جماعت مقرر کیجائے۔ یہ جماعت فیصلہ کرے کہ "نماز کی کتاب" میں کیا کیا اصلاحیں ہونی چاہئیں۔ چارلس نے ان باتوں کے منظور کرنے سے اس خیال کی بنا پر انکار کر دیا۔ کہ کامنز اُس کے خلاف اور لارڈز اُس کے موافق ہیں۔ اسپر پارلیمنٹ کے پانچ ممبروں کی نگرانی میں شہر کے لوگ بشپوں اور لارڈوں کو نکالنے کے لئے جمع ہوئے۔ بادشاہ نے پانچوں ممبروں کو مجرم گردانا۔ اور دغاباز ٹھیرایا۔ ہاؤس آف کامنز نے اُن کو بادشاہ کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ پارلیمنٹ میں گیا۔ وہ ممبر وہاں موجود نہ تھے۔ صبح کو اُسے معلوم ہوا کہ پانچوں ممبر شہر میں ہیں۔ اُس نے اہل شہر سے کہا کہ اُنکو بادشاہ کے حوالہ کیا جائے لیکن اہل شہر نے انکار کر دیا۔ اور اُس وقت سے بادشاہ اور کامنز میں کھلم کھلا دشمنی پیدا ہو گئی۔

چونکہ کامنز کو بادشاہ پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ اسلئے انہوں نے بادشاہ سے

یہ مطالبہ کیا کہ وہ ملیشیا فوج کے افسروں کے مقرر کرنیکا اختیار پارلیمنٹ کو دیدے۔ انگلستان میں اُس زمانہ میں کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی۔ بلکہ ملک کے سارے لوگ سال میں چند ہفتے باری باری سے فن حرب کی مشق کرتے اور پھر اپنے کاروبار میں لگ جاتے تھے۔ جب کوئی ہنگامہ ہوتا یا کوئی غنیم چڑھائی کرتا تو یہی فوج مقابلہ کرتی تھی۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ کو یہ اختیار دینے سے انکار کر دیا۔ وہ یورک چلا گیا۔ اور وہاں اپنے طرفداروں کو جمع کرنے لگا۔ جو لوگ ملک کے خیر خواہ نہیں تھے۔ وہ اُسکی طرف ہو گئے۔ اُن میں بہت سے کامنر اور بہت سے لارڈ بھی تھے۔ آخرکار اگست سنہ ۱۶۴۲ء میں چارلس نے شاہی جھنڈا نوٹنگھم کے مقام گاڑ دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھا کہ بادشاہ پارلیمنٹ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے۔ جن لوگوں نے بادشاہ کی طرفداری کی وہ کیویلیر یعنی "شہسوار" کہلاتے۔ اور جو مخالف تھے وہ طنزاً راؤنڈ ہیڈ یعنی "گول سر والے"۔

انگلستان میں سول وار یعنی خانہ جنگی۔ یا یوں کہو کہ محب ملک جماعت اور بادشاہ میں جنگ و جدل۔ جنگ شروع ہوئی۔ کبھی شاہی جماعت غالب رہی کبھی محبان ملک کی جماعت۔ سنہ ۱۶۴۳ء میں محبان ملک کی جماعت میں سے ہیمپڈن اور شاہی جماعت میں سے فاکلینڈ مارا گیا۔ سنہ ۱۶۴۴ء میں محبان ملک نے اسکاٹلینڈ کی فوج کی مدد سے شاہی فوج کو شکست فاش دی۔ اُسوقت سے بادشاہ کی ہار ہوتی رہی۔

اسوقت خود محبان ملک کی جماعت اختلاف پیدا ہونیکا اندیشہ ظاہر ہوا۔ محبان ملک میں بعض لوگ عقیدے کے لحاظ سے پریسبیٹیرین تھے جو چاہتے تھے کہ کوئی بشپ کلیسا میں مقرر نہ کیا جائے۔ بعض انڈیپنڈنٹ تھے جو چاہتے تھے کہ ہر کلیسا اپنے لئے اپنا مذہبی عقیدہ مقرر کرے۔ اور جو طریقہ اُس کی رائے میں مناسب ہو۔ اُسی کے لحاظ سے خدا کی پرستش کرے۔ اس فریق کا رہ

اور لیڈر کرامول تھا۔ سِول وار کی ابتدا ہوتی ہے۔ وہ محبّان ملک کی فوج میں کپتان مقرر کیا گیا۔ اُس نے اس مذہبی اختلاف کے مٹانے کی یہ تدبیر سوچی کہ جو شخص عمدہ اور جانثار سپاہی ہو۔ وہی فوجی عہدہ پر مامور کیا جائے۔ خواہ اُس کا عقیدہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طریقہ میں پارلیمنٹ کے ممبر چنے جائیں پریسبیٹیرین جماعت اس بات کے خلاف تھی۔ اور خوف تھا کہ بادشاہ کی طرفدار ہو جائے۔ بہت سے سپہ سالار اسی فرقہ کے تھے۔ پس محب ملک کرامول نے یہ تجویز پارلیمنٹ میں منظور کرائی۔ کہ کوئی ممبر پارلیمنٹ فوجی عہدے پر نہ مامور کیا جائے اور یہ کہ فوج میں ایک عہدہ جنرل یعنی سپہ سالار کا ہو۔ اور دوسرا لفٹننٹ جنرل یعنی نائب سپہ سالار کا اس تجویز کے منظور ہوتے ہی ممبران پارلیمنٹ میں سے جو لوگ فوج میں سپہ سالار تھے۔ وہ سپہ سالاری سے دست بردار ہو گئے۔ اگر کرامول یہ تجویز منظور نہ کراتا تو "محبان ملک" کو بادشاہ کے مقابلہ میں ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑتا۔ اس تجویز کے منظور ہونے سے خود کرامول فوجی سپہ سالاری سے علیحدہ ہو گیا۔ لیکن چونکہ وہ سب سے قابل سپہ سالار تھا۔ اس لئے "محبان ملک" نے اُسے علیحدہ نہ ہونے دیا۔ تاہم اُس نے سپہ سالاری کا عہدہ ایک اور فوجی عہدہ دار فیئر فیکس کو دلوایا۔ اور خود نائب سپہ سالاری قبول کی۔ گویا ملک کے نفع کے لحاظ اُس نے چھوٹا بنکر رہنا پسند کیا۔ اس اصلاح کے بعد "محبان ملک" کی فوج کا نام نیوموڈل یعنی "جدید نمونہ" رکھا گیا۔ جدید فوج نے ۱۶۴۵ء میں نیسبی کے مقام شاہی فوج کو بالکل تباہ کر دیا۔ چارلس نے بھاگ کر اسکاٹلینڈ میں پناہ لی۔ اسکاٹلینڈ والوں نے اُسے کرامول کے حوالہ کر دیا۔ کرامول نے "محبان ملک" کی رائے سے اُسے ہولمبی ہاوس واقع نارتھمپٹن شائر میں قید کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد "ہیمپٹن کورٹ" میں۔ وہاں سے بادشاہ کسی ترکیب سے نکلکر بھاگ گیا۔ اور جزیرہ وائٹ میں پہنچا۔

"محبان ملک" نے اُسکے پاس قاصد روانہ کئے۔ تاکہ جنگ کا خاتمہ کریں۔

اور ملک میں ترقی کے آثار پیدا کرنے کی تدابیر سوچیں۔ بادشاہ قاصدوں سے مشورہ بھی کرتا رہا۔ اور دوبارہ جنگ کرنے کے لئے درپردہ تیاریاں بھی کرتا رہا۔ موسم گرما میں اُسکے طرفداروں نے ویلس میں اور انگلستان کے مقام کینٹ اور اسی سیکس میں ہنگامہ کر دیا۔ اور ایک اسکاچ فوج نے اُسکے نام سے انگلستان پر حملہ کر دیا۔ چارلس نے جو اسوقت کیرسبرگ قلعہ میں تھا۔ باغی فوج سے جا ملنے کے لئے کوشش کی۔ مگر نہ جا سکا۔ فیئر فیکس اور کرامول نے بڑی پامردی کے ساتھ باغی فوج کو دبایا۔ اور اُس کو ایسی شکست دی کہ اُنھیں سر اُٹھانے کی تاب نہ رہی ٭

"محبان ملک" اِس بات پر چارلس سے بیحد ناراض تھے کہ اُس نے ایک فوج اُن کے مقابلہ میں کھڑی کر دی۔ پس فتح کے بعد انہوں نے اُسپر مقدمہ قائم کر کے اُسے قتل کرانا چاہا۔ مگر نہ تو کوئی ایسی عدالت موجود تھی اور نہ پارلیمنٹ کسی ایسی عدالت کو مقرر کر سکتی تھی۔ پس "محبان ملک" کی جو تیلی جماعت نے ہاؤس آف کامنز کے ۹۰ ممبروں کو نکال باہر کیا۔ لارڈز نے اس معاملہ سے بے تعلقی ظاہر کی۔ اسلئے اُن کو بھی پارلیمنٹ سے نکال دیا گیا۔ اور ایک عدالت "ہائی کورٹ آف جسٹس" یعنی اعلےٰ عدالت انصاف کے نام سے قائم کی۔ اور بادشاہ کو اُسمیں طلب کر کے اُسپر الزام لگایا۔ اور اُس سے صفائی طلب کی۔ مگر اُس نے صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ عدالت نے اُسپر قتل کا فتوےٰ صادر کیا۔ اور اُسکا سر وائیٹ ہال کے سامنے تن سے جدا کیا گیا ٭

اس طرح چارلس اور اُسکے مظالم کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ملک میں کرامول کا رائے سے کامن ویلتھ کے نام سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی۔ لوگوں نے کرامول سے درخواست کی کہ وہ بادشاہ کا لقب اختیار کرے۔ لیکن اُس نے اُس سے انکار کر دیا۔ البتہ اُس نے لوگوں کے کہنے سے لارڈ پروٹیکٹر یعنی "محافظ ملک" کا لقب اختیار کیا۔ اور ملک کے نظم و نسق کے لئے پارلیمنٹ مقرر کی۔

جس میں ہاؤس آف لارڈز نہیں تھا۔ بلکہ صرف ہاؤس آف کامنز ۔

انگلستان کا نامنصف بادشاہ اور انقلاب

یہ بالکل درست ہے کہ جو بادشاہ یا حاکم ساری رعایا کو ایک آنکھ سے نہیں دیکھتا بلکہ ایک فرقہ کی طرفداری کرتا اور دوسرے کی نہیں۔ یا جس فرقہ کو وہ پسند کرتا ہے اُسپر زیادہ مہربانی کرتا اور اُسکی ترقی درجات میں کوشاں رہتا ہے۔ وہ منصف نہیں ہے۔ بلکہ جابر و ظالم۔ انگلستان میں شاہ جیمس دوئم بھی اسی قسم کا بادشاہ گذرا ہے جس نے ۱۶۸۵ء سے لیکر ۱۶۸۹ء تک حکومت کی۔ اُس نے کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد کیتھولک فرقہ کے لوگوں پر بیجا عنایات کرنا شروع کیں ۔

جیمس کے عہد حکومت کا ایک نہایت ظالمانہ کام یہ ہے۔ کہ جب اُس نے منمتھ کو شکست دینے کے بعد اُسکے طرفداروں کا بُری طرح پر خون کرایا۔ ایک عدالت قائم کی۔ جسکا نام تاریخ انگلستان میں "بلڈی ایسیز" پڑگیا۔ یعنی محکمہ خونخواری اُس نے جیفریز کو منمتھ کے حامیوں کو سزا دینے کے لئے مامور کیا۔ اُس نے قصبہ ونچسٹر میں ایک بے گناہ بڑھیا عورت کو اس لئے قتل کرایا۔ کہ جن لوگوں کو وہ قتل کرانا چاہتا تھا۔ انہوں نے اُس ضعیفہ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ ڈورچسٹر میں اُس نے ۷۴ آدمیوں کو پھانسی دی۔ سمرسٹ شائر میں ۲۳۲ آدمیوں کو قتل کرایا۔ الغرض اُس نے ۳۲۰ آدمیوں کی جان لی۔ اور ۸۴۱ کو جزائر غرب الہند میں جلاوطن کردیا۔ اس ظالمانہ خدمت کے صلہ میں جیمس نے جیفریز کو لارڈ چینسلر کے عہدے پر ترقی دیدی ۔

جیمس کیطرف سے سب سے اول خلاف قانون کام یہ ہوا۔ کہ بحری جنگی محصول جو شاہ چارلس نے ایک عہد نیک کیواسطے لگایا۔ اور اُٹھا دیا گیا تھا۔ اپنے لئے بھی جاری

رکھا اور وہ بھی بلا منظوری پارلیمنٹ کے +

جب جیمس کو منمتھ کے حامیوں کے قتل کرانے سے فرصت ہوئی۔ تو اُس نے کھلم کھلا کیتھلک لوگوں کو دیگر مذاہب کے لوگوں پر فوقیت دینا چاہی۔ اُس نے ہیلی فکس کو پریوی کونسل سے علیحدہ کر دیا اور جیفریز کو لارڈ چانسلر بنا دیا +

اگرچہ جیمس دل سے چاہتا تھا۔ کہ کیتھلک لوگوں کو زیادہ تعداد میں بلکہ اگر ممکن ہو۔ تو سب ہی اعلیٰ عہدے دیدے۔ لیکن اُس کے اس ارادے میں ۱۶۷۳ء کا ٹیسٹ ایکٹ حارج تھا۔ اس قانون کا منشا یہ تھا۔ کہ کیتھلک لوگوں کی تعداد ملکی ملازمت میں زیادہ نہ ہونے پائے۔ فوجی اور ملکی آسامیوں پر تقرر کے وقت مذہبی طور پر لوگوں کی آزمائش کی جاتی تھی۔ جس قانون کی رو سے جو آزمائش کی جاتی تھی۔ اُس کا نام ٹیسٹ ایکٹ رکھا گیا +

گو جیمس اس قانون کو بلا منظوری پارلیمنٹ کے نہیں توڑ سکتا تھا۔ تاہم اُس نے اپنے ارادے کو اور طرح تقویت دی۔ اُس نے خیال کیا کہ بادشاہ کو اس قدر اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی پرائیویٹ شخص کو ٹیسٹ ایکٹ کی شرائط پورا کئے بغیر کوئی آسامی دے سکتا ہے۔ اس خیال سے اُس نے ایک کیتھلک سر ایڈورڈ ہیلز کو فوج میں ایک آسامی پر مامور کر دیا۔ اور پھر اس کارروائی کو قانوناً جائز کرنے کے لئے ایک شخص سے "ٹیسٹ ایکٹ" کی خلاف ورزی کا دعوےٰ کرا دیا۔ ججوں نے جن کو جیمس برخاست کر سکتا تھا۔ اس دعوے میں جیمس کے موافق حکم صادر کیا۔ مگر جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ تو لوگوں نے اس خوف سے کہ کہیں جیمس کی جرأت ترقی کر جائے۔ اور سارے عہدے کیتھلک فرقہ والوں کو دیدے۔ یہ اعتراض کیا کہ آئندہ بادشاہ کو قانون کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ جیمس اس بات پر ناخوش ہو گیا۔ اور اُس نے پارلیمنٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ اُس کے بعد ہی جیمس نے ایک کیتھلک بسی نامی کو کرائسٹ چرچ آکسفورڈ کا ڈین بنا دیا +

اب جیمس نے "ٹیسٹ ایکٹ" کے عمل و اثر کو بیکار کرنے کے لیے ایک عدالت موسومہ "ایکلازیاسٹیکل کمیشن" یا یوں کہو کہ دینی عدالت قائم کی جسکا افسر اعلیٰ جیفریز مقرر کیا گیا۔ ساتھ ہی اُس نے لنڈن کے لوگوں پر رعب جمانے کے لیے ۱۳ ہزار فوج کی چھاؤنی "ہنسلو ہیتھ" میں قائم کی۔ اور کیتھولک لوگوں کو عہدے دینے شروع کئے۔ کلیرنڈن کو آئرلینڈ کے نائب سلطنت کی آسامی سے واپس بلاکر اُسکی جگہ ٹرکونل کو مقرر کر دیا۔ اور روچسٹر کو جس نے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وزیر خزانہ کے عہدے سے علحدہ کر دیا۔ ۱۶۸۶ء میں دینی عدالت نے لنڈن کے اسقف کمپٹن کو معطل کر دیا۔ پھر کیمبرج یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو اس بات پر برخاست کر دیا کہ اُس نے "بینی ڈکٹائن" فرقہ کے ایک راہب کو ایم۔ اے کی ڈگری کیوں عطا نہیں کی۔ وائس چانسلر قانوناً ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جیمس نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے میگڈلین کالج کے فیلوز پر ہاتھ صاف کیا۔ اس کالج کے پریسیڈنٹ کی آسامی خالی ہوئی جیمس نے فیلوز سے کہا کہ وہ ایک کیتھولک فارمر نامی کو اُس آسامی کے لیے منتخب کریں۔ مگر فیلوز نے انکار کر دیا۔ اور جان ہف کو منتخب کیا۔ اسپر بادشاہ نے کہا۔ کہ ہف کو نہیں۔ بلکہ آکسفورڈ کی بشپ پارکر کو منتخب کیا جائے۔ مگر فیلوز نے کہا کہ ہف کا انتخاب جائز طریقہ میں ہو چکا ہے۔ اسپر جیمس نے اُن فیلوز کو علحدہ کرکے اُن کی جگہ کیتھولک لوگوں کو مقرر کیا۔ اس سے انگلستان کی کلیسیا اور یونیورسٹیاں دونوں ہی جیمس کے خلاف ہو گئیں۔

جیمس نے ۱۶۸۷ء میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں فرقوں کے لوگوں کو تخلیہ میں بلاکر کہا کہ "ٹیسٹ ایکٹ" کو منسوخ کر دیا جائے۔ مگر پروٹسٹنٹ فرقہ والوں نے صاف انکار کر دیا۔ پس جیمس نے ایک فرمان موسومہ "ڈکلیریشن آف اِنڈلجینس" جاری کیا۔ جسکا منشا یہ تھا۔ کہ اُس کی ساری رعایا خواہ ڈسینٹر ہوں۔ یا کیتھولک یا اور کوئی اپنی مرضی کے مطابق عبادت کر سکتی۔ اور بلا حلف

اٹھائے یا ٹسٹ ایکٹ پر عمل کئے بغیر ملکی اور فوجی آسامی حاصل کر سکتی ہے جیمس
کو امید تھی کہ ڈیسنٹر فرقہ والے اس فرمان سے اُس کے طرفدار ہو جائینگے۔ لیکن اُنہوں
نے یہ سمجھ کر کہ اس فرمان سے بادشاہ کا اختیار بڑھ جائے گا۔ اور وہ اُس اختیار
کو بیجا طور پر استعمال کر سکے گا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کی طرفداری کی۔ کہ جیمس کی +

اگر جیمس کل فرقوں کو آبادی کے لحاظ سے آسامیاں دیتا تو کسی کو بھی اعتراض
نہ ہوتا۔ لیکن وہ تو کیتھلک فرقہ والوں کو زیادہ تعداد میں آسامیاں دینا چاہتا
تھا۔ اُسکا یہ فعل خلاف انصاف اور سراسر ظلم تھا +

دو سال تک پارلیمنٹ کا اجلاس نہیں ہوا۔ جیمس نے پارلیمنٹ سے ڈکلیریشن
کو اس طریقہ میں تصدیق کرانا چاہا۔ کہ اپنے صوبوں کے حکام کو حکم دیا کہ وہ اپنے کیتھلکوں
اور نان کنفرمسٹوں کی فہرستیں تیار کریں۔ جو پارلیمنٹ کی ممبری کے لائق ہوں ۔
ساتھ ہی اُس نے مجسٹریٹوں کو حکم دیا کہ جو امیدوار پارلیمنٹ کی ممبری کے بادشاہ
کی رائے کے موافق ہوں اُن کی نامزدگی میں مجسٹریٹوں کو مدد دینی چاہیئے ۔ مگر
مجسٹریٹوں اور صوبہ کے حکام میں سے بہتوں نے تو ان حکام کا جواب ہی نہ دیا۔
اور بہتوں نے استعفا دیدیا۔ جن کی جگہ جیمس نے کیتھلک لوگوں کو مقرر کر دیا۔
اور جن شہروں کو جیمس نے اپنی مرضی کے مطابق نہ پایا۔ اُن کے قوانین میں ترمیم
کر ڈالی +

سنہ ١٦٨٨ء میں جیمس نے یہ حکم جاری کیا۔ کہ سارے گرجوں میں ڈکلیریشن
آف انڈلجینس پڑھ کر سنایا جائے۔ اور دو اتواروں کو سنایا جائے۔ اس
کے جواب میں سات اسقف صاحبان نے جن میں سے ایک کنٹربری کے صدر اسقف
سینکرافٹ صاحب بھی تھے۔ ایک درخواست جیمس کی خدمت میں بدیں مدعا
کی گئی کہ اس سے گرجوں کے پادریوں کو معاف رکھیں۔ اس درخواست کے جواب
میں جیمس نے کہا۔ یہ درخواست تو بغاوت کا اعلان ہے۔ اور اُن ساتوں اسقفوں
کو لنڈن ٹاور میں قید کر دیا۔ تین ہفتے بعد اُن پر بادشاہ کی ہتک کا مقدمہ دائر

کیا گیا۔ مگر ججوں نے اُن کو بری کر دیا۔ اُس کی خوشی میں لندن میں رات کو روشنی کی گئی ؎

جس دن اسقف صاحبان رہا کئے گئے۔ اُسی رات کو لوگوں نے جو جیمس سے تنگ آ گئے تھے۔ اور اُسے معزول کرنا چاہتے تھے۔ امیر البحر ہربرٹ کو شاہزادہ ولیم آف اورینج کے پاس بھیجنے ٹیسٹ ایکٹ کے توڑے جانے کی سخت مخالفت کی تھی۔ یہ پیغام دیکر روانہ کیا کہ وہ معہ فوج کے آئے اور انگلستان کی قومی آزادی اور حقوق کی حفاظت کرے۔ ہم اُسے بادشاہ قبول کرتے ہیں۔ ولیم اس درخواست کو تین سخت مشکلات کے باعث قبول نہیں کر سکتا تھا۔ مگر یہ تینوں شکایات خود بخود تھوڑے ہی عرصہ میں دور ہو گئیں۔ اور ولیم ایک فوج لیکر انگلستان میں آگیا۔ جیمس کی فوج اور بہت سے رفیق اُس سے جا ملے۔ اسوقت جیمس نے دینی عدالت توڑ دی۔ موڈلین کالج کے فیلوز کو بحال کر دیا۔ لندن کے فرمان کو واپس دیدیا۔ کئی کیتھولکوں کو برخاست کر دیا ؎

جیمس نے ولیم کا مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر اُسکا سپہ سالار چرچل اُس سے پھر گیا۔ اسوقت جیمس کو مایوسی ہوئی۔ اُس نے اپنی ملکہ اور شاہزادہ کو امن سے ایک محفوظ جگہ بھیجدیا اور خود انگلستان سے بھاگ گیا۔ مگر گرفتار کرکے ولیم کے پاس حاضر کیا گیا۔ ولیم اُسے سزا دینا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس سے اور برے نتائج پیدا ہوتے۔ تاہم اُس نے اُسے پھر بھاگ جانے کا موقع دیا۔ اور وہ بھاگ گیا۔ اور فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردہم کے پاس پہنچا۔ جس نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ انگلستان میں واپس نہیں آیا۔ بلکہ غیر ملک میں ہی فوت ہو گیا ؎

ولیم نے لنڈن پہنچکر پارلیمینٹ کو فراہم کرکے اُس کی رائے سے ایک مجلس قائم کی یہ جنوری ۱۶۸۹ء کا واقعہ ہے۔ ولیم ملک کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد میری اور ولیم دونوں مشترکہ فرمانروائے برطانیہ تسلیم کئے گئے۔ اور لوگوں کے حقوق کی بابت ایک قانون مرتب کیا گیا۔ جسکا نام "ڈکلیریشن آف رائٹس" یعنی تعین حقوق

رکھا گیا۔ اسکا منشا یہ ہے ۔

۱ ۔ بے بنیاد اختیار جس کی رو سے کسی کو معزول یا برخاست کیا جاتے ۔ جیسا کہ گزشتہ ایام میں ہوتا رہا ناجائز ہے ۔

۲ ۔ دینی عدالت اور اسی قسم کی دیگر عدالتیں ناجائز ہیں ۔

۳ ۔ بلا منظوری پارلیمنٹ اور استحقاق جتنا کر ٹیکس لگانا یا روپیہ طلب کرنا ناجائز ہے ۔

۴ ۔ بلا منظوری پارلیمنٹ زمانۂ امن میں ایک مستقل فوج رکھنا ناجائز ہے ۔

۵ ۔ رعایا کو بادشاہ کی جناب میں درخواست پیش کرنیکا حق حاصل ہے ۔

۶ ۔ ممبران پارلیمنٹ کا انتخاب آزادانہ طریقہ میں ہونا چاہئے ۔

۷ ۔ پارلیمنٹ میں آزادی کے ساتھ تقریر کرنا یا مباحثہ کرنے سے متعلق پارلیمنٹ کے باہر یا کسی عدالت میں کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہو سکتا ۔

۸ ۔ جرمانہ بھاری یا بہت بڑی رقم میں نہیں لگانا چاہئے ۔ اور بغاوت کے جرم کی سماعت کرنیوالے جج آزاد ہوں ۔

۹ ۔ ہر قسم کی شکایات کے رفع کرنیکے لئے اور قوانین کو تقویت دینے کے لئے پارلیمنٹ کا اجلاس وقتاً فوقتاً ہونا چاہئے ۔

۱۰ ۔ ولیم اور میری انگلستان کے فرمانروا تسلیم کئے گئے ۔ اور جو لوگ کہ کیتھولک ہیں یا کیتھولک کے ساتھ شادی کریں ۔ وہ انگلستان کے فرمانروا نہیں ہو سکتے ۔ ولیم اور میری کے بعد تاج و تخت کے وارث اُن کی اولاد بشرطیکہ کوئی ہو ہونی چاہئے ۔ اگر اُن کے اولاد نہ ہو تو وارث تاج و تخت شہزادی آین اور اُس کی اولاد ہونی چاہئے ۔ اور اگر این کی بھی اولاد نہ ہو تو وارث تاج و تخت ولیم کی دوسری بیوی کے بچے ہونے چاہئیں +

جو انقلاب کہ جیمس کے زمانہ میں ہوا اُس سے تین باتوں کا ظہور ہوا (۱) اسٹوارٹ خاندان کے فرمانرواؤں کا یہ اصول کہ بادشاہوں کو خدائی حق حاصل ہے مٹ گیا ۔ کیونکہ ولیم اور میری کا انتخاب کے ذریعہ بادشاہ بنایا جانا جنکا فرمانروا رہنا پارلیمنٹ کی مرضی

پر منحصر تھا۔ اس خدائی حق کے خلاف تھا۔ (۲) اس سے انگلستان میں ایک قانونی نظام حکومت کی ازسرِنو بنیاد ڈالی گئی۔ جسے اسٹوارٹ خاندان کے فرمانروا ہمیشہ مٹانا چاہتے تھے (۳) پارلیمنٹ کی اصلی حکومت کا آغاز ہوا۔ انقلاب سے بیشتر قومی حکمت عملی کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا۔ مگر انقلاب کے بعد اُسکا انحصار پارلیمنٹ کی مرضی پر ہوگیا +

انگلستان کی رعایا جیمس کی سختیوں اور جبر و تعدّی کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہی۔ لیکن جب جرمنی اسپین۔ سویڈن۔ ہالینڈ اور برانڈن برگ کے فرمانرواؤں نے سنہ ۱۶۸۶ء میں فرانس کی ملکی مخالفت کی۔ تو جیمس نے خلاف عہد اور خلاف اصول فرانس کے بادشاہ لوئی چہاردہم کے ساتھ دوستی کر لی۔ اور انگلستان کی فوج کو جو مدتوں سے ہالینڈ میں تھی۔ واپس بلانے کے لئے حکم دیدیا۔ اس فوج کے صرف تھوڑے سے سپاہیوں اور ۶ افسروں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر باقی شاہزادہ ولیم کے ہمراہ رہ گئے۔ اس واقعہ سے انگلستان کی رعایا جیمس سے بالکل ناخوش ہوگئی +

اس حکم کے ساتھ ہی لوگوں کو معلوم ہوا کہ جیمس کے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس بیٹے کی خوشی کا جشن منایا۔ مگر کسی پروٹسٹنٹ کو اس میں شریک نہ کیا۔ یہاں تک شاہزادی این کو بھی نہ بلایا۔ بلکہ سارے کیتھلکوں کو شریک جشن کیا۔ لوگوں کو اس سے یہ یقین ہوگیا کہ نئے شاہزادے کی تعلیم و تربیت کیتھلک طریقہ پر کیجائیگی۔ اس سے رعایائے انگلستان کو بہت سی دقتوں کا سامنا ہوگا۔ پس اُن کی ناخوشی کی انتہا نہ رہی +

ان دونوں اسباب نے رعایا کو شاہزادہ ولیم کے بلانے کے لئے آمادہ کر دیا۔ اور آخر کار اس شاہزادہ کو انگلستان کے قوانین اور آزادی کے قائم رکھنے کیخاطر سے بلایا گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا۔ کہ شاہ جیمس کو ملک چھوڑنا پڑا +

سوئٹزرلینڈ کو آزادی کیسے نصیب ہوئی؟

یورپ میں سوئٹزرلینڈ وہ ملک ہے جس میں سب سے پہلے جمہوری سلطنت قایم کی گئی۔ ایک زمانہ میں یہ ملک جس کے باشندے بالطبع آزادی پسند ہیں۔ شاہ شارلیمین کے قبضہ میں آگیا۔ شارلیمین کا جانشین کاؤنٹ روڈولف ساکن ہیپسبرگ ہوا۔ جو آسٹریہ کا نواب بھی تھا۔ روڈولف اور اسکے ماتحت حکام نے اہل سوئٹزرلینڈ پر بڑا ظلم کیا۔ اُن کو ہر طرح ستاتے اور دکھ دیتے رہے۔ اُن کی جان و مال اور آبرو کو پامال کرتے رہے۔ اہل سوئٹزرلینڈ اُسوقت تک برداشت کرتے رہے جب تک کہ اُن میں آزادی کا قومی جذبہ جوش میں نہ آگیا۔

سوئٹزرلینڈ کے صوبہ انٹروالڈین کا ایک باشندہ ولیم ٹیل تھا۔ جس کے ایک بیٹا والٹر ٹیل تھا۔ ایک دن وہ معہ اپنے بیٹے کے جو بچہ ہی تھا۔ صوبہ اُری کے شہر الٹ ڈورف میں اپنے خسر والٹر فرسٹ سے ملنے کے لئے گیا۔ جب وہ شہر میں بازار میں پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ آسٹریہ کے سپاہی ایک لکڑی کے اوپر ایک ٹوپی کو جو گورنر کی تھی۔ ٹانگے ہوئے گرد اگرد کھڑے ہیں۔ اور ہر شخص اُس ٹوپی کے آگے تعظیماً سر جھکاتا ہے۔ ولیم ٹیل نے سر نہیں جھکایا۔ جو کوئی ٹوپی کے آگے سر نہیں جھکاتا تھا۔ یا تو اُسکا مال ضبط کر لیا جاتا تھا۔ یا اُسکا کوئی عضو کاٹا جاتا تھا۔ اور یا اُسے جان سے مار ڈالا جاتا تھا۔ جب ولیم ٹیل اُن کے نزدیک پہنچا۔ تو وہ کہنے لگے کہ اس ٹوپی کو سلام کرو۔ اور اُسکے آگے سر جھکاؤ۔ ولیم ٹیل نے یہ کہا۔ کہ انسان کو تو سب سلام کرتے اور کرتے ہیں۔ مگر ٹوپی کو سلام کرنا یا کرانا اور اُسکے آگے سر جھکانا یا جھکوانا بےمعنی

بات ہے۔ اس لیئے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ سپاہی اُسے پکڑ کر گیسلر (گورنر)
پاس لے گئے۔ جو بڑا ظالم تھا جب اُس نے سارا ماجرا سن لیا۔ تو اُس کے
غصہ کی انتہا نہ رہی۔ اور کہنے لگا کہ اس دہقانی نے میری بڑی بے ادبی کی ہے۔
دیکھو تو سہی اسکا کیسا مزہ چکھاتا ہوں۔ اُس نے ولیم سے ٹوپی کے آگے سر
نہ جھکانے کی وجہ دریافت کی۔ ولیم نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ عدم
واقفیت اور نادانی سے معاف کیجیے۔ اگر مجھ میں عقل ہوتی۔ تو میرا نام ٹیل نہ
ہوتا۔" پھر اُس نے ولیم ٹیل سے اُسکا نام و پتہ دریافت کیا۔ نام سنتے ہی اُسے یاد
آگیا اور ظالمانہ تجویز اُسکے دل سے دوچار ہوئی جو یہ تھی۔ کہ ولیم ٹیل اپنے فرزند دلبند
کے سر پر ایک سیب رکھے اور اسّی قدم کے فاصلہ سے اُس سیب کو تیر کے
ذریعہ اُڑا دے۔ تب اُسکی خطا معاف ہوگی۔ اگر نشانہ خطا گیا تو اُسے سزا دی
جائیگی۔ اگر انکار کرے۔ تو اُسے اور لڑکے دونوں کو قتل کیا جائیگا۔ بیچارے ولیم
کی وہی مثل ہوئی کہ دو بلا در پیش بجان درویش ہے۔ اگر نشانہ خطا گیا تو سزا ملیگی
اگر تیر لڑکے کے لگا تو ہاتھ سے جائیگا۔ آخر کار وہ راضی ہوگیا۔ مگر اُس نے دو
تیر لیئے۔ اس ارادے سے کہ اگر ایک تیر سے لڑکا ہلاک ہوگیا۔ تو دوسرے
تیر سے گیسلر کو ہلاک کردے۔ اور لڑکے کے سر پر سیب رکھ کر ۸۰ قدم کے
فاصلہ سے تیر سر کیا۔ بفضل خدا تیر سیب ہی میں لگا۔ اور باپ بیٹے دونوں کی
جان سلامت رہ گئی۔ اسوقت گیسلر نے ٹیل سے دریافت کیا۔ کہ اُس نے
دوسرا تیر کیوں لیا تھا۔ ٹیل جواب دیتے وقت گھبرا گیا۔ گیسلر کو اس سے کچھ
شبہ ہوا۔ اُس نے ذرا زور ڈالکر سبب دریافت کرنا چاہا۔ ٹیل نے کہا۔ کہ دوسرا
تیر تمہارے لیئے تھا۔ پس گیسلر نے ٹیل کو گرفتار کرا کر اور اُسکے ہاتھ پاؤں بندھوا
کر ایک کشتی میں ڈلوا دیا۔ اور خود اُسے ایک قلعہ میں قید کرنے کے لیئے روانہ
ہُوا۔ سمندر میں کشتی تیز ہوا کے باعث ڈگمگانے لگی۔ لوگ جانتے تھے کہ ٹیل
بڑا عمدہ ملاح ہے۔ پس اُن کی رائے سے گیسلر نے ٹیل کے ہاتھ پاؤں کھولکر

کشتی چلانے کا حکم دیا۔ ٹیل کشتی کو چلاتے ہوئے سلامتی کے ساتھ کنارے
کے پاس لے پہنچا۔ اور کشتی میں سے کود کر اُس نے کشتی کو اندر کو دھکا دیدیا۔
اور خود جنگل میں بھاگ گیا۔ گیسلر اور اُن کے ساتھیوں نے کشتی کو بمشکل سنبھالا
اور اُس سے اُتر کر ٹیل کی تلاش میں گئے۔ ٹیل ایک غار میں چھپا ہُوا تھا۔ جب
گیسلر اُس کے پاس سے گزرا۔ تو ٹیل نے تیر سے اُسکا کام تمام کر دیا +

ولیم ٹیل کے واقعہ سے پیشتر ایک مرتبہ گیسلر گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔
ایک عمدہ مکان کے پاس سے گذرتے ہوئے اُسنے دریافت کیا کہ وہ مکان کس
کا ہے؟ مالک مکان ونرا سٹوفاخ نے ڈر کر یہ جواب دیا کہ "یہ مکان بادشاہ کا
ہے اور آپکا بھی وہ میری ملکیت ہے"۔ گیسلر نے کہا کہ "کسانوں کو میری اجازت
بغیر مکان نہیں بنانا چاہیئے۔ اور نہ اُن کو ایسی خودمختاری کے ساتھ رہنا چاہیئے
کہ وہ میرے حاکم سمجھے جائیں"۔ اسٹوفاخ نے یہ ماجرا والٹر فرسٹ اور اُس
کے دوست ازنلڈ سے بیان کیا۔ تینوں نے یہ قرار دیا۔ کہ فوج جمع کر کے اسٹریا
والوں سے ملک کو رہائی دلائی جائے +

ولیم ٹیل نے گیسلر کے قتل کے بعد واپس جا کر لوگوں سے سارا ماجرا بیان
کیا۔ جسے سنکر اُن کے دُکھے ہوئے دل غصّہ کے مارے بھڑک اُٹھے۔ اور
انہوں نے ارادہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کیجائے۔ ۳۳ بہادروں اور
محبّان وطن نے رات کو چراگاہ رٹلی میں جو جھیل لوسرن کے کنارے ہے۔
ایک مجلس میں یہ قرار دیا۔ کہ اب ضرور آزادی کے لیئے کوشش کیجائے۔
چاہے اس میں جان تک کیوں نہ گنوانی پڑے۔ اس مجلس میں ولیم ٹیل بھی
شریک تھا۔ یہ ماہ نومبر ۱۳۰۷ء کا واقعہ ہے +

ان ۳۳ محبان ملک کے سرغنہ تین شخص بنے جن کے نام یہ ہیں:۔
والٹر فرسٹ ساکن صوبہ اُرمی۔ ونرا سٹوفیچر ساکن صوبہ سوٹزر۔ ازنلڈ ڈی میلشتھل
ساکن صوبہ انٹروالڈین جو وادی رٹلی میں ان ۳۳ جانبازوں اور آزادی کے لیئے

نے ننگے سر ہوکر اور اپنے دائیں ہاتھ جو آزادی کی علامت سمجھے جاتے ہیں - اٹھا کر یہ عہد کیا کہ آزادی حاصل کرنے اور اہل آسٹریہ کے ظلم وستم سے ملک سوئٹزرلینڈ کو مخلصی دلانے کے لئے تن من دھن سے کوشش کیجائیگی۔ اور اس مدعا کے حصول کے لئے جان تک قربان کردیجائیگی۔ گویا آزادی کی کوشش پر خون کی مہریں لگادی گئیں ٭

مثل مشہور ہے کہ "مرتا کیا نہ کرتا" جب کوئی شخص کسی کے ظلم وجبر سے تنگ آجاتا ہے۔ تو وہ اس مثل پر کاربند ہوتا ہے کہ "تنگ آمد بجنگ آمد" ایسی حالت میں مظلوم چاہے کتنا ہی کمزور ہو۔ اور ظالم کتنا زور آور لیکن مظلوم جانبازی پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ بقول شیخ سعدی۔

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود   برآرد بچنگال چشم پلنگ

آزادی کے لئے اوّل تین صوبوں نے کوشش کی۔ ان کی کوششوں سے متاثر ہوکر اور صوبے بھی شریک ہوگئے۔ اور سب سے پہلی فتح جو سوئٹزرلینڈ کی محبّ ملک جماعت نے ظالم آسٹریہ والوں پر حاصل کی۔ وہ سیمپاخ کی جنگ میں حاصل کی تھی ٭

اس جنگ میں محبان ملک کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور مخالفوں کی تعداد بہت زیادہ۔ اُن پر غالب آنا ناممکن سا معلوم ہوتا تھا۔ اسوقت محبان ملک میں سے ایک شخص ارنلڈ اسٹروتھن نے یہ تجویز پیش کی۔ میں آسٹریہ کی صف پر حملہ کرتا ہوں۔ اور اُسے چیرتا ہوا چلا جاؤنگا۔ تم لوگ میرے پیچھے لگے چلے آنا۔ پس یہ شخص ہاتھ میں تلوار لے کر حملہ آور ہوا۔ اور آسٹریہ والوں کی بہت سی برچھیاں چھین کر کے توڑ ڈالی ہیں۔ اور اگرچہ بہت سی برچھیاں اُسکے جسم میں درآئیں - لیکن وہ صفوں کو چیرتا چلا گیا۔ اور جانباز اُن کے پیچھے گھس گئے۔ اور اس طرح آسٹریہ والوں پر فتح حاصل کر لی ٭

رفتہ رفتہ محبان ملک کی جماعت میں سوئٹزرلینڈ کے ۸ صوبے شامل ہوگئے۔

اور جنگ میں جو متواتر ہوتی رہی محبان ملک اپنے مخالفوں پر غالب آتے رہے یہاں تک کہ مجبور ہو کر اہل اسٹریا نے صلح کر لی - آخر کار محبان ملک کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا - کہ اگرچہ اہل سوئٹزرلینڈ کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہوگئی - لیکن اُس نے مخالفوں کی کئی گنا جماعت کو ہلاک کیا - آخر کار ۱۹۲ سال کی مسلسل جنگ کے بعد ۱۴۹۹ء میں واقع ڈرنکی کے مقام پر اہل آسٹریا نے سوئٹزرلینڈ کو عہد نامۂ بیسل کی رو سے آزاد قرار دیا - اور ملک میں جمہوری سلطنت قائم ہوگئی - جو اب تک چلی آتی ہے - کچھ شک نہیں کہ سوئٹزرلینڈ کی محبان ملک کی جماعت نے اس امر کا بے نظیر ثبوت دیدیا کہ

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

ایک اطالین محبؔ وطن

فرانسسکو کرسپی یہ اطالین مدبر سنہ ۱۸۱۹ء میں جزیرہ سسلی میں پیدا ہوا۔ سنہ ۱۸۴۶ء میں اُس نے نیپلز میں وکالت شروع کی۔جب سسلی میں "انقلاب" شروع ہوا۔ تو وہ بعجلت تمام وہاں پہنچا۔ اور انقلاب پسندوں کی حمایت کی۔ مگر آخر کار جب وہاں شاہی حکومت از سر نو قائم ہوئی تو وہ خوف کے مارے پیڈمونٹ چلا گیا۔ چونکہ وہ اٹلی کے مشہور محبؔ وطن میزینی کا ہم خیال اور اُس سازش میں شریک تھا جو میزینی سے منسوب کیجاتی ہے۔ اسلئے اُسے پیڈمونٹ سے نکالدیا گیا۔ اسپر اُس نے جزیرہ مالٹا میں پناہ لی۔ اور وہاں سے بھی بھاگ کر فرانس میں۔ اور جب وہ فرانس سے بھی نکالا گیا۔ تو میزینی کے پاس لندن چلا گیا۔ جہاں وہ اٹلی کی آزادی کے لیے کوشش کرتا رہا۔ لندن سے اُس نے پیڈمونٹ کے مظالم پر ایک رسالہ شائع کیا۔ جس میں اپنے کو جمہوری سلطنت کا حامی اور قومی اتحاد کا طرفدار بتایا۔ اور ۱۵۔ جون سنہ ۱۸۵۹ء کو اٹلی واپس آگیا۔

اُس نے سال بھر میں دو بار بھیس بدلکر سسلی کے شہروں کا دورہ کیا۔ اور ہنگامہ کیلئے لوگوں کو آمادہ کیا جو سنہ ۱۸۶۰ء میں واقعہ ہوا تھا۔ پھر جینوا جاکر اُس نے ایک ہزار جوانوں کی فوج بھرتی کی اور ۵ مئی سنہ ۱۸۶۰ء والی مہم روانہ کی۔ اور مارسالہ پہنچکر اُس نے اُس فرمان کو جاری کیا جسکی رو سے جیرابالڈی سسلی کا ڈکٹیٹر مشتہر کیا گیا۔ اسکے بعد کرسپی جزیرہ سسلی کی عارضی گورنمنٹ کا وزیر معاملات داخلہ اور وزیر مال مقرر کیا گیا۔ جب جیرابالڈی اور کیوور میں اختلاف رائے ہوا۔ تو کرسپی وزارت سے علیحدہ ہو کر جیرابالڈی کا سکرٹری

بنا لیا۔ اس عرصہ میں اٹلی کی فوج نے چڑھائی کی اور سسلی کے دو شہر اٹلی میں ملحق کر لئے۔ اسوقت کرسپی مقام کپریرہ میں چلا گیا۔ اور کچھ عرصہ تک بہت سے معاملات میں مصروف رہا۔ آخرکار سنہ ۱۸۷۷ء میں مجلس وزرا کا ممبر مجلس قرار دیا گیا۔ اس حیثیت سے وہ لندن۔ پیرس اور برلن گیا +

جب شاہ وکٹر عمانوئیل فوت ہوا تو کرسپی کی رائے سے ایسی بادشاہت قائم کی گئی۔ جو کسی کی طرفدار نہ تھی۔ اور شاہ ہمبرٹ اول اٹلی کے تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد کچھ اور معاملات میں مصروف رہ کر کرسپی وزارت سے دست بردار ہو گیا۔ پھر نو سال بعد وہ مجلس وزرا میں شریک ہوا۔ اور آخرکار ۲۹۔ جولائی سنہ ۱۸۸۷ء کو وزیر اعظم بنا دیا گیا +

اسوقت کرسپی نے اٹلی سے فرانس کا سارا اختیار اٹھا دینا چاہا۔ اور بسمارک اور انگلستان سے میل کر کے اس لے اس عہدنامہ کو منسوخ کرا دیا۔ جو ایک مدت سے فرانس اور اٹلی میں ہونے کے لیے پیش تھا۔ اسکے بعد اس نے اٹلی میں حفظ صحت اور تجارت کے قوانین کی اصلاح کی۔ اور انتظامی معاملات کو درست کیا۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں وہ وزارت سے علیحدہ کیا گیا۔ مگر سنہ ۱۸۹۳ء میں وہ سسلی کے ہنگامہ وغیرہ کے باعث پھر وزیر کے منصب پر مامور کیا گیا۔ اور اس نے نہ صرف سسلی کا ہنگامہ ہی فرو کیا۔ بلکہ اس مالی صدمہ کے اثر کو دور کر دیا جو اٹلی کو سنہ ۱۸۹۲-۹۳ء میں برداشت کرنا پڑا تھا۔ اور اسکی ساکھ از سر نو جما دی۔ اس کے بعد اس سے اور ریڈیکل فرقہ کے سرغنہ کاوالوی سے جھگڑا ہوا۔ اس نے کرسپی کو قتل کرانا چاہا۔ مگر ناکام رہا۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں انتخاب کے موقع پر کرسپی ہی وزیر منتخب کیا گیا۔ مگر جب ایک سال بعد حبش میں اٹلی کی فوج کو شکست ہوئی۔ تو وہ وزارت سے علیحدہ ہو گیا۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں کاوالوی نے اس پر غبن کا الزام لگایا۔ کرسپی اس الزام سے بری تو نہ ہو سکا۔ مگر قتل کئے جانے سے بچ رہا۔ اسپر کرسپی نے پارلیمنٹ کی ممبری سے استعفا دیدیا۔ مگر پھر وہ اپریل سنہ ۱۸۹۹ء میں ممبر پارلیمنٹ منتخب کیا گیا۔

وہ ۱۲- اگست سنہ ۱۹۰۱ء کو ۸۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

کرسپی بڑا مدبر تھا۔ اُس کی کوشش سے ملک میں بہت سی اصلاحیں کی گئیں اور بہت سی خرابیاں دور ہوگئیں۔ اُس نے اہل اٹلی میں انتظامی قابلیت پیدا کر دی۔ اُس نے اٹلی کا رتبہ غیر ملکوں کی نگاہ میں بڑھا دیا۔ اور اپنے ملک کو اعلےٰ عروج پر پہنچا دیا۔ کرسپی اپنی ملکی اصلاحوں اور اپنی قابلیت کے لئے اتنا مشہور نہیں ہے جتنا کہ حب الوطنی کے لئے۔ کیونکہ وہ ہر امر میں اہل ملک کا نفع مدنظر رکھتا تھا۔ اُسے اٹلی کے لوگ ایک بے نظیر محبِ ملک جانتے اور مانتے ہیں ✤

خدا ترس نواب جس نے ہالینڈ کو ظالم کے پنجے سے چھوڑایا

جب برگنڈی کا ڈیوک فوت ہو گیا۔ اور چارلس الملقب بہ "دلیر" جنگ میں مارا گیا تو فرانس کے بادشاہ لوئی یازدہم نے برگنڈی کو جو نیدرلینڈز کا ایک حصہ تھا اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ پھر دوسرے حصے یعنی ہالینڈ پر دست دراز کیا۔ چارلس کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اُسکا نام میری تھا۔ اُسکی شادی "ہولی رومن امپائر" کے فرمانروا میکسی میلین کے ساتھ ہوئی۔ اور نیدرلینڈز اُسکا جہیز قرار پایا۔

فرڈیننڈ اور ازابیلا کی شادی سے اسپین کے صوبوں میں ایک اتحاد واقع ہوا تھا۔ ان دونوں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے ساتھ فلپ نے شادی کی۔ فلپ کا بیٹا چارلس تھا۔ جسے فلپ کی وفات پر اسپین کی سلطنت تو اپنی ماں کی طرف سے ملی۔ اور دادا اور نانا کی طرف سے وہ "ہولی رومن امپائر" کا فرمانروا چارلس پنجم کے نام سے بنایا گیا۔

چارلس عادات و اطوار کے لحاظ سے اہل اسپین سے بالکل ملتا جلتا ہوا تھا۔ اُس نے ہالینڈ میں اُسی طرح حکومت کی جس طرح کہ اسپین میں کرتا رہتا۔ اس سے بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں۔ مگر چارلس کے زمانہ میں تو اہل ہالینڈ نے ضبط سے کام لیا۔ کیونکہ اُسکی حکومت کچھ زیادہ ناقابل برداشت نہیں تھی۔ اس لئے خیر رہی لیکن اُسکے جانشین فلپ کی حکومت قوت برداشت سے بالکل باہر تھی۔ ہالینڈ والوں نے اُس اصلاح شدہ مذہب کو قبول کر لیا تھا جو لوتھر نے چلایا

کمایا تھا۔ لیکن فلپ جو رومن کیتھولک تھا۔ وہ اس عقیدے کے خلاف ہوتا۔
پس اُس نے ایک "مذہبی عدالت" قائم کی۔ اسکا انجام یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں
ایک ہزار باشندے ہالینڈ کے آگ میں زندہ جلا کر ہلاک کیے گئے۔ اور جو شخص اس جرم
پر کہ رومن کیتھولک عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اس ظلم و ستم کے باعث ہالینڈ کے
باشندے اسپینی فرمانروا سے نفرت کرنے لگے ۔

جنوبی فرانس میں ایک صوبہ اورینج ہے۔ اُسکا نواب صوبہ ہالینڈ کا گورنر
تھا۔ اُسکی نیدرلینڈز میں بڑی جائداد تھی۔ اُسکا نام ولیم تھا۔ اور کم سخنی کے باعث
"ولیم خاموش" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ بھی پروٹسٹنٹ یعنی لوتھر کے عقیدہ
کا قائل تھا۔ اور ہالینڈ کے لوگوں سے جن میں اُسے رہنا سہنا پڑتا تھا۔ بہت
محبت کرتا تھا۔ وہ بڑا ہی خدا ترس تھا۔ اور شاہ اسپین یا اُسکے ہم قوموں کی
طرف سے جو ظلم و ستم اہل ہالینڈ پر کیے جاتے تھے۔ اُن کے باعث وہ اہل
ہالینڈ کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتا تھا ۔

ایک دن وہ شکار کھیلنے گیا۔ جہاں اُسکی ملاقات شاہ فرانس سے ہوئی۔
اثنائے گفتگو میں شاہ فرانس نے کہا۔ کہ میں نے اور اسپین کے بادشاہ فلپ نے
یہ صلاح کی ہے کہ ہمارے ملک میں جسقدر پروٹسٹنٹ ہیں۔ اُن کو ہلاک کرا دیا
جائے۔ اسکی ابتدا نیدرلینڈز سے جسکا ایک حصہ ہالینڈ بھی ہے ہوگی۔ یہ
سُنکر ولیم کا خون خشک ہوگیا۔ مگر اُس نے کچھ کہا نہیں۔ بلکہ بادشاہ سے رخصت
ہوکر بلا توقف تمام ہالینڈ پہنچا۔ جہاں اُس نے سرغناؤں کو بلا کر اُن سے سارا
ماجرا بیان کر دیا۔ نواب ولیم نے دو اور نوابوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور بریڈا
کے مقام ایک مجلس منعقد کرکے یہ قرار دیا کہ "مذہبی عدالت" اور اسپین کی حکومت
ہالینڈ سے اُٹھا دیجائے۔ اس تجویز کی اشاعت کی گئی۔ لوگوں نے اُسے جان
و دل سے قبول کیا ۔

اسی اثنا میں فلپ اسپین چلا گیا۔ اور اپنی طرف سے اپنی سوتیلی بہن ڈچز آف پار

کو نیدرلینڈز کا مختار کل بنا گیا۔ اس بیگم کے تُند بارلیمونٹ کا نواب بہت چڑا ہوا تھا جب بیگم کے پاس نیدرلینڈز کے معزز لوگوں کا ایک ڈپوٹیشن مذہبی عدالت وغیرہ سے متعلق کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوا تو یہ چڑھے نواب نے کہا کہ "یہ تو فقیروں کا مجمع ہے"۔ ڈپوٹیشن بے مقصد واپس آیا۔ اور لوگوں نے ایک انجمن "انجمن فقرا" کے نام سے قائم کی۔ جس کا خاص مقصد یہ تھا۔ کہ نیدرلینڈز سے اسپین کی حکومت اُٹھا دی جائے۔ اس انجمن میں ملک کے سارے لوگ شریک ہو گئے وہ اپنے ہمراہ فقیروں کی سی ایک جھولی رکھتے بھیک مانگ کر گذارہ کرتے اور اسپین کی فوج سے لڑتے تھے۔

القصہ یہ کہ نیدرلینڈز کے باشندوں نے اسپین کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ شاہ اسپین نے ڈیوک آف آلوا کو جو مشہور سپہ سالار تھا۔ ان کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ اُس نے نیدرلینڈز میں پہنچ کر کشت و خون شروع کیا اور ولیم کے دونوں رفیق نوابوں کو گرفتار کر کے برسلز کے مقام اُن کو قتل کرا دیا۔ ولیم۔ نیدرلینڈز سے چلا گیا۔ اور ایک زبردست فوج لیکر آیا۔ "اورنج پارٹی" یعنی قومی جماعت کی مدد کی۔ اُس نے ایک فرانسیسی کی رائے سے جنگی جہازوں کا ایک بیڑہ تیار کر دیا۔ اور ہالینڈ کے جہاز رانوں نے اپنا نام "بحری فقرا" رکھ کر اس بیڑے سے کام لیا۔ اسی بیڑے سے ہالینڈ والوں کی بحری طاقت کی ابتدا ہوئی۔

لڑائی جاری رہی۔ کچھ عرصہ بعد آلوا کو شاہ اسپین نے واپس بلا لیا۔ اُس کا جانشین نا قابل شخص تھا۔ اگرچہ نیدرلینڈز کے بہت سے باشندے جنگ میں کام آئے۔ لیکن مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اور بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اسپین والوں پر غالب آ گئے اور ایک صوبے کے بعد دوسرا صوبہ فتح کر لئے گئے۔ نیدرلینڈز کے سات شمالی صوبوں نے خود مختاری کا اعلان کر کے اپنا متحدہ نام ہالینڈ رکھا۔ اور [illegible] صوبوں نے ولیم خاموش کو اپنا [illegible] اطاعت [illegible]

شاہ اسپین نے ایک شخص کے ذریعہ ولیم کو ہلاک کرا دیا۔ ہالینڈ والوں نے اُسکی جگہ اُس کے بیٹے موریس کو جو ناسو کا نواب تھا۔ اپنا پیشوا بنا لیا +

کچھ عرصہ بعد فلپ کا انتقال ہوگیا۔ اُس کے جانشین فلپ سویم نے ہالینڈ کے ساتھ ۱۲ سال کے لئے صلح کر لی۔ اس بارہ سال میں ہالینڈ نے اپنی بحری اور برّی طاقت کو بہت بڑھا لیا۔ جب ۱۲ سال بعد جنگ نئے سرے سے شروع کی گئی۔ تو ہالینڈ والے موریس کی ماتحتی میں اس بہادری سے لڑے کہ اسپین والوں کا دم ناک میں کر دیا۔ یہانتک کہ شاہ اسپین کو ہار کر عہد نامہ ولیسٹ فالیہ کی رو سے ہالینڈ کو خود مختار تسلیم کرنا پڑا +

سویڈن کو آزاد کرانیوالا محبِّ ملک

عہد نامہ کالمر کے زمانہ سے جو ۱۳۹۷ء میں عمل میں آیا۔ سویڈن کی اصلی اور صحیح تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اُس سے پیشتر اہل ملک حکمرانی کے متعلّق وراثت کا خیال نہیں کرتے تھے۔ یعنی جب ایک بادشاہ فوت ہو جاتا تو اُسکی جگہ اُسکا بیٹا یا وارث تخت و تاج کا مالک نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ کوئی اور شخص جسے لوگ منتخب کر لیتے تھے۔ لیکن اس عہد نامہ کے بعد سے سویڈن کی حکمرانی میں وراثت کو پورا پورا دخل ہو گیا۔ اور ایک ایک کر کے کئی فرمانروا گذرے۔ جن کے بعد شاہ کرسچین دوم ناروے، ڈنمارک اور سویڈن کا بادشاہ بنایا گیا۔ وہ بڑا ہی ظالم تھا۔ اُس نے سویڈن کو جو تینوں متحدہ سلطنتوں میں سب سے زوردار تھی۔ دبا کر رکھنا چاہا۔ اور اہل سویڈن پر طرح طرح سے ظلم کرتا رہا۔ یہانتک کہ لوگ اسقدر تنگ آ گئے۔ کہ انہوں نے آزاد ہو جانے کے لئے دل میں ٹھان لی +

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ظالم جوں جوں زیادہ ظلم کرتا ہے۔ توں توں اُسے زیادہ لطف آتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اہل سویڈن کو اسقدر دبانے کے ارادے سے کہ وہ سر ہی نہ اُٹھا سکیں۔ فوج کشی کی۔ اور سویڈن کے پایۂ تخت اسٹاک ہوم میں پہنچکر اہل سویڈن کے قائمقاموں سے گفتگو کرنا چاہی۔ اور کہا کہ وہاں پہنچنے سے پیشتر ۶ سرغنہ اُسکے حوالہ بطور کفالت کے کر دئے جائیں۔ چنانچہ اہل سویڈن نے ۶ سرغنہ حوالے کر دئے۔ اُن میں سے ایک شخص محبِّ ملک گسٹاوس واسہ بھی تھا۔ جو بعد میں شاہ کرسچین جیسے ظالم کے پنجہ سے سویڈن کو آزاد کرانے کا باعث ہوا +

جب کرسچین کے قبضہ میں ۶ سرغنہ ہو گئے تو وہ اُن کو اپنے ہمراہ لے کر

ڈنمارک چلا گیا - جہاں اُسنے اُن کو قید کر دیا - اُس نے سمجھا کہ یہی ۶ سرغنہ ایسے شخص ہیں - جو اُس کے مقابلہ پر آ سکتے اور اُس کی ظالمانہ کارروائیوں میں ہارج ہو سکتے تھے - اور چونکہ اب وہ اُسکے قبضہ میں تھے - اسلیئے اُسے اہل سویڈن کو اپنے دل پسند باتوں کو کرنے کے لیئے آمادہ کرتے میں کوئی دقت نہ ہوگی - پس دوسرے ہی سال اُس نے سویڈن پر فوج کشی کی اور بہت کشت و خون کیا - اور بڑی بربادی پھیلائی - اسٹاک ہوم کے بازار میں اُس نے ۹۰ سرغناؤں کو پھانسی دلوائی - اور ملک کو بربادی کا منظر بنا کر ڈنمارک کو واپس چلا گیا *

گسٹاوس واسہ بڑا دلیر و جانباز - بڑا راستباز اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ تھا - لوگ اُسے بیحد عزیز رکھتے تھے - جب ظالم کرسچین سویڈن میں کشت و خون کرا رہا تھا - تو گسٹاوس واسہ کسی ترکیب سے قید خانہ میں سے نکل گیا - اور مدتوں چھپتا اور بھاگا بھاگا پھرا - کرسچین نے اشتہار دیا کہ جو کوئی اُسکا سر اُتار کر لاسکے - اُسے انعام دیا جائیگا - اور جو کوئی اُسے پناہ یا دانہ پانی دیگا - اُسے قتل کیا جائیگا - وہ بے خانماں - بے یار اور مبتلائے مصیبت پھرتا اور گذارہ کرتا رہا - مگر ہر دم اسی دھن لگا رہا - کہ کسی ترکیب سے کوئی ایسا موقع ہاتھ لگے - کہ وہ اپنے ملک والوں کو آزادی حاصل کرنے کی کوشش پر آمادہ کر سکے *

گسٹاوس واسہ ایک کسان کے ہاں کام کرتا رہا - لیکن جب وہ شناخت کر لیا گیا تو وہاں سے جان لیکر بھاگا - پھر وہ ایک کان میں مزدوری سے گذارہ کرتا رہا - لیکن یہاں بھی شناخت کر لیا گیا - اور جان لیکر بھاگا - اُسکے بعد وہ پھر شناخت کر لیا گیا - اور اس دفعہ وہ ضرور گرفتار کر لیا جاتا - لیکن ایک عورت کی مدد سے بچ گیا - اور بھاگا - اس ہمدرد ملک کی وہی مثل ہوئی کہ

تم نہیں غیر سہی غیر نہیں اور سہی   اک خدا کے فضل لگا رکھتی ہے قسمت میری

آخر کار مصیبت جھیلتا ہوا گسٹاوس ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا - جہاں ماہ مئی میں کسانوں کی ایک جماعت جشن منا رہی تھی - اُس نے اس جماعت سے

تنگ کر کے ظاہر کیا۔ کہیں گسٹاوس واسہ ہوں۔ اُسوقت اُسکی بری حالت تھی چیتھڑے پھٹے ہوئے تھا۔ دھوپ میں کام کرنے سے اُسکا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ مصائب کی بھرمار سے وہ چکنا چور تھا۔ فکر نے اُسے گھلا دیا تھا۔ کسانوں کی جماعت اُسے زندہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور فی الفور کرسچین کی ظالمانہ حکومت کے خلاف آوازہ بلند کیا۔

گسٹاوس واسہ نے موقع کو غنیمت جانا اور ایک سچے سورما کی مانند اُس نے وقت کو رائیگاں نہ جانے دیا۔ وہ کسانوں کی جماعت کو نزدیک والے قلعہ پر لے گیا۔ جو اہل ڈنمارک کے اور ظالم کرسچین کے سپاہیوں کے قبضہ میں تھا اور حملہ کر کے اُسپر قبضہ کر لیا۔ اُسکی اس فتح کی خبر بجلی کی مانند ملک میں پھیل گئی۔ اور سویڈن کے بیشمار باشندے اُس کے جھنڈے تلے آ گئے۔ جو کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے بلند کیا گیا تھا۔

اب تو شاہی فوج اور آزادی طلب جماعت میں باقاعدہ جنگ شروع ہوئی جس میں گسٹاوس واسہ نے کئی لڑائیاں سر کیں۔ ایک جنگ میں اُسے سخت ناکامی نصیب ہوئی۔ اور شکست فاش ہوئی جس سے اُسکی طاقت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ لوگ بھی بددل نہ ہوئے آزادی کی خواہش لوگوں کے دلوں میں اسقدر جڑ پکڑ گئی تھی۔ کہ پھر ایک بڑی جماعت نے محبِ ملک گسٹاوس کا ساتھ دیا۔ اور انجام یہ ہوا۔ گسٹاوس نے سر فتح کا سہرہ بندھا اور شاہی فوج کو ایسی بھاری شکست ہوئی۔ کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی۔

کرسچین کا زور بہت سا تو گسٹاوس نے توڑ دیا۔ اور رہا سہا اہل ڈنمارک نے بھی اُس کے مظالم سے بجان تنگ تھے جب انہوں نے دیکھا۔ کہ کرسچین کی طاقت کو گسٹاوس کے مقابلہ میں بالکل ضعف پہنچ گیا۔ تو وہ بھی کرسچین کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اُسے ملک سے نکال دیا۔ گو کرسچین

نے ایک بڑی فوج جمع کرکے پھر بادشاہت حاصل کرنا چاہی۔ لیکن اُسوقت سویڈن۔ ڈنمارک۔ اور ناروے تینوں ہی ملک کے لوگ اُس کے مخالف تھے اور سب گسٹاوس کے حامی ہو چکے تھے۔ پس اہل ناروے نے اُسے شکست دیکر قید کرلیا۔ اور وہ قید ہی کی حالت میں سنہ ۱۵۶۰ء میں فوت ہوگیا۔

گسٹاوس کی کوشش اور جانبازی سے سویڈن کو ایک ظالم فرمانروا کے ظلم وستم سے رہائی ملگئی۔ اور وہ ایک خود مختار ملک ہوگیا۔ اہل سویڈن نے گسٹاوس کی حب الوطنی اور ملکی خدمات کی بڑی قدر کی۔ چنانچہ اُسے سویڈن کا بادشاہ منتخب کرکے سویڈن کی فرمانروائی اُسکے خاندان کے لئے مخصوص کردی۔ گسٹاوس انصاف اور محبت کے ساتھ حکومت کرتا اور اپنے ملک کو ہر طرح پر زوردار اور ترقی یافتہ بناتا رہا۔ اور ملک ہی کی خاطر ایک جنگ میں مارا گیا۔ مگر اس دنیا میں نیک نام چھوڑ گیا اور حب الوطنی کی ایک اچھی مثال قائم کرگیا۔ جسکی ہر ایسے شخص کو تقلید لازم جو اپنے ملک کو اپنی جان سے عزیز سمجھتا۔ اور ملکی آزادی اور ترقی کا شیدا ہو۔ گسٹاوس کی زندگی اس شعر کی مصداق ہے۔

دارا رہا زمیں پہ نہ سام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

رومی حکومت سے جرمنی کو کس نے آزادی دلائی۔

ایک زمانہ میں جو مسیح کی پیدائش سے پیشتر تھا۔ رومیوں نے ملک جرمن کو فتح کرلیا۔ اور اسمیں حکومت کرنے لگے۔ چونکہ اُس زمانہ میں سلطنت روم کے تنزل کے اسباب پیدا ہوگئے تھے۔ اسلئے رومی اپنے ماتحت ملکوں پر زیادہ سختی کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ سختی ظلم و ستم کے درجہ تک پہنچ جاتی تھی۔ اہل جرمنی بھی جو رومیوں کے زیر حکومت تھے۔ رومیوں کی سختیوں سے نالاں تھے اور دل سے خواہاں تھے۔ کہ رومیوں کی حکومت سے کسی طرح رہائی ملجائے +

جرمن والوں میں ایک شخص جو مجسم حب الوطنی تھا۔ اور بڑا ہی جانباز اُس نے رومیوں کی حکومت کا جوا اُتار پھینکنے کا ارادہ کیا۔ اُسکا نام ارمینیس یا ہرمان تھا۔ اُس نے اپنے دیگر ہموطنوں کی مانند رومی فوج میں بھرتی ہو کر فن حرب کی تعلیم حاصل کی۔ اور بہت سے معرکۃ الآرا لڑائیوں میں شریک ہوا۔ یہ محب وطن عالی خاندان تھا۔ اور بڑا ذہین۔ گو اطوار میں وحشی تھا۔ تاہم فصیح البیان۔ اُسکی تقریر لوگوں کے دلوں میں بے انتہا جوش پیدا کردیتی تھی اُس نے فصیح تقریروں کے ذریعہ سے جرمنی کے بہت سے جوانوں کو اپنا ہم خیال بنالیا۔ یہ ایک موقعہ پر اُن کی ایک بڑی جماعت فراہم کر کے جنگل میں لے گیا۔ جہاں رات کو دیوتاؤں کو قربانی چڑھا کر اُس نے اُن سے یہ حلف لیا کہ "وہ آزاد ہونے تک آرام سے نہ بیٹھیں گے" +

جرمنی کی محب ملک جماعت اس تاک میں تھی کہ کوئی موقعہ ہاتھ لگے۔ تو مقاصد کی انجام دہی کے لئے ہاتھ پاؤں نکالے۔ خیر سے موقع بھی مل ہی گیا۔ سنہ ۹ء میں وارثیوس کو جو جرمنی کا گورنر تھا۔ یہ خبر ملی کہ ملک کے ایک دور دراز حصہ میں بغاوت ہوگئی ہے۔ پس اُس نے فوجوں کے تین تمن لیکر اُن کی سرکوبی کا ارادہ کیا۔ اسوقت محب ملک جماعت نے ارادہ کیا۔ کہ جرمن والوں کی ایک فوج ایک جنگل میں پہاڑ کی گھاٹیوں میں جاکر چھپ رہے اور جب رومی فوج وہاں سے گذرے تو اُسے بیدریغ تہ تیغ کر دیا جائے۔ جب وارثیوس نے فوج تیار کی تو جرمنی کے سارے سردار فوج کے ہمرکاب ہوگئے۔ روانگی کے وقت ایک دغاباز جرمن نے جو ملک کا بدخواہ تھا۔ اور جسکا نام سیگیس ٹس تھا۔ وارثیوس کو محب ملک جماعت کے ارادے سے مطلع کر کے عرض کی کہ "مجھے اور سرداران کو گرفتار کر لیا جائے"۔ وارثیوس کو اپنی فوجی طاقت پر اسقدر بھروسہ تھا۔ کہ اُس نے سیگیس ٹس کی بات پر کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ الغرض رومی فوج روانہ ہوئی۔ ارمینیس ہمراہ تھا۔ وہ فوج کو ایک مختصر راستہ سے لے چلا۔ اور ٹیوٹوبرگ کے جنگل میں لے پہنچا۔ جرمن فوج جو جنگل میں چھپی ہوئی تھی۔ نکل کر رومی فوج پر ٹوٹ پڑی۔ اُس وقت حسن اتفاق سے ایک خوفناک طوفان برپا ہوگیا موسلادھار پانی برسنے لگا۔ پہاڑی چشمے چڑھ گئے۔ گھاٹیاں لبریز ہوگئیں درخت گرنے لگے۔ اوپر سے جانباز جرمن حملہ کر رہے تھے۔ رومی سپاہی جو سرتاپا بھاری ہتھیاروں سے لدے ہوئے تھے۔ بارش سے بھیگ کر اس قابل نہ رہے کہ جلدی جلدی حرکت کر سکیں۔ پس اُن کو جرمنی والوں کے مقابلہ میں سخت زک حاصل ہوئی۔ شام کو رومی سپاہ اپنا سامان جنگ اور باربرداری پھونک کر پسپا ہونے لگی۔ اور ایک پہاڑی پر جو گھنے جنگل سے ڈھکی ہوئی تھی چلی گئی۔ وہاں جرمنی والوں نے اُسکو خوب قتل کیا۔ وارثیوس

نے شکست کھا کر خودکشی کر لی جس جگہ یہ فتح حاصل ہوئی تھی۔ وہاں آرمینیس کا ایک بُت تانبے کا اب تک کھڑا ہے ✤

اس خبر کے پہنچتے ہی روم میں اداسی چھا گئی۔ قیصر اغسطوس نے بہتیرا چاہا کہ جرمن والوں کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کیجائے۔ لیکن شنوائی نہ ہوئی۔ کوئی فوج اس بات پر راضی نہ ہوئی۔ آخر کار کئی سال بعد یعنی سنہ ۱۴ء میں رومی سپہ سالار جرمنیکس نے ایک فوج لی۔ اور کوہستان ایلپس کو عبور کیا۔ اور جرمن والوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اُس نے میدان جنگ میں جا کر رومی مقتولوں کی ہڈیاں جمع کیں۔ اور اُن کی چتا بنا کر اُن میں آگ لگا دی اور اپنی فوج کے روبرو ایک زبردست تقریر کی جس میں رومیوں سے اُس عزتی کا بدلہ لینے کے لئے درخواست کی تھی جو سلطنت روم نے اہل جرمنی کے ہاتھوں سے اُٹھائی تھی۔ گو جرمنیکس نے جرمن والوں کو کئی خونریز لڑائیوں میں شکست دی۔ مگر جنگ کا انجام یہی ہوا کہ اُسکی ساری فوج ہلاک ہو گئی۔ اور قیصر طبریوس کے حکم سے جرمنیکس روم کو واپس چلا گیا۔ جرمنی کو رومیوں کی حکومت سے آزادی مل گئی۔ ارمنیس جرمنی والوں کا سردار اور حاکم قرار دیا گیا۔ وہ دس سال تک حکمران رہا۔ مگر حاسدوں نے سنہ ۲۱ء میں اُسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اُسوقت سے جرمنی والے ایک متحد قوم نہیں رہے۔ بلکہ اُن کے مختلف فرقوں میں نفاق پیدا ہو گیا ✤

غارتگر حقوق و آزادی

شاہ ونیسس لاوس جو جرمنی کے تخت پر ۱۳۷۸ء میں متمکن ہوا۔ بڑا ہی احمق اور ستمگر نکلا۔ وہ عادات و اطوار میں اپنے باپ کا ضد تھا۔ جرمنی والے جن کے معاملات سے وہ بالکل بے خبر رہتا تھا۔ اُسے احمق سمجھتے تھے۔ بوہیمیا والے اُسے ظالم جانتے تھے۔ اور اس سے اسلئے نفرت کرتے تھے کہ وہ ان کے حقوق کو پامال کرتا تھا۔ اور جرمنی والوں ہی کو بڑے بڑے منصب دیتا تھا۔ جرمنی والے اُس سے اسلئے ناخوش تھے کہ نہ وہ کبھی جرمنی میں آیا اور نہ کبھی اُس نے وہاں پارلیمنٹ منعقد کی۔ اور اپنی حماقت سے جرمنی والوں کو ایک جنگ میں مبتلا کر دیا۔

بوہیمیا میں اس بادشاہ نے دیوانوں کی مانند ظلم کئے۔ ایک موقع پر اُس نے بہت سے امیروں کو دعوت دی۔ اور تین رنگ کے تین خیمے نصب کئے۔ ایک سیاہ۔ ایک سفید۔ ایک سُرخ۔ بادشاہ نے دعوت سیاہ خیمے میں کھلائی۔ اُسی میں دعوت کے بعد بادشاہ بیٹھا رہا۔ اور اُمرا کو ایک ایک کر کے بلایا۔ اور دریافت کیا کہ کون سی سرکاری ملک تمہارے قبضہ میں ہے۔ جن لوگوں نے بلا عذر اپنی ایسی املاک بادشاہ کے حوالہ کر دیں انہیں سفید خیمے میں بھیج دیا۔ لیکن جنہوں نے کچھ عذر کیا۔ اُن کو سُرخ خیمہ میں پہنچا کر قتل کرا دیا گیا۔

اس ظالم بادشاہ نے ایک اور دعوت کے موقعہ پر جس میں بہت سے ذی رتبہ اصحاب مدعو کئے گئے تھے۔ ایک نہایت خوفناک شکل کے آدمی کو دعوت کے کمرے میں کھڑا کر دیا اور ایک چغہ پہنا کر اُس کو کھڑا کیا تھا۔ اور بادشاہ

کے حکم کا منتظر۔ جب مہمان جمع ہو گئے تو بادشاہ نے اُس کریہ منظر شخص سے کہا کہ "ذرا دعوت ختم ہونے تک صبر کر۔ تیرے لئے بہت کام ہے"۔ لوگ اُسکے ظلم و ستم سے واقف تھے۔ اتنی بات سنتے ہی اُن پر خوف غالب آیا۔ بھوک اُڑ گئی۔ بدحواسی چھا گئی۔ فہر آ جبراً چند نوالے بمشکل حلق سے اُتارے۔ دعوت کے بعد بادشاہ نے اُن سے کچھ مراعات چاہیں جن کو انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔

کھانے کے وقت شاہ وینیس لاؤس کے قدموں کے پاس ہی اُسکے شکاری کتے بیٹھے رہتے تھے۔ بادشاہ شراب کی ترنگ میں ان کتوں کو مہمانوں پر ہلکار دیتا تھا۔ خونخوار کتے اُن کو زخمی کر دیتے تھے۔ کئی بار بادشاہ نے ان کتوں کو ملکہ کے اوپر ہلکار دیا۔ بعض اوقات وہ ملزموں کو بھی پیشاؤں پر کتے چھوڑوا دیتا تھا۔

اس بادشاہ کی دوسری ملکہ کے ہاں ایک پادری جان آف نیپوموک تھا جو ملکہ سے گناہوں کا اقرار کراتا تھا۔ بادشاہ نے اُس سے کئی بار دریافت کیا کہ ملکہ ان اقراروں میں کن باتوں کا اقرار کرتی ہے۔ پادری کو قانون کلیسا کے مطابق اقراروں کو مخفی رکھنا چاہئیے۔ اسلئے اُس نے بادشاہ کو کوئی بات نہیں بتائی۔ تب تو بادشاہ نے اُسے دھمکایا۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ میں مرنا پسند کرتا ہوں۔ مگر کوئی راز فاش نہیں کرونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ "جناب پادری صاحب اگر آپکا یہ ارادہ ہے تو لیجئے میں اُسے پورا کئے دیتا ہوں"۔ یہ کہکر اُس نے لوگوں سے کہا کہ "اس پادری کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسے خندق میں پھینکدو"۔

وینیس لاؤس کے زمانہ میں روم کی طاقت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ اگر وہ چاہتا تو ایسے وقت میں اپنی حکومت کو بہت زوردار بنا لیتا۔ اسوقت روم میں دو پوپ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اُن میں جھگڑا رہتا تھا۔

فرانس جو جرمنی کا سخت دشمن تھا۔ اُس زمانہ میں انگلستان سے برسرِ جنگ تھا۔ لیکن اس احمق بادشاہ میں نہ سمجھ تھی نہ دوراندیشی۔ بلکہ وہ فطرتاً ظالم تھا۔ اسلئے ملک کو نفع پہنچانے کی جگہ اُلٹا نقصان پہنچاتا رہا۔

الغرض وینیسس لاؤس کی نااہلیت سب لوگوں کو معلوم ہوگئی تو اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اُسے معزول کر دیا جائے۔ پس ۱۴۰۰ء میں ایسے لوگوں نے جو بادشاہ کو منتخب کرنے کا حق رکھتے تھے۔ رو کا ڈنٹ پیلاٹائین روپرٹ کو جرمنی کا بادشاہ منتخب کر لیا۔ اس انتخاب کو جرمنی کے بالائی حصہ کی رعایا نے منتخب کرنیوالے اُمرا کی سازش سمجھا۔ اور انہوں نے بادشاہ کی طرفداری کی۔ اگر وینیسس لاؤس چاہتا تو اُسوقت بھی اپنی روش بدلکر ملک تاج و تخت بنا رہتا۔ لیکن اُس نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ وہ تو عیش ہی میں رہا اور اپنے خانگی ملازموں پر ظلم و ستم ڈھاتا رہا۔

اُس نے اپنے ایک باورچی کو کباب کر دیا۔ اس باورچی نے ایک دن مسلّم کباب کسی جانور کا بنایا۔ وہ اتفاق سے اچھا نہیں بنا تھا۔ بادشاہ نے اس خطا پر اُسے اپنی انگیٹھی پر اپنی آنکھوں کے سامنے کباب کر ڈالا۔ پھر اُس نے جلاد کو محض اس خیال سے سزائے موت کی تکلیف دی تاکہ اُسے بھی اُس تکلیف کا تجربہ ہو جائے۔ جو اُسکے ہاتھوں سے آدمیانِ خدا کو پہنچتی رہتی ہے۔

جرمنی کو فرانس سے رہائی دلانیوالا محبِّ ملک

اسٹین جو جرمنی کے ایک نوابی خاندان میں ۱۷۵۷ء میں پیدا ہوا۔ ایک ایک لاثانی مدبّر اور سچا محبِّ وطن تھا۔ وہ تعلیم پانے کے بعد پروشیہ کی گورنمنٹ میں ملازم ہوگیا۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا ۱۸۰۴ء میں وزیر کے منصب پر جا پہنچا۔ وزیر بنکر اُس نے ملک میں اشیاء کا محصول معاف کر دیا۔ اور اور بہت سی اصلاحیں کیں۔ ملک کی کامل اصلاح کرنے پر شاہ فریڈرک ولیم سوئم نے ناخوش ہوکر اُسے برخاست کر دیا۔ یہ ۱۸۰۸ء کا واقعہ ہے مگر جب ۲ ماہ بعد کے روس نے دھوکا دیا تو اُس وقت اُسے مجبوراً اسٹین کو بحال کرنا پڑا۔ اسٹین نے بادشاہ سے وعدہ لے لیا۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ملک کی اصلاح کریگا۔ اس نے ایک سال کے عرصہ میں بہت کچھ اصلاحیں کر دیں۔ اسپر نپولین جس نے اسکی سفارش شاہ فریڈرک ولیم سے کی تھی ۔ اُس سے اس لئے ناخوش ہوگیا کہ اصلاحوں سے فرانس کا نقصان ہوتا تھا نپولین نے شاہ فریڈرک پر زور ڈالا کہ اسٹین کو برخاست کر دیا جائے ۔ چونکہ اسوقت شاہ فریڈرک ۔ سکندر اوّل اور نپولین سے اسلئے بگاڑ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہ ملک کمزور تھا۔ لہذا اُس نے نپولین کی درخواست قبول کر لی۔ اسٹین برخاست کیا گیا۔ اُسکی جائداد و اقعہ ریاست قابیہ ضبط کی گئی ۔ اسٹین کو ملک سے باہر نکالکر

نہیں بادشاہ لینا پڑے گا ...

سنہ ۱۸۱۲ء میں زار روس نے اُسے اپنے دربار میں بلا لیا۔ اور اُس سے جرمن کے معاملات پر خفیہ طور پر مشورہ لیتا رہا۔ اسٹین جرمنی اور پروشیہ کا سچا خیر خواہ تھا اُس نے اس قسم کی رائے دی جس سے نپولین کو نقصان پہنچ سکتا تھا اور جب جرمنی میں فرانس کے خلاف لوگوں نے تیاری کی۔ تو زار روس نے اسٹین کو پروشیہ کے اس حصہ کا گورنر بنا دیا جو اُس کے قبضہ میں تھا۔ اسٹین نے سنہ ۱۸۱۳ء میں پروشیہ کا روس سے فرانس کے خلاف اتحاد کرا دیا۔ اور عہد نامہ مکمل کرا دیا۔ جنگ لپزک کے بعد اسٹین جرمن کے اس حصہ کا جس پر روس اور پروشیہ کا قبضہ تھا حاکم بنا دیا گیا۔ اسوقت اُس نے کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے لئے روپیہ اور ہر قسم کا سامان بہم پہنچایا +

سب سے اول اسٹین ہی نے اس بات کو محسوس کیا کہ جرمنی کی متعدد ریاستوں کو ملا کر ایک سلطنت بن جانا چاہئے۔ کیونکہ اسمیں ملک کا نفع تھا۔ اُس نے لوگوں کو نوابوں کے اثر سے خلاصی دلائی۔ اُس نے ایک سی خود مختار بادشاہت کی جگہ رعایا کی قائم مقامی کا عنصر داخل کیا اور حکومت کا مرکز رعایا کو بنا دیا۔ اُس نے سیلف گورنمنٹ کو وسعت دی +

اسٹین نے جرمنی اور پروشیہ میں مندرجہ ذیل اصلاحیں بھی کیں :- فوج کی وردی۔ فوج کی ترتیب و تربیت۔ نوابوں کا زور گھٹایا۔ اُن کو فوجی ملازمت کے اجارے سے محروم کرایا۔ پہلے سول عہدے اور قطعیوں کے مالک صرف نواب تھے۔ مگر اسٹین نے یہ حقوق عوام کو بھی دلوائے۔ غلامی کا انسداد کرایا۔ شہروں میں چنگیاں قائم کرائیں۔ اور اُن کو سیلف گورنمنٹ دلائی +

اسٹین نے حب الوطنی سے متعلق سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اُس خفیہ سوسائٹی کی بنیاد ڈالی جسکا نام جرمنی زبان میں "ٹوگین بنڈ" یعنی "صادقوں کی جماعت" تھا۔ اس سوسائٹی کا مدعا یہ تھا۔ کہ فرانس کے خلاف اہل جرمنی کو آمادہ کیا جائے مگر اسی سوسائٹی کے قائم کرنے کے باعث نپولین اسٹین سے

ناراض ہوگیا تھا۔ اس سوسائٹی میں بہت سے افسر اور تعلیم یافتہ لوگ شامل تھے۔ اسٹین ہی کی رائے سے سپہ سالار اسکارن ہورسٹ نے لوگوں کو فوجی کرتب اور فنِ حرب کی تعلیم دی۔ چونکہ ملک کے سارے لوگوں کو فوج میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے تھوڑے تھوڑے عرصہ تک لوگ فنِ حرب کی تعلیم پاتے رہے۔ اس ترکیب سے محبّانِ ملک کی ایک فوج بن گئی۔ اس خفیہ سوسائٹی کے مقاصد کو یونیورسٹیوں کے اُستادوں اور طلبا نے بیحد ترقی دی۔ اس انجمن کے لوگوں نے اہلِ جرمنی اور پروشیہ میں ایک زبردست برادری اور حب الوطنی پیدا کر دی جو فرانس کی حکومت اور اثر سے جرمنی اور پروشیہ کو خلاصی دلانے کا باعث ہوئی ؛

نپولین کو شکست ہونے اور جرمنی اور پروشیہ سے فرانس کا اثر اُٹھ جانے بعد اسٹین ملکی معاملات سے دست بردار ہوکر اپنی وفات تک جو ۱۸۳۱ء میں واقع ہوئی۔ گوشہ نشینی اور توسیعِ علم کی زندگی بسر کرتا رہا ؛

ایک محبِّ وطن عورت

چودہویں صدی عیسوی میں فرانس کے ایک حصہ پر شاہ انگلستان کی حکومت تھی - اُس وقت شاہ ایڈورڈ سوئم فرمانروائے انگلستان نے فرانس کا مالک بننے کے لئے کوشش کی اور ایک جنگ کی ابتدا کی جو جنگ سوسالہ کہلاتی ہے - اور جس کا خاتمہ صلح نامۂ بریٹینی کی رو سے ہُوا - شاہ ہنری پنجم جب سنہ ۱۴۱۳ء میں انگلستان کے تاج و تخت کا وارث ہُوا - تو اُس نے فرانس سے جنگ شروع کی - اگرچہ وہ کسی طرح بھی فرانس کے تاج و تخت کا حقدار نہیں تھا - لیکن اُس نے فرضی دعوے کے ساتھ جنگ کی ابتدا کی - فرانس کا بادشاہ چارلس ششم دیوانہ تھا - اور اُس کے نواب آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے - اس موقعہ کو شاہ ہنری نے فتحمندی کے لئے غنیمت سمجھا - اہل انگلستان جو فرانس کے ہاتھوں کبھی سخت زک اُٹھا چکے تھے - اور اُسکا بدلہ اہل فرانس سے لینا چاہتے تھے - اور اسی خیال سے وہ شاہ ہنری کے شریک حال ہوگئے - انہوں نے اس بات کی مطلق پرواہ نہیں کی - کہ آیا جنگ کی وجہ درست ہے یا نادرست ۔

سنہ ۱۴۱۵ء میں شاہ ہنری نے محاصرہ کر کے ہارفلر پر قبضہ کر لیا بلحاظ تو اُس کے پاس فوج کم تھی - دوسرے فوج میں بیماری پھیل گئی - اور سینکڑوں جوان اجل کا لقمہ ہوگئے - تاہم شاہ ہنری نے کیلے پر دھاوا بولدیا - راستہ میں اگین کورٹ کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا - دوسرے دن کریسی کے مقام پر ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں اا ہزار فرانسیسی ہلاک کئے گئے

ان مقتولوں میں فرانس کے بڑے بڑے آدمی بھی تھے +

اس فتح کے بعد شاہ ہنری انگلستان واپس چلا گیا - مگر اس فتح کے دو سال بعد پھر فرانس آن گیا اور شہر رُوین کا محاصرہ کر لیا - اُسکے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد شاہ فرانس کے ایک چچیرے بھائی ڈیوک آف برگنڈی نے بادشاہ کے حقیقی بھائی ڈیوک آف اورلینس کو قتل کر دیا - مقتول ڈیوک کے دوستوں نے قاتل ڈیوک کو ہلاک کر دیا - برگنڈی کے نئے ڈیوک نے شاہ ہنری سے میل کر لیا - تاکہ اُسکی مدد سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے - اس سے شاہ ہنری کو اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لیئے ایک عمدہ موقع ہاتھ آ گیا - اسکے کچھ ہی عرصہ بعد ایک عہد نامہ ہوا - جسکی رو سے شاہ چارلس کی وفات پر شاہ ہنری کل فرانس کا حکمران بنایا جاتا - اور وہ فرانس کی شاہزادی کیتھرن سے شادی بھی کر لیتا - مگر کچھ ہی دن بعد شاہ ہنری کا انتقال ہو گیا - اور اُس کے کچھ ہی عرصہ بعد شاہ چارلس بھی قبر کا مہمان ہو گیا +

اسکے بعد انگلستان کے تاج و تخت کا وارث صغیر سن بادشاہ ہنری ششم بنایا گیا - فرانس کے ایک بڑے حصے نے اُسکی اطاعت قبول کر لی - فرانس میں شاہ ہنری کا چچا ڈیوک آف بیڈفرڈ ہنری کے نام سے حکومت کرنے لگا - دریائے لوئر کے جنوب میں مرحوم بادشاہ چارلس کے بیٹے چارلس ہفتم کی حکومت

چونکہ شاہ انگلستان خلاف حق خلاف و انصاف اور زبردستی سے فرانس کو اپنی حکمرانی میں لانا چاہتا تھا اسلیئے کشت و خون کی نوبت آئی - انگریزی سپاہ نے اورلینس کا محاصرہ کر لیا - اور فرانس کے شہروں پر ایک ایک کر کے قبضہ حاصل کرنا شروع کیا - اور اس قبضہ کے حاصل کرنے کیلیئے اہل فرانس کا خون بہر طرح بہایا سنا اور ملک کو ہر طرح سے پامال کیا - اہل فرانس کی حالت ان ایام میں نہایت ہی سپست اور زوال پذیر تھی - وہ بیچارے بالکل مایوس ہو گئے

سکتے ۔

اسوقت فرانس کے صوبہ لورین میں کسان کی ایک لڑکی جان ڈارک تھی جسے انگریز جان آف آرک کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ وہ بالکل ناخواندہ سیادہ مزاج مگر پاک دل تھی ۔ اور اپنے ملک کی سچی خیرخواہ ۔ وہ اپنے ملک کی بربادی کا منظر دیکھ کر بیحد افسوس کرتی تھی ۔ انگریزی فوج فصلوں کو تباہ کر رہی تھی روز اسکے کانوں تک اپنے ملک والوں کی مصیبت اور انگلینڈ کے فسانے پہنچتے رہتے تھے ۔ اس جوان لڑکی کے دل میں ایک نیا ولولہ پیدا ہوا ۔ مگر اسکو خیال ہوا کہ فرشتے اسے اپنے ملک کو آزادی دلانے کے واسطے حکم دے رہے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ وہ اورلینس جاکر انگریزوں کو شکست دے اور شاہ فرانس کو تخت پر بٹھائے ۔

اب کیا تھا ۔ اس لڑکی نے اپنا ارادہ ظاہر کیا ۔ مگر اس کے باپ اور رشتہ داروں نے اسے اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا ۔ جو آواز جان ڈارک کو سنائی دیتی تھی ۔ وہ فرشتوں کی آواز نہیں تھی ۔ بلکہ حب الوطنی کے جذبہ کی آواز ۔ آخرکار اس نے ایک فرانسیسی سورما جو اسکے وطن کے پاس سے گذرا یہ التجا کی کہ وہ اسے بادشاہ کے پاس لے چلے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ جان ڈارک نے بادشاہ کے پاس پہنچکر کہا کہ میرا نام جان ہے ۔ میں کنواری ہوں ۔ مجھے آسمانی بادشاہ نے آپ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ہے ۔ کہ میں آپ کی فوج کی سپہ سالاری کروں ۔ اور انگریزوں پر فتح حاصل کرکے آپ کو کل فرانس کا بادشاہ بنادوں ۔

شاہ چارلس جو انسانوں کے ذریعہ سے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کی طرف سے بالکل مایوس ہوچکا تھا ۔ اس نے اس جوان لڑکی سے کہا کہ جو تمہارے دل میں آئے کرو ۔ میں تمہیں اختیار دیتا ہوں ۔ اس کے لئے زرہ اور ہتھیار لائے گئے ۔ جن کو اس نے زیب تن کیا ۔ اور گھوڑے سوار ہوئی ۔ اس نے ایک ہاتھ میں فرانس کا جھنڈا لیا ۔ اور فوج کی سپہ سالاری اختیار کرکے

اورلینس کا رُخ کیا۔ جاہل سپاہ کو کسی وجہ سے یقین ہوگیا۔ کہ اُس جوان لڑکی کو خدا نے اُن کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ اُسکی حب الوطنی نے سپاہ میں حُب الوطنی کا جذبہ بھڑکا دیا۔ اور ہر سپاہی ملک کی خاطر جان دینے پر آمادہ ہوگیا۔ اورلینس پہنچکر انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا۔ جان اور اُسکی فوج اس جوانمردی سے لڑے کہ انگریزوں کا مُنہ پھیر دیا۔ اور شہر اورلینس کو فتح کر کے اُس پر قبضہ کر لیا ٭

اس فتح سے اہلِ برگینڈی کی ہمت دوبالا ہوگئی اور اُن کو یہ اُمید ہوگئی۔ کہ وہ ضرور انگریزوں پر کامیاب فتح حاصل کر سکیں گے۔ اورلینس سے جان نے ریمس کا رُخ کیا۔ اور اُسے فتح کر کے شاہ چارلس کو اپنے سامنے فرانس کا تاج پہنایا۔ جان کا کام پورا ہوگیا۔ اس لئے اس نے چاہا کہ وہ گھر کو واپس چلی جائے۔ لیکن فرانس کی سپاہ نے اُسے نہ جانے دیا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ اُسکے بغیر کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتی ٭

انسان میں حسد کا مادّہ فطری ہے۔ جب جان کی کوشش سے سپاہ فرانس کو کامیابی اور فتح نصیب ہوئی اور شاہ فرانس کو تاج پہنایا گیا۔ تو جان کی عزت بہت بڑھ گئی۔ اور وہ ملک کی سچی مددگار اور آزادی دلانے والی خیال کیجانے لگی۔ فرانس کے سپہ سالاروں نے دیکھا کہ انہیں کچھ بھی تعریف نصیب ہوئی۔ بلکہ ساری تعریف کی مستحق ایک عورت سمجھی جاتی ہے۔ اس کمینہ خیال کے پیدا ہوتے ہی سپہ سالاروں کے دلوں میں آتش حسد بھڑکنے لگی۔ اور اُنہوں نے ارادہ کر لیا کہ آئندہ معرکوں میں وہ جان کی امداد نہ کریں۔ چنانچہ جب پھر انگریزی اور فرانسیسی سپاہ کا مقابلہ ہوا۔ تو وہ اُسے دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر چل دیئے۔ لعنت ایسے خود غرضوں پر جو ذاتی عزت کے خیال سے حب الوطنی اور محب وطنوں کی بیقدری کرتے ہیں۔ انجام یہ ہوا۔ کہ جان کو انگریزی فوج نے گرفتار کر کے قید کر لیا اور اُسکے

ساتھ ہر طرح بیعزتی کا برتاؤ کیا۔ اگرچہ اہل فرانس اُسے ایک زاہدہ اور محبۂ ملک خیال کرتے تھے۔ لیکن انگریز جادوگرنی۔ وہ اُسے بددین کہنے لگے۔ اور انہوں نے اُس پر بددینی کا فتویٰ لگایا۔ اور اُسے قتل کرا دیا۔ مرتے دم اُس کی زبان سے یہ لفظ نکلا "یسوع مسیح" اُسے سنتے ہی ایک انگریزی سپاہی نے کہا کہ اب ہم پر تباہی آئی اُسکا خیال درست نکلا ✤

جان کا قتل کیا جانا اہل فرانس کے لئے نیک فال تھی۔ اُس کے قتل ہی سے کل ملک میں انگریزوں کی مخالفت کا خیال زور پکڑ گیا۔ اور یہ جذبہ جوش پر آگیا۔ کہ انگریزوں کو مار مار کر ملک سے نکال دیا جائے۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ فرانسیسی قوم میں جان کی روح حلول کر گئی ہے۔ ایک جان کیا ماری گئی۔ اور ہزاروں ہی جان پیدا ہو گئے۔ اہل فرانس نے از سرِ نو جنگ کا آغاز کیا اور اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر انگریزوں سے مقابلہ کیا۔ ۲۱ سال تک وہ لڑتے اور انگریزوں کو شکست دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انگریزوں کی قبضہ میں ۲۱ سال کے بعد سرزمین فرانس میں صرف کیلے رہ گیا۔ باقی فرانس پر شاہ فرانس اور فرانسیسیوں کا قبضہ ہو گیا ✤

جان ڈارک کی ہمت و خیرخواہی سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ عورتیں بھی اپنے ملک کے لئے محبِ وطن ہو سکتی ہیں۔ اور ملک کی خاطر سچی قربانی دے سکتی ہیں۔ حب الوطنی کا جذبہ فطری ہے۔ اور مرد و عورت دونوں میں یکساں پایا جاتا ہے۔ اگر ضرورت ہے تو اس بات کی ہر خیرخواہ ملک کو اُس سے کام لینا چاہئے ✤

حا
یوں بالوں
رہما پریشانی

انقلاب فرانس اور آزادی و انصاف کی حمایت

فرانس میں جب انقلاب کی ابتدا ۱۷۸۹ء میں ہوئی تو اس نے کل یورپ کی کایا پلٹ کر دی۔۔ اور یورپ کے ہر ملک کے نظام حکومت کا شیرازہ درہم برہم کر کے ایک نئی قسم کا طرز حکومت قائم کرانے کا موجب ہوا۔

اس انقلاب کے اسباب یہ ہیں:-

(۱) عام لوگوں یا رعایا کو نہ صرف بادشاہ کو بڑے بڑے ٹیکس دینے پڑتے تھے بلکہ امرا اور شرفا کو بھی۔

(۲) یہ ٹیکس صرف عوام الناس پر لگائے جاتے تھے۔ امرا اور دینی پیشوا اس سے بری تھے۔

(۳) بادشاہ جو مقروض تھے۔ لوگوں پر نئے نئے ٹیکس لگاتے تھے۔ اور نیشنل اسمبلی یعنی قومی مجلس یا یوں کہو کہ فرانس کی پارلیمنٹ سے بادشاہ وہ بات کرانا چاہتے تھے۔ جس کے کرنے کے لئے وہ راضی نہ تھی۔

(۴) فرانس کی سوسائٹی دو قسم کے لوگوں میں منقسم تھی۔ ایک حقوق دار۔ دوسرے غیر حقوق دار۔ حقوق دار۔ اور غیر حقوق دار جماعت میں ایک اور [illegible] کی نسبت تھی۔ حقوقدار جماعت میں امرا اور دینی پیشوا شامل تھے۔ یہی لوگ مالدار تھے۔ دولت ان کے قبضہ میں تھی۔ مگر وہ کسی قسم کا ٹیکس یا محصول نہیں [illegible] بر جو ذاتی [illegible] ہیں۔ انجام

(۵) کاشتکاروں کے پاس گو مستقل اراضیاں تھیں۔ لیکن اُن کے عوض اُن کو بعض خدمات انجام دینا پڑتی تھیں۔

(۶) اُمرا کو اپنی رعایا کی زمین میں شکار کھیلنے کا حسبِ لخواہ حق حاصل تھا۔ انگلستان میں اُن اراضیوں کا محصول کم تھا جن میں شکار ہوتا تھا۔ لیکن فرانس میں زیادہ تھا۔

(۷) فرانس کے امرا اپنے علاقوں میں پالتو کبوتروں کے غول رکھتے تھے۔ جو کاشتکاروں کی فصل کو تباہ کر ڈالتے تھے۔ بعض اوقات کاشتکاروں کو ایک ہی فصل تین تین چار چار بار بونا ہوتی تھی۔ کیونکہ یہ کبوتر تخم ریزی کے بعد ہی تخم کھا جاتے تھے۔

(۸) شہروں میں تجارت اور صنعت خاص خاص قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو کسی اور شخص کو اپنا پیشہ اُس وقت تک نہیں کرنے دیتے تھے جب تک اُس سے ایک معقول رقم نہیں لے لیتے تھے۔

(۹) فوج میں افسروں کی آسامیاں صرف اُمرا کو مل سکتی تھیں۔ اسی طرح اعلیٰ عہدے بھی امرا ہی کو مل سکتے تھے۔ اور لوگ ادنیٰ دینی عہدوں سے آگے نہ بڑھنے پاتے تھے۔

ان اسباب کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں اور دیہاتوں میں غریبوں اور عام لوگوں کی حالت قابلِ رحم اور بدتر تھی۔ ادنیٰ درجہ کا جو شخص بھی ترقی کر کے کسی اعلیٰ درجہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اُس کے مقابلہ میں حقداری کا عذر کھڑا کر کے اُسے روکا جاتا تھا۔

انقلاب سے پیشتر فرانس کی حالت بہت بُری تھی۔ لوئی نام کا پندرھواں بادشاہ حکمران تھا۔ جو بڑا عیاش تھا۔ اس نے تمام حکومت اور فوجی اختیار اپنے عیاش مزاج رفیقوں اور مُنہ چڑھے لوگوں کو دے دیا تھا۔ اُسکی دوست عورتیں یا یوں کہو کہ معشوق اُسکے دربار کی حکمران تھیں۔ اور کل ملک میں بلا لحاظ احترام پریشانی

اور بے عنوانی کو ترقی دیتی تھیں۔ اُن میں سے ایک عورت جسکا نام بیگم پمپا ڈور تھا۔ اور جس نے ۱۷۶۴ء میں وفات پائی۔ کل سلطنت کی حکمران تھی۔ بادشاہ تو برائے نام حکمران تھا۔ اصلی فرمانروا الزبیہ بیگم تھیں۔ وہ بیس سال تک کل ملک کو اپنی انگلیوں پر نچاتی رہی۔ اُس نے ملک میں اعلےٰ عہدے اپنے ہواخواہوں کو دیئے۔ اپنے ایک جگری دوست چوسیول نامی کو وزیر اعظم بنا دیا۔ ملکی خزانے اُسکے اختیار میں تھا۔ وہ فرانس کیطرف سے غیر ملکوں کے ساتھ جنگ اور عہد نامے کرتی تھی۔ اس عورت نے بڑی شان و شوکت اور راحت و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی کے ایام گذارے۔ اور اپنی وفات پر کروڑوں کی دولت چھوڑی۔ اُس کے بعد شاہ فرانس کے دربار میں ایک اور عورت کاؤنٹس دوبیری کا بڑا زور و شور رہا۔ اُس نے چوسیول کو برخاست کر کے اپنے ہواخواہوں کو اعلےٰ منصبوں پر مامور کیا۔ اُسوقت سے فرانس کی جنگی شہرت۔ ملکی رعب۔ داب کل یورپ کی نگاہ سے اُٹھ گیا۔ ملک کی آمدنی اور دولت فضول خرچی کا شکار ہوتی رہی اور رعایا سخت مظلوم اور کس مپرسی کیحالت میں رہی۔ لوگوں کے حقوق پامال ہوتے رہے اور جن لوگوں نے خراب حکمران اور رعایا کے حقوق اور دُکھ درد پر قلم اُٹھایا اُنہیں سزائیں دی گئیں اور قید کیا گیا۔ یا جلاوطن کیا گیا۔

ملک کی آمدنی اور خزانہ کی دولت بادشاہ اور اُسکے رفیقوں کی عیش و عشرت کثیر التعداد وظیفوں اور پنشنوں اور جنگ و جدل میں صرف ہوتے ہوتے ہوا یہ کہ ملک غریب ہو گیا۔ خزانہ خالی ہو گیا۔ اور ملک پر قرضہ چڑھ گیا۔ قرضہ ادا کرنے اور بادشاہ کا خرچ چلانے اور ملکی خدمات کے انجام دینے کے لئے صرف ایک تدبیر رہ گئی۔ یعنی یہ کہ لوگوں سے قرض لیا جائے اور اُن پر نئے نئے ٹیکس لگائے جائیں۔ قرضہ کی تعداد اور ٹیکسوں کی تعداد سال بسال ترقی کرتی گئی چونکہ گورنمنٹ کی ساکھ اور اعتبار کم ہو گیا تھا۔ اسلئے قرضہ زیادہ سود پر ملتا تھا۔ بھاری اور نئے نئے ٹیکسوں سے عام لوگوں کا کچومر نکالا جاتا تھا۔ کیونکہ امراء اور

دینی پیشوا اُن سے بالکل بری تھے - لوگوں پر متعدد ٹیکس لگا تھے - جیسے محصول اراضی حیثیت جائداد - ہاؤس ٹیکس نمک کا محصول - تمباکو کا محصول وغیرہ وغیرہ - جو لوگ رعایا سے ٹیکس وصول کرتے تھے وہ ایک خاص اور مقررہ رقم شاہی خزانے میں داخل کر کے باقی اپنے پاس رکھ لیتے تھے - اس سے وہ اس قدر مالدار ہو گئے کہ اُن کی دولتمندی ضرب المثل ہو گئی تھی

ہر نئے ٹیکس کے وقت پارلیمنٹ اور گورنمنٹ میں جھگڑا اور مخالفت ہوتی تھی - جب ملک کا خزانہ خالی ہو گیا - تو فرانس کے خاص لوگوں نے ایک جلسہ اس غرض کے لئے کیا کہ اُسمیں اس امر پر غور و خوض کیا جائے - کہ کن ذرائع سے ملک کی حالت بہتر ہو سکتی ہے - ان لوگوں نے بادشاہ کو یہ رائے دی کہ کہ اسٹیٹس جنرل کی ایک میٹنگ منعقد کیجائے - فرانس میں یہ جماعت ۱۶۱۴ء سے منعقد نہیں کی گئی تھی پارلیمنٹ کی مانند تھی - اس میں ملک بھر کی منتخب شدہ قائم مقام عوام کے - دینی پیشواؤں کے اور امرا کے شامل تھے - شاہ لوئی پانزدہم نہیں چاہتا تھا - کہ وہ مثل اپنے بزرگوں کے اپنا اقتدار کم کرائے - اس لئے اُس نے ایک پنچ کی مجلس قوانین اور ٹیکسوں کی منظوری کے لئے قائم کی - اس بیجا مجلس سے اُن لوگوں کی گرفتاری اور قید کے لئے وارنٹ جاری کئے جاتے تھے جو ٹیکسوں اور اُمرا وغیرہ کی زیادتیوں کی مخالفت کرتے تھے - پارلیمنٹ ملک اور گورنمنٹ میں اکثر باتوں پر مخالفت رہتی تھی - لوگوں کی گرفتاری کے وارنٹ نہ صرف بادشاہ ہی کی طرف سے جاری کئے جاتے تھے - بلکہ وزیر اور اکثر وزیروں سے بھی ادنےٰ درجہ کے لوگوں کی طرف سے - مثلاً امرا وزرا اور بادشاہ کے ہوا خواہوں - دینی پیشواؤں اور خاندانوں کے سرغناؤں - یہ وارنٹ جن کے ذریعے سے لوگ بلا مقدمہ قائم کئے جانے کے مدتوں گرفتار اور قید میں رکھے جاتے تھے - دراصل لوگوں کی آزادی کے قاطع اور مانع تھے - مدہیں سال تک ملکی مجلس گورنمنٹ - عدالتوں - اور بادشاہ سے عوام کی آزادی اور حقوق کے لئے

جدوجہد کرتی رہی۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر اس ملکی مجلس کے زیادہ دلیر لوگوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور ملکی مجلس کے اختیارات وحقوق کم کر دیئے۔ یہ ۱۷۷۱ء کا واقعہ ہے۔

لوئی شانزدہم اور اسکی ملکہ میری انطونینٹ نے لوگوں پر اور بھی ستم ڈھایا یہ ملکہ بڑی مغرور تھی۔ خود اسکی شادی کے جشن کے روز آتش بازی چلانے کے وقت لوگوں پر ایک مصیبت نازل ہوئی جس میں کئی سو آدمی پاؤں تلے کچلکر مر گئے۔ سنہ ۱۷۷۴ء میں لوئی نے ملک میں اصلاحیں کرنے کی غرض سے دو قابل لوگوں کو مامور کیا۔ یعنی ٹرگوٹ اور میلی سربز کو۔ انہوں نے کامل اصلاح کی۔ اور یہ تجویز کیا کہ لوگوں کو اعلیٰ عہدوں اور جوڈیشل آسامیوں پر مقرر کیا جائے خفیہ پولیس توڑ دی جائے۔ اخراجات کم کئے جائیں۔ اور مفید باتوں اور قوانین کو رواج دیا جائے۔ اسی طرح وزیر جنگ سینٹ جرمین نے فوجی برائیوں کی اصلاح کی۔ مگر ان اصلاحوں کی مخالفت کچھ درباریوں نے کی۔ اور کچھ امرا نے کچھ پارلیمنٹ نے اور سب سے زیادہ دینی پیشواؤں نے۔ اس لئے مجبور ہو کر وزرا نے استعفا دیدیا۔

اسکے بعد نیکر اور کالون وزرا ہوئے۔ مگر ان سے ملک کو نفع نہ ہوا۔ کالون جس نے امرا اور دینی پیشواؤں پر بھی ٹیکس تجویز کئے اسکی سخت مخالفت کیگئی خود قومی مجلس نے مخالفت کی۔ اسلئے کالون استعفا دیکر لندن بھاگ گیا۔ پھر ٹولوس کا صدر اسقف یعنی دینی وزیر برین وزیر اعظم بنایا گیا۔ اسکی تجاویز ٹیکس کی پارلیمنٹ نے سخت مخالفت کی۔ بادشاہ نے اپنی مقرر کردہ مجلس کے ذریعہ دلی مقاصد پورے کرنے چاہے۔ اور جن لوگوں نے مخالفت کی ان کو قید یا جلاوطن کر دیا۔ مگر عوام نے بادشاہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ اسٹیٹس جنرل کی مجلس منعقد کیجائے۔ بادشاہ نے اور لوگوں کو قید کر دیا۔ جس سے عوام کی ناراضگی کو ترقی ہوئی۔ اور کئی مقامات میں ہنگامہ برپا ہوا۔ مجبوراً اگست ۱۷۸۸ء میں

استعفا دیدیا - اور نیکر پھر وزیر خزانہ بنایا گیا -

نیکر نے محبوس وزرا اور لوگوں کو رہا کردیا - پارلیمنٹ کے خلاف جو احکام جاری ہو چکے تھے - اُنکو منسوخ کردیا - اور ضروری قوانین رائج کئے - اسپر پارلیمنٹ کے ممبروں اور امرا کی مجلس نے یہ قرار دیا کہ پرانے طریقہ پر نئی قومی مجلس مرتب کیجائے - مگر نیکر چاہتا تھا - کہ لوگوں کا تیسرا طبقہ یعنی عوام ہی دراصل قوم کہلانے کا مستحق ہے نہ کہ امرا اور دینی پیشواؤں کے طبقے - اسلئے تیسرے طبقہ میں سے نئی مجلس کے لئے زیادہ ممبر بنائے جائیں - نیکر کی تجویز کی تائید میں بہت سے پمفلٹ بھی شائع کئے گئے - نیکر کی مخالفت امرا اور دینی پیشواؤں کیطرف سے کیگئی - اُس زمانہ میں سارے فرانس میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا - کہ ملک میں بادشاہ اور رعایا سے متعلق ایک نیا دور شروع ہوا ہے - اور چاہے اس دور کے راستہ میں کتنی ہی روکاوٹیں پیش کیجائیں - لیکن وہ ضرور کامیابی حاصل کریگا - اس خیال کے بہت لوگ طرفدار تھے - اُن میں سب سے مشہور اور زبردست شخص میرا بیُو تھا - جس کا پورا نام یہ ہے - ہونور گبرئیل ڈی کرٹ ریکویٹی کومٹ ڈی میرا بیو ٭

میرا بیُو بڑا جہاندیدہ اور گرم و سرد آزمودہ تھا - اُس نے پیشتر ہی سے ملکی باتوں اور تحریروں کے باعث بڑا نام حاصل کرلیا تھا - وہ ایک شریف خاندان سے تھا - انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی اُس نے عوام الناس کی طرفداری کی اور مطلق العنان بادشاہی - امرا اور دینی پیشواؤں کے ظلم و تعدی کی سخت مخالفت کی ٭

۵ مئی ۱۷۸۹ء کو ایک ملکی مجلس منعقد کیگئی - جسمیں عوام الناس - امرا اور دینی پیشوا یعنی تینوں طبقوں کے قائمقام شریک ہوتے - اُمرا اور دینی پیشواؤں کے طبقے چاہتے تھے - کہ ممبروں کا انتخاب تینوں کے متعلق جدا جدا کیا جائے - اس سے ان کے طبقوں کے لیے زیادہ ممبر منتخب

ہو سکتے تھے۔ لیکن عوام الناس نے کہا کہ تینوں طبقوں کے لئے ممبر ایک ہی جگہ منتخب کئے جائیں۔ عوام الناس نے بیلی کو جو بڑا ہیئت دان تھا۔ اور سچا محب وطن اور پیرس کا قائمقام تھا۔ اپنے طبقہ کا میر مجلس مقرر کیا۔ سائیز اور میرابو دونوں کی رائے سے عوام الناس نے اپنے طبقے کو قومی مجلس قرار دیا اور لوگوں کو اپنی طرف ملانا چاہا۔ ادنے درجے کے دینی پیشوا اس طبقہ میں مل گئے۔ قومی مجلس نے جو فیصلہ کیا۔ اس سے درباریوں کو خوف پیدا ہو گیا۔ فیصلہ یہ تھا۔ کہ قوم کو اسکے حقوق عطا کئے جائیں۔ قومی قرضہ کا سود موجودہ ٹیکسوں (حالانکہ یہ ٹیکس ناجائز ہیں) سے ادا کیا جائے۔

اسپر درباریوں نے یہ مناسب سمجھا کہ کل قوم کے لئے ایک ہی کانسٹی ٹیوشن بنایا جائے۔ اس سے تینوں طبقوں کا وجود بیکار ہو جاتا۔ پس ۲۳ جون کو بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ اور جس مکان میں مجلس ہوئی تھی اس کے دروازے بند کر کے کارروائی شروع کی گئی۔ بیلی کو بھی ان باتوں کا پتہ لگ گیا۔ بیلی فی الفور معہ قائمقاموں کے اس مکان پر گیا۔ مگر اسے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ پس وہ معہ لوگوں کے ٹینس کورٹ میں گیا۔ جہاں اسکی رائے سے لوگوں نے یہ حلف اٹھائے کہ "وہ ملک کے لئے ضرور ایک قانونی پارلیمنٹ اور انتظام حکومت بنا کر رہینگے"۔ عوام نے تین دن بعد دوسرا اجلاس کیا۔ ان کے شریک حال بہت سے دینی پیشوا اور اسقف صاحبان بھی ہو گئے۔

بادشاہ کی مجلس نے بادشاہ کے نام سے جو فرمان جاری کیا۔ وہ دھمکیوں اور ملامتوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس سے عوام میں بڑا جوش اور غصہ پیدا ہو گیا۔ نیکر اس فرمان کے اجرا سے پیشتر ہی استعفا دے چکا تھا۔ فرمان میں یہ اطمینان بھی دلایا گیا تھا۔ کہ کسی شخص کے ساتھ اسکے اسکی جائیداد وغیرہ کے متعلق کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔ اس سے چونکہ مراد یہ تھی۔ کہ جن حقوق

امرا دینی پیشوا اپنے حقوق سمجھتے تھے اور جن کے منسوخ کئے جانے کے لئے عوام الناس اصرار کر رہے تھے اس اطمینان سے اُن ہی حقوق کو تقویت ملتی تھی۔ اسلئے عوام کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی ۔

اس کے بعد جو اجلاس تینوں طبقوں کے قائم مقاموں کا ہوا۔ اُس میں بادشاہ کیطرف سے لوگوں کو اطمینان دلایا گیا۔ اجلاس برخاست ہوتے ہی دو طبقے کے لوگ چلے گئے۔ مگر عوام کے طبقہ کے لوگ بیٹھے رہے اتنے میں اُس عہدے دار نے جو شاہی دربار کے انعقاد کی رسوم ادا کرتا ہی کہا کہ اب آپ بھی جائیں۔ یہ سنتے ہی میرابو کھڑا ہوا اور حاضرین کو اُن کے حلف یاد دلا کر اُس عہدے دار سے یوں مخاطب ہوا ۔

" اپنے بادشاہ اور آقا سے جا کر کہدے کہ ہم اسجگہ قوم کی مرضی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہاں سے ہم صرف سنگینوں کی نوکوں کے ذریعے سے ہٹائے جا سکتے ہیں"۔ بادشاہ نے یہ جواب سنا۔ مگر خاموش رہا۔ اس اجلاس کی کارروائی بیکار قرار دیدی۔ اور بہت جلد بہت سے اعلےٰ درجہ کے دینی پیشوا جن میں طولیس اور اوتن کے اسقف بھی شامل تھے اور نیز بہت سے اُمراء ڈیوک آف اورلینس کی ہمراہی میں عوام الناس کے طبقوں میں شریک ہو گئے۔ اب تو لوئی نے بھی مناسب سمجھا کہ تینوں طبقوں کے درمیان ایک عہد اور اتحاد ہونا ضروری ہے ۔

تیسرے طبقہ کی فتح اور پایہ تخت پیرس کی ہلچل سے امراء درباریوں پر بڑا خوف غالب آیا۔ اور اُن کی رائے سے بادشاہ نے سوئٹزر اور جرمن فوجوں کو مارشل بروگلی کے زیر کمان ورسیلز میں بلایا۔ کیونکہ فرنچ فوج پر اعتبار نہیں تھا۔ قومی مجلس نہیں چاہتی تھی۔ کہ ان فوجوں کو بلایا جائے کیونکہ اُن کا بلایا جانا ایک دھمکی سمجھا جاتا۔ لیکن ناعاقبت اندیش بادشاہ نے ایک بھی نہ سنی ۔ پیرس میں ایک انقلابی اور اصلاحی انجمن سی قائم ہو چکی تھی۔ جو عوام کو لے

میں آزادی کے جذبہ کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے بڑھاتی رہتی تھی۔
آزادی کے متعلق تقریر کرنے والوں میں کاملی ڈیسمولنس بڑا ہی پرجوش تھا۔
اوّل تو فوجوں کا بلایا جانا۔ دوسرے اس خبر کا مشتہر ہونا کہ نیکر جلاوطن کر دیا گیا۔ اور اسکی جگہ ملکہ کا ہوا خواہ فولن اور ملکی آزادی کا دشمن کومٹ ڈی آرٹوئس مقرر کئے گئے۔ لوگوں کو بھڑکانے کا موجب تھا۔ آزادی کے چاہنے والوں کی ٹولیاں گلیوں اور سڑکوں پر گشت لگانے لگیں۔ کارخانے لوٹے گئے۔ میگزینوں پر عوام نے قبضہ کر لیا۔ اور امرا کے مکانوں پر دھاوے کئے گئے
۱۴۔جولائی کو قلعہ بیسٹائل کو مسمار کر دیا گیا۔ امرا اور بادشاہ کی حکومت ملک اُٹھا دی گئی۔ بیسٹائل کے گورنر ڈیلونی اور دیگر لوگوں کو قتل کیا گیا۔ اُن کے سر نیزوں پر رکھ کر شہر میں پھرائے گئے۔ شاہی حکومت کے حامیوں فولن بلیئر جیلی اور سومش ہپوٹیں کو قتل کیا گیا۔ نیکر کو واپس بلایا گیا۔ اُسکا دھوم سے ہر جگہ استقبال کیا گیا۔ لیفائٹ کو قومی فوج کا سپہ سالار اور جیلی کو شہر پیرس کا حاکم مقرر کیا گیا۔

قومی مجلس نے بہت سے نئے قوانین بنائے۔ جو مراعات کاشتکاروں اور عام لوگوں کیطرف سے امرا اور دینی پیشواؤں کے لئے روا رکھی گئی تھیں۔ اُن کو منسوخ کیا گیا۔ امرا سے بدسلوکی کا بدلہ لیا گیا۔ بہت سے امرا اور دینی پیشوا ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خود بادشاہ نے ۱۷۹۱ء میں بھاگ جانا چاہا۔ لیکن گرفتار کر کے پیرس میں واپس لایا گیا۔ جہاں وہ قید میں رکھا گیا۔ امرا اور پادری جو غیر ملکوں میں بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے پروشیہ اور آسٹریا سے اہل فرانس پر فوج کشی کرانا چاہی۔ ۱۷۹۲ء میں [illegible] فوت ہو گیا اور پروشیہ آسٹریا نے فرانس پر بادشاہ کی امداد کے طور پر فوج کشی کی۔ اسپر عام لوگوں نے بادشاہ اور ملکہ کے قید خانہ پر حملہ کیا۔ اور اسپر قبضہ کر لیا۔ پروشیہ اور آسٹریا کو شکست دی۔ پھر بادشاہ کے حامیوں کا قتل کر لیا گیا۔ ۱۷۹۳ء میں

ظلمہ کو ں کو قتل کیا گیا۔ اور ملک میں ایک نئی پارلیمنٹ اور جمہوری سلطنت قائم کی گئی۔ اور اس طرح امرا اور بادشاہ کے ظلم و ستم کا خاتمہ ہوگیا۔ اور لوگوں کی آزادی اور ان کے حقوق بحال ہوگئے۔ یہ سب کچھ اس انقلاب کے ذریعہ کیا گیا۔ جس کا باعث مظلوم رعایا تھی *

جین سلوین بیلی مشہور فرانسیسی محبِّ وطن

یہ شخص جو فرانس میں ایک بڑا زبردست ہیئت دان گذرا ہے - ۱۵ ستمبر ۱۷۳۶ء کو پیدا ہوا - انقلاب فرانس کی ابتدا ہونے سے پیشتر تک وہ فرانس میں علم ہیئت کے متعلق تجربات اور تحقیقات کرنے اور کتابیں لکھنے میں مصروف رہا - لیکن جب انقلاب فرانس کی ابتدا ہوئی تو اُسنے حامیانِ انقلاب کی طرفداری کی - وہ سب سے پہلا شخص تھا - جس نے انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی انقلاب پسند فریق کی جماعت کا بیڑا اُٹھایا ۔

۱۷۸۹ء میں جب اسٹیٹس جنرل کی مجلس فراہم ہوئی - تو بیلی اسکا پریسیڈنٹ مقرر کیا گیا - اور جب قومی مجلس قائم کی گئی - تو اُسکا بھی میر مجلس مقرر کیا گیا - اس آسامی پر وہ اُسوقت تک کام کرتا رہا - جبکہ شاہ فرانس نے قومی مجلس کے برخاست کرنے کے لیے فرمان جاری کیا ۔

جب قومی مجلس اور شاہی عدالت میں جھگڑا ہوا تو سب سے پہلے بیلی ہی نے لوگوں کے حقوق کی حمایت میں تقریر کی - اور اُس نے لوگوں سے اس بات کے حلف اُٹھوا لیے کہ "وہ ظالم اور ظلم کا مقابلہ کرینگے - اور اُسوقت تک خاموش نہ ہونگے جب تک کہ اُن کو ایک آزاد اور قانونی حکومت نہ ملجائیگی" - ۱۴ جولائی ۱۷۸۹ء میں یعنی قلعہ بیسٹائل پر دھاوا بولے اور قبضہ کیے جانے کے ایک دن بعد بیلی پیرس کا حاکم اعلیٰ منتخب کیا گیا - اس آسامی کے فرائض بیلی نے اپنی

جان پر کھیل کر اور نہایت محنت سے انجام دئیے اور ایک نہایت قابل تعریف طریقہ میں ان تجاویز کو ترقی دی۔ جن کے ذریعہ عوام اپنے مقاصد اور حقوق میں شاہی عدالت اور دربار پر غالب آ سکے۔ ان باتوں کے باعث وہ عام لوگوں میں بیحد ہر دلعزیز ہو گیا۔ لوگ آزادی کے اسقدر خواہاں تھے کہ وہ اُس کے خلاف کسی بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ بیلی نے لوگوں سے چاہا کہ بادشاہ اور ملکہ کو چلا جانے دیں۔ اُس نے فوج کے سرکش افسروں کو گرفتار کرایا۔ مارٹ اور میرٹ کی نقصان دہ تجاویز کی مخالفت کی۔ وہ چاہتا تھا کہ امن کے ساتھ اور معقول طریقہ میں لوگوں کو آزادی۔ حقوق اور قانونی حکومت دلائی جائے۔ یہ باتیں پُرجوش بیقرار اور ناعاقبت اندیش لوگوں کو کب گوارا تھیں۔ ان باتوں سے لوگ اُس سے ناخوش ہو گئے۔ ۱۷ جولائی ۱۷۹۱ء کو عوام نے شاہی حکومت اُٹھا دینے کے لئے حملہ کیا۔ قومی مجلس نے بیلی سے کہا کہ ہنگامہ فرو کیا جائے۔ عوام کے گروہ نے ہنگامہ کر کے فوج پر حملہ کر دیا۔ بیلی نے کشت وخون روکنے کے لئے فوج سے کہا۔ کہ بندوقوں کے فیر کر کے ہنگامہ فرو کیا جائے۔ اس حکم سے فیر کئے گئے۔ اور ۳۰ آدمی جان سے مارے گئے۔ اور ۱۰۰ زخمی ہوئے۔ پس جب ۱۷۹۱ء میں قومی مجلس توڑی گئی تو اُس نے اس خیال سے کہ لوگ اُس کی طرف سے شبہ کرتے ہیں اُس نے اپنے منصب سے استعفا دیدیا۔ اور میلان کی طرف جہاں لاپلیس ہیئت دان تھا۔ اس ارادے سے روانہ ہوا کہ وہاں علم ہیئت کے مشغلہ میں ایام گذارے۔ میلان میں شاہی فوج نے اُسے قید کر دیا۔ ۱۰ اور ۱۱ اگست ۱۷۹۳ء کو سازش کے جرم میں اُس پر قتل کا فتوے صادر کیا گیا۔ اور دوسرے ہی روز اُسے قتل کرا دیا گیا۔ افسوس کہ لوگوں نے بیلی جیسے محب وطن کی قدر نہ کی۔ اور اُسے شاہی حمائیتوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جانے دیا۔

آزادی اور انقلاب کا شیدا

فرانس میں سلطنت جمہوری اور انقلاب فرانس سے متعلق سب سے زبردست شخص روبسپیئر ہے۔ جسکا اصلی نام "میکسی میلین ماری ایسی دو روبسپیئر" ہے۔ اس میں شبہ کو مطلق گنجائش نہیں کہ وہ سچا محب ملک تھا۔ سنہ ۱۷۵۸ء میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۴ء میں فوت ہوا +

یہ ایک غریب کا لڑکا تھا اور اس کے اسقف صاحب کی حمایت سے اس نے سنہ ۱۷۸۱ء میں قانون کا امتحان پاس کیا۔ جسکے بعد ہی اسقف صاحب نے اسے اپنے علاقہ میں حاکم فوجداری کے عہدے پر مقرر کر دیا۔ لیکن اس آسامی سے وہ خود ہی تھوڑے عرصہ بعد اسلئے دست بردار ہو گیا۔ کہ وہ اپنے قلم سے سزائے موت کا حکم صادر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

ملازمت سے دست بردار ہو کر روبسپیئر نے وکالت شروع کی جس میں اپنی قابلیت اور جفاکشی کے ذریعہ سے جلد تر بڑی شہرت حاصل کر لی۔ جب وکالت خوب چلنے لگی۔ تو تصنیف تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ ماہ دسمبر سنہ ۱۷۸۳ء میں وہ اراس کے بیت العلوم کا ممبر بنایا گیا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں کئی بیت العلوم سے انعام حاصل کئے۔ الغرض اپنی لٹریری اور قانونی قابلیت اور ملنساری سے روبسپیئر عوام میں بہت جلد ہر دلعزیز ہو گیا +

سنہ ۱۷۸۸ء میں ایک مباحثہ میں جسکا منشا یہ تھا۔ کہ اسٹیٹس جنرل کا انتخاب کس طریقہ میں ہونا چاہیے۔ روبسپیئر کو بھی شریک ہونا پڑا۔ اس زمانہ میں فرانس میں یہ عہدہ بڑے اعزاز کا تھا۔ روبسپیئر نے مباحثہ میں یہ ثابت کر دیا کہ

اگر اس منصب کے لیے کسی شخص کا انتخاب لوگوں کی گورنمنٹ کی طرف سے کیا جاتے تو منتخب شدہ شخص رعایا کا قائم مقام نہیں ہو سکتا - اس واقعہ اور بعض دیگر واقعات سے روبسپیئر ایک قابل مدبر سمجھا جانے لگا - ۱۷۸۹ء میں وہ اسٹیٹس جنرل کے پانچویں نائب کے منصب پر مامور کیا گیا ✦

روبسپیئر بڑا سرگرم اور روسو کے اصول کا شیدائی تھا - اُسے کامل یقین تھا کہ روسو کے اصول بہت جلد کامیابی حاصل کر کے فرانس کی کایا پلٹ کر دینگے - وہ ان اصول سے پھرنا موت سے بدتر سمجھتا تھا جب ملکی مجلس ایک نظام حکومت مرتب کر رہی تھی - (یہ نظام حکومت سرسبز ہونے کے قابل نہیں تھا) تو روبسپیئر لوگوں کے حقوق و فرائض کی بدایت مائل تھا - ان باتوں کے متعلق اس نے ملکی مجلس میں کئی بار تقریر بھی کی - ۱۷۹۱ء میں فرانس کے سب مشہور مدبر میرابو کا انتقال ہونے سے روبسپیئر اور اُسکے حامیوں کی چھوٹی سی جماعت کے لئے ترقی کا راستہ کھل گیا ✦

روبسپیئر نے سب سے پہلے تو چھوٹے درجہ کے پادریوں کی تنخواہ میں اضافہ کے لئے کوشش کی - پھر اُس نے جاکوبن کلب (فرانس میں یہ کلب انقلاب پسند فریق کی آماجگاہ تھا) کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا - اس میں اُسے خاص کامیابی ہو گئی - انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی اس کلب کو بڑا زور حاصل ہو گیا ✦

۲۱ جون ۱۷۹۱ء کو شاہ فرانس انقلاب پسند جماعت کے خوف سے بھاگا - مگر گرفتار کر لیا گیا - اس وقت بادشاہ کی حمایتوں نے روبسپیئر پر ہاتھ صاف کرنا چاہا - مگر ایک رفیق کی مدد سے روبسپیئر کا بال تک بھی بیکا نہ ہوا - ۳۰ ستمبر ۱۷۹۱ء کو ملکی مجلس توڑ دی گئی - اور انقلاب پسند لوگوں نے پیٹیون اور روبسپیئر کو محب ملک تسلیم کر کے اپنا سرغنہ بنا لیا ✦

ماہ دسمبر میں روبسپیئر نے جو تقریر کی اُس سے تاریخ فرانس میں ایک نئی بات کا آغاز ہوا - بریسوٹ نے جو ایک ملکی فریق کا سرغنہ تھا - اور ملکہ فرانس نے

آسٹریہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے رائے دی۔ لیکن مارٹ اور روبسپیئر نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ مارٹ نے مخالفت مدبرانہ نکات کے ساتھ کی۔ اور روبسپیئر نے انسانی ہمدردی کے خیال سے۔ کیونکہ جنگ وجدل اور کشت وخون کے بالکل خلاف تھا۔ اسوقت سے روبسپیئر اور دوسرے فریق میں سخت دشمنی ہوگئی ١٧٩٢ء میں روبسپیئر نے ملکی عہدے سے استعفا دیدیا۔ اور اپنے مدعا کی حمایت میں ایک اخبار نکالا۔ مگر پیرس کی اس جماعت کے ساتھ شرکت نہیں کی۔ جس نے لوئی چہاردہم کو معزول کردیا تھا۔ کیونکہ وہ بھی جنگ کی خواہاں تھی حالانکہ یہ جماعت روبسپیئر کو اپنی طرفدار بنانا چاہتی تھی۔ اس خیال سے کہ اُسکا ایک میں بڑا اثر تھا۔ اسوقت روبسپیئر نے مجلس واضعان آئین وقوانین میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ انقلاب کے متعلق ایک کونسل اور ایک حاکم اعلےٰ مقرر کیا جائے۔ اس نے یہ بھی کوشش کی کہ کشت وخون بند کیا جائے۔ اگرچہ یہ باتیں تو منظور نہ ہوئیں۔ تاہم خود روبسپیئر ملکی مجلس میں اول ڈپٹی کے منصب پر مامور کردیا گیا۔

فرانس کی جماعت گرنڈنس جودر پردہ شاہ فرانس سے سازرکھتی تھی۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ رو انجینس کے نواب کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔ اس جماعت نے روبسپیئر کی اس لئے مخالفت شروع کی کہ اُسکا اثر جو سارے ملک میں تھا۔ اُن کے مقاصد کی تکمیل میں مارج ہوسکتا تھا۔ پس اس جماعت کے لوگوں نے اُسپر یہ الزام لگایا کہ وہ اور اُسکے رفیق ملک کے اعلےٰ عہدوں کے لئے کوشش کررہے ہیں اور میڈم رولینڈ کے مکان پر سازش کرتے ہیں۔ لیکن روبسپیئر نے اُن الزامات کی قطعی تردید کردی۔ اور اپنی فصاحت سے مخالفوں کا مُنہ بند کردیا۔

دسمبر ١٧٩٢ء میں بادشاہ کا مقدمہ ملکی جماعت میں پیش کیا گیا۔ جس میں روبسپیئر نے ملک کی حمایت اور خیرخواہی میں بادشاہ کے خلاف یہ تقریر کی :-

"یہ مقدمہ کوئی باضابطہ مقدمہ نہیں ہے۔ لوئی قیدی نہیں ہے۔ تم سماعت کرنے والے جج نہیں ہو۔ بلکہ صرف مدبر اور قوم کے قائم مقام۔ تمہیں صرف ایک ہی شخص کے خلاف یا موافق فتوے نہیں دینا ہے۔ بلکہ عوام کی سلامتی کے سوال کو طے کرنا ہے۔ اور نیز قومی دور بینی کے سوال کو۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ تمہاری غلطی کو ظاہر کرتا ہوں۔ لاکھوں راستباز لوگوں کے مقابلہ میں لوئی کو ہلاک کرنا چاہیئے۔ لوئی ضرور ہلاک کیا جائے۔ تاکہ قوم زندہ رہے"

اس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ شاہ لوئی کے قتل کا فتوے صادر کیا گیا۔ اُس وقت سے روبسپیئر اور شاہی حکومت کے حامیوں میں دشمنی دن بدن ترقی کرتی رہی۔ روبسپیئر اور اُسکے رفیق اپنی ذاتی سلامتی کے خواہاں نہ تھے بلکہ ملک کی فتح کے جو کل یورپ کے مقابلہ میں ہونا چاہیئے تھی۔ آخر کار روبسپیئر غالب آیا۔ اور گرنڈنس کی جماعت ہلاک کی گئی۔ اور عوام کی طرف سے روبسپیئر عوام کی سلامتی کی مجلس کا ممبر بنایا گیا +

روبسپیئر کی دلی خواہش یہ تھی کہ ملک میں ایک قومی حکومت قائم کیجائے۔ اسلیئے انجمن سلامتی کو ملک کے اندرونی انتظام کا اختیار دیدیا گیا۔ مگر اب ایک اور دقت پیدا ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ اس انجمن کے بہت سے ممبر روبسپیئر سے اس لیئے حسد کرنے لگے۔ کہ ملک میں اُسکا اثر بہت زیادہ تھا۔ جو اُن کے حق میں تباہی کا موجب ہو سکتا تھا +

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ فرانس میں جو کشت و خون انقلاب پسند جماعت کے چند سرغناؤں کی کوشش سے ہوا۔ اُس سے روبسپیئر کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ انقلاب پسندوں کی دونوں جماعتوں کے سرغنہ جنکا ملک میں زور تھا۔ ایک دوسرے کے بغض و حسد کا شکار ہوئے۔ مگر روبسپیئر پر آنچ بھی نہ آئی +

آخر کار جب کشت و خون کی انتہا ہو چکی تو روبسپیئر نے ملکی مجلس میں

ایک تقریر کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "دہشت و خون بند کیا جائے۔ اور جو ڈپٹی یعنی حاکم نامنصف اور ظالم ہیں۔ اُن کو قتل کرایا جائے۔ اور انجمن سلامتی پھر مقرر کی جائے"۔ اس تقریر کا اولٹا اثر ہوا۔ اور خود روبسپیئر کے خلاف۔ وہی مثل ہوئی کہ

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

روبسپیئر نے ادھر تقریر ختم کی اور اُدھر انقلاب پسندوں نے اُس سے یہ سوال کیا کہ ایسے ڈپٹیوں کے نام بتائے جائیں۔ روبسپیئر نے نام بتانے میں مصلحتاً ذرا تامل کیا۔ اس سے لوگوں کو خود اُس کی طرف سے شبہ ہو گیا اور انہوں نے روبسپیئر اور اُس کے رفیقوں کو گرفتار کر لیا۔ مگر روبسپیئر کو تو چند دور اندیش ڈپٹیوں نے رہا کرا دیا۔ مگر اُس کے ایک مخالف نے اُسے گولی مار دی۔ جس سے وہ سخت زخمی ہو گیا۔ اور دوسرے ہی دن مخالفوں نے دست درازی کر کے اُسکی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا +

گو روبسپیئر بے قصور ہلاک کیا گیا۔ لیکن جس مدعا کا تخم اُس نے بو یا تھا۔ وہ بارآور ہوئے بغیر نہ رہا۔ ملک سے شاہی حکومت اُٹھا دیگئی۔ ظلم و ستم کا خاتمہ ہو گیا۔ لوگوں کی آزادی مل گئی۔ اور ملک میں جمہوری سلطنت کی ابتدا ہوئی +

ایک فرانسیسی محبِّ وطن اور اُس کی بیوی

فرانس میں "انقلاب" کے زمانہ میں کئی محبِ ملک ہوئے ہیں جن میں سے ایک کا نام رولینڈ تھا۔ اُسکا اصلی نام جین ماری رولینڈ ڈی لا پلاٹ ریئر تھا۔ وہ ۱۷۳۴ء میں پیدا اور ۱۷۹۳ء میں فوت ہوا۔ وہ ایک غریب کا بیٹا تھا۔ اور آئرش نسل سے۔ اُسکا دادا نقل سکونت کر کے فرانس میں جا بسا تھا۔ وہ اپنے ایک رشتہ دار کی کوشش سے محکمہ صنعت و حرفت میں انسپکٹر مقرر کیا گیا۔ ۱۷۸۰ء میں اُس نے ایک عورت سے شادی کی۔ جو بڑی مطالعہ پسند تھی۔ اور وسیع معلومات بھی رکھنے والی۔ اس عورت کو سلطنت جمہوری سے بڑی ہمدردی تھی۔ اُس ہی کے اثر سے رولینڈ نے انقلاب فرانس میں بڑا نمایاں حصّہ لیا +

شادی کے بعد رولینڈ نے صنعتی معاملات پر مضامین کا ایک عمدہ سلسلہ "ایک انسائی کلوپیڈیہ" کے لیئے لکھا جس کے باعث ملک میں اُسکی بڑی شہرت ہوگئی۔ بیوی نے جسے "انقلاب" کے ساتھ دلی ہمدردی تھی اُس نے انقلاب کی ابتدا ہوتے ہی اپنے خاوند کے نام سے اخبارات میں اعلےٰ درجہ کے پولیٹیکل مضامین لکھنے شروع کیئے۔ ان مضامین سے رولینڈ کی حب الوطنی میں بڑی شہرت ہوئی +

یہ میاں بیوی دونوں ہی بڑے راستباز اور نیک چلن تھے۔ اور انہیں مظلوم رعایا کے ساتھ دلی ہمدردی تھی۔ اسلیئے لائنس کے لوگ جہاں وہ انسپکٹر تھا اُس کا اور اُسکی بیوی کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔ رولینڈ لائنس کی میونسپلٹی کا ممبر تھا۔ فروری ۱۷۹۱ء میں وہ لائنس کی میونسپلٹی کیطرف سے قائمقام بنا کر

پیرس کی ملکی مجلس میں روانہ کیا گیا تھا۔ تاکہ شہر لائنس کے باشندوں کے فوائد کی حمایت کرے۔ اُسکی بیوی اُسکے ہمراہ گئی +

پیرس میں بہت لوگ بادشاہ اور پادریوں کے مظالم کے سخت مخالف تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ شاہی حکومت ملک سے اُٹھ جائے اور اُسکی جگہ ایک جمہوری سلطنت قائم کیجائے +

پیرس کے قیام میں رولینڈ اور اُسکی بیوی کے بہت سے رشتہ دار پیدا ہو گئے جن میں سے بریسٹ۔ پیٹیون۔ اور روسپیئر زیادہ مشہور لوگ تھے۔ پیٹیون عوام کے مقاصد سے دلی ہمدردی رکھتے تھے۔ سنہ ۱۷۹۱ء میں فرانس پر ایک انقلابی حالت گذر رہی تھی۔ اُسوقت محبان ملک کے خیال سے فرانس کی بہتری کی سب سے عمدہ صورت ایک جمہوری سلطنت ہو سکتی تھی۔ اُسوقت میڈم رولینڈ کی حب الوطنی کو چار چاند لگ گئے۔ اس کے دل میں فرانس کی آزادی کے لئے ایک زبردست اور نہ رکھنے والی خواہش پیدا ہو گئی۔ اور اُسنے کوشش کر کے پیرس سے جمہوری سلطنت کی حمایت میں ایک اخبار جاری کرایا۔ لیکن افسوس کہ یہ اخبار دو ہی نمبر نکلنے کے بعد شاہی حکم سے بند کر دیا گیا +

جس کام کے لئے رولینڈ پیرس گیا تھا۔ اُسے انجام دیکر وہ معہ اپنی بیوی کے شہر لائنس واپس چلا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اُسکی آسامی تخفیف میں آ گئی۔ اور وہ بالکل آزاد ہو کر ملکی معاملات میں زیادہ دلچسپی اور حصّہ لینے کے قابل ہو گیا۔ چنانچہ ماہ دسمبر میں رولینڈ معہ بیوی کے پیرس پہنچا +

جولائی سنہ ۱۷۹۲ء میں اپنی خداداد قابلیت کے باعث رولینڈ فرانس کے اندرونی معاملات کے صیغہ کا وزیر مقرر کیا گیا۔ اس عہدے کے فرائض اُس نے بڑی خوبی کے ساتھ انجام دئے۔ اُسوقت تک بادشاہ نے جلاوطنوں اور پادریوں کے متعلق کوئی حکم اُس درخواست پر نہیں دیا تھا۔ جو محبان ملک

کی جماعت نے دی تھی۔ پس میڈم رولینڈ نے ایک خط کا مسودہ لکھا جسے اُسکے خاوند رولینڈ نے شاہی کونسل میں بادشاہ کو پڑھکر سنایا۔ بادشاہ کو پادریوں وغیرہ کے خلاف حکم دینے میں تامّل تھا۔ اس خط میں اس تامّل سے متعلق اعتراضات تھے۔ اور نیز اس بات کا بھی ذکر تھا۔ کہ ملک اور نظام حکومت میں بادشاہ کی پوزیشن کیا ہے۔ یہ خط ایک وزیر کیطرف سے پڑھا جانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ وہ بالکل حب الوطنی پر مبنی تھا۔ اس خط میں بادشاہ کے لئے رعایا کیطرف سے ایک دھمکی بھی تھی۔ اس خط کا انجام یہ ہؤا کہ رولینڈ اپنے منصب سے برخاست کردیا گیا۔ رولینڈ اور اُسکے دوستوں نے اس خط کو چھپوا کر ملک میں شایع کردیا۔ گویا یہ خط ہی اُن لوگوں کا ایک با ضابطہ دعوے ہوگیا۔ جو شاہی حکومت کے مخالف اور جمہوری سلطنت کے خواہاں تھے۔ اس خط میں برخاست شدہ وزرا کی بحالی کے لیے بھی رائے تھی۔ اور برخاست شدہ وزرا کا بحال کرنا بادشاہ فرانس کے منصب اور منشا کے خلاف تھا۔

مختصر یہ کہ ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء میں فرانس سے شاہی حکومت اُٹھا دی گئی۔ اور رولینڈ کی طاقت اور اثر بہت زور پکڑ گیا۔ اب تو لوگ رولینڈ کی بڑی تعریف کرنے لگے۔ اُس نے اُس قتل عام اور کشت وخون کو نا واجب قرار دیا۔ جو ماہ ستمبر میں کیا گیا تھا۔ رعایا جو بادشاہ اور شاہی حکومت کی سخت مخالف تھی۔ اُسے اپنے ارادوں میں ایک کامیابی نصیب ہوئی۔ اور ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو شاہ فرانس قتل کیا گیا۔

جو لوگ شاہی حکومت کے مخالف تھے۔ اُن میں بھی ملکی معاملات پر بعض باتوں میں اختلاف تھا۔ اسلئے رولینڈ نے ملک کی سرغنائی اور لیڈری سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ جو لوگ رولینڈ کے خلاف تھے۔ اُن کی کوششیں بار آور ہوئیں اور انہوں نے یکم جون ۱۷۹۳ء میں میڈم رولینڈ کو گرفتار کرکے قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور اس

محب الملک عورت کو ۸ نومبر ۱۷۹۳ء کو قتل کرا دیا۔ قتل ہونے سے پیشتر میڈم رولینڈ نے "آزادی کے بت" کے سامنے جسے محبان ملک اور انقلاب پسند جماعت کے لوگوں نے نصب کیا تھا۔ سر جھکایا۔ اور یہ الفاظ کہے کہ "اے آزادی تیرے نام سے کس قدر ظلم کئے جاتے ہیں"+

بیوی کے قتل کے وقت خود رولینڈ قید میں تھا۔ مگر بعد میں وہاں سے کسی ترکیب سے نکل گیا۔ بیوی کے قتل اور دوستوں کی بدسلوکی سے رولینڈ کو بڑا ہی قلق ہوا۔ وہ بالکل دل شکستہ ہو گیا۔ اور ملک میں جابجا مارا مارا پھرتا رہا۔ ایک دن اُسکے دل پر مایوسی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اُس نے خودکشی کر لی۔ رولینڈ ہی وہ شخص تھا جس نے سب سے اول شاہ فرانس اور ظلمران فرقہ کی مخالفت میں زبان کھولی تھی وہ "انقلاب فرانس[1]" کا پیشرو تھا۔

---

[1]: "انقلاب فرانس" پر حضرت ساغر اکبرآبادی نے جو لاجواب کتاب لکھی ہے وہ زیر طبع ہے۔ اُس میں اس انقلاب کے صحیح تاریخی اسباب واقعات اور نتائج ہیں۔ ۲۰۰ صفحے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲/

محب ملک لافایٹ

اس فرانسیسی محب ملک کا نام میری جین پال روخ ایوز گلبرٹ موٹیئر مارکوئس ڈی لافایٹ ہے۔ وہ خاندانی نواب تھا۔ اور ۱۷۵۷ء پیدا ہوا تھا۔ ۱۳ سال کی عمر میں یتیم ہوگیا۔ ۱۶ سال کی عمر میں اس نے شادی کرلی۔ اس نے شاہی فوج میں ملازمت اختیار کی۔

جب امریکہ نے انگلستان کی حکمرانی سے علیحدہ ہوکر "آزادی" کا اعلان کیا۔ تو لافایٹ کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اسوقت وہ فوج میں کپتان کے عہدے پر تھا اُس نے امریکہ والوں کی مدد کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر ایک نواب نے جس سے اُس نے اس بارہ میں صلاح لی اُسکے ارادہ کو پست کردیا۔ اُسکے بعد نوجوان لافایٹ نے امریکن سفیر متعینہ پیرس کی معرفت امریکہ کی فوج میں بھرتی ہونا چاہا۔ مگر اُن ہی دنوں میں امریکہ سے یہ خبر آئی کہ امریکن فوج کو شکست ہوئی اور نیو یارک پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ لافایٹ کے دوستوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ اور ساتھ ہی شاہ فرانس نے اُسے فرانس میں رہنے پر مجبور کیا۔ لیکن لافایٹ آزادی کا کچھ ایسا زبردست حامی تھا کہ باوجود ان مشکلات کے اُس نے اپنے روپیہ سے ایک جہاز خریدا اور اپنے دوستوں کو ساتھ لیکر امریکہ جانے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ انگریزی سفیر متعینہ ورسیلز نے شاہ فرانس سے شکایت کی اور ایک پروانہ جہاز اور حضور لافایٹ کی گرفتاری کے لئے جاری کرایا۔ لافایٹ تو گرفتار ہوگیا۔ مگر جہاز اسپین کے ایک بندرگاہ میں جا پہنچا۔ لافایٹ حوالات سے نکل بھاگا۔ اور قبل اسکے کہ اُسکی گرفتاری کے لیے دوسرا حکم نامہ جاری کیا جاسکے۔ وہ جہاز میں سوار ہوکر ۱۱ ہمراہیوں کے چلدیا۔

دو انگریزی جہاز اُس کے تعاقب میں روانہ کیے گئے۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ بلکہ دو ماہ کے تکلیف دہ سفر کے بعد امریکہ کے بندرگاہ جارج ٹاؤن میں جا پہنچا جہاں سے وہ مقام فلیڈلفیہ کو روانہ ہوا ✤

وہ کانگریس کے روبرو حاضر ہوا۔ اور اُس نے سپہ سالار سے بنچا عہدہ مانگا۔ لیکن یہ عہدہ اُسے نہ ملسکا۔ تاہم وہ بطور والنٹیر کے امریکن فوج میں لے لیا گیا۔ اور میجر جنرل کی اسامی پر مامور کیا گیا۔ وہ واشنگٹن کے ہمراہ جو سپہ سالار تھا پیچھے اور کام کرنے لگا۔ مگر فوج کی کمان اوسے پھر بھی نہ ملی۔ لیکن جب ۱۱ ستمبر ۱۷۷۷ء کو جنگ برینڈوائن میں اُس کے ایک زخم کاری لگا تو واشنگٹن نے کانگریس سے یہ سفارش کی کہ "لافایٹ عالی مرتبہ۔ بہادر اور فن حرب میں خاصی قابلیت رکھتا ہے۔ اُسے ضرور کسی فوج کی کمان دیجائے"۔ اس پر وہ ایک ڈویژن کا کمانڈر بنایا گیا۔ ۱۷۷۸ء میں وہ جنگ منماؤتھ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ اہل امریکہ اور کانگریس نے اُسکی اس بہادری کا سرکاری طور پر اعتراف کیا۔ ۱۷۷۸ء ہی میں امریکہ کے آزادی پسند گروہ نے فرانس کے ساتھ تجارتی معاہدہ کر لیا۔ اس سے فرانس اور انگلستان میں جنگ چھڑ گئی۔ لافایٹ نے فرانس جا کر انگلستان کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ مگر امریکہ نے اُسے اس ارادہ سے نہ جانے دیا۔ بلکہ اُسے امریکہ کیطرف سے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ✤

۶ ماہ بعد لافایٹ پھر امریکہ پہنچ گیا۔ کانگریس نے اُسکا دل سے استقبال کیا۔ وہ اکتوبر ۱۷۸۱ء تک ورجینیہ کے محاصرہ میں مشغول رہا۔ واشنگٹن نے اُسے اُس فوج سے جو اُسکے زیر کمان تھا۔ اُسکی مرضی کے مطابق کام لینے دیا۔ اس فوج کا خرچ لافایٹ نے اپنے پاس سے دیا۔ آخری لڑائی امریکہ میں اُس نے یارک ٹاؤن میں بڑی بہادری سے لڑی جس کے بعد وہ فرانس واپس چلا گیا۔ اور فرانس میں محکمہ جنگ کا وزیر بنا دیا گیا ✤

۱۷۸۷ء تک لافایٹ گوشہ نشینی میں رہا۔ مگر اس سال وہ "امرا کی مجلس"

میں شریک ہوا - اسوقت سے لیکر انقلاب ختم ہونے تک وہ حامیان انقلاب میں سب سے مشہور شخص رہا - جب "مجلس امرا" توڑدی گئی اور "قومی مجلس" بنائی گئی - جس نے مئی ۱۷۸۹ء میں درسیلیز کے مقام اجلاس کیا - تو بادشاہ کا اثر فرانس میں بالکل نہیں تھا - لافایٹ نے ۱۱ جولائی ۱۷۸۹ء کو "قومی مجلس" میں جس میں "اسٹیٹس جنرل" شریک تھے ایک "حقوق نامہ" جیفرسن صاحب کے "حقوق نامہ آزادی" کی طرز کا پیش کیا - اسوقت انقلاب زوروں پر تھا - شاہی محل کی حفاظت فوج کے سپرد تھی - حامیان انقلاب نے ایک قومی فوج تیس لاکھ جوانوں کی بنائی تھی - اسکی کمان لافایٹ کے سپرد کیگئی - تین سال تک یعنی ۱۷۹۲ء تک جبکہ بادشاہ کی حکومت فرانس سے اُٹھا دیگئی تھی - لافایٹ کی زندگی خطروں اور ذمہ داریوں سے محصور رہی - اُس نے ملکہ کو قاتلوں سے بچایا - نیز اور بہت سے لوگوں کو +

جب لافایٹ نے یہ دیکھا - کہ عام لوگ جوش کے مارے دیوانہ ہو گئے ہیں - اور کشت وخون سے باز نہیں رہتے - اور وہ اُن کو باز نہیں رکھ سکتا - تو اُس نے سپہ سالاری سے استعفا دیدیا - لیکن ہمدردان ملک نے اسے بمنت تمام علیحدہ ہونے سے روکا - ملکی مجلس میں وہ ہمیشہ جمہوری سلطنت کی حمایت کرتا تھا - مزید براں دو بے قاعدہ قید کے بند کرنے - مذہبی آزادی - عوام کی خانقاہی - جیوری کے ذریعہ مقدمات فیصل کرانے - غلاموں کی آزادی - پیرس کی آزادی کی حمایت - اُمرا کی مخالفت - اور خاص خاص فرقوں کے حقوق تسلیم کیے جانے کی مخالفت کرتا رہا - ۱۴ جولائی سن ۱۷۹۰ء کو اُس نے پھر استعفا دیدیا - اور خلوت کی زندگی اختیار کی +

اگرچہ لافایٹ چاہتا تھا کہ کشت وخون کے بغیر رعایا کے حقوق بادشاہ تسلیم کرلے - لیکن ایسا نہ ہوا - انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی مجلس اور شاہی حکومت ملک سے اُٹھا دیگئی - خواہ اُسکی فوج اُس سے پھر گئی - اس لئے اُس نے ایک جنگ

پناہ لی جہاں آسٹریہ کی فوج نے اُسے گرفتار کر لیا - مگر ۱۷۹۷ء میں نپولین کی سفارش سے رہا کر دیا +

لافائیٹ کی باقی زندگی کے حالات ہمارے مدعا سے متعلق نہیں - اس لئے قلم انداز کئے گئے +

محب وطن ہو تو لافائیٹ سا - جس نے آزادی کی حمایت میں نہ صرف اپنے ملک والوں کی طرفداری کی - بلکہ غیر ملک والوں کی بھی +

روم کو ظلم رانی سے بچانیوالا محب ملک

روم میں اول اول جب شاہی خاندان نے حکومت قائم کی اس کا پہلا بادشاہ نوما پومپیلیئس تھا۔ اس نے سنہ ۷۱۶-۶۷۳ قبل مسیح میں حکومت کی۔ اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوکر اس کی جگہ جمہوری سلطنت قائم ہوئی۔ مگر جس فرمانروا کی حکومت کے ساتھ اس شاہی خاندان کی حکومت نیست و نابود ہوئی وہ لوسیئس طارکوئنیئس سپربس تھا جس نے سنہ ۵۳۴-۵۱۰ قبل مسیح میں حکومت کی۔ یہ اپنے خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔ وہ بڑا مغرور اور ظالم۔ اس نے غیر ملک کی سپاہ کی مدد سے جسے وہ اپنے مطلب براری کے خاطر سے بہت عزیز رکھتا تھا اور بعض سینیٹ کے چند ممبروں کی مدد سے جن کو اس نے ملا لیا تھا اپنی طاقت کو بہت زوردار بنا لیا تھا۔ اور من مانی حکومت کرنے لگا۔ وہ لوگوں کا مال و اسباب اور جائداد ضبط کر لیتا۔ ان کو جلاوطن کر دیتا۔ جو لوگ اس کی نگاہوں میں مقابلہ کرنے والے یا خطرناک ہوتے ان کو قتل کرا دیتا تھا۔ اس نے اس قانون کو جو اس کے جد امجد شاہ سروئیس نے جاری کیا تھا برطرف کر دیا اور مزدوری پیشہ لوگوں کے عبادتی اور دیگر جلسوں کو بند کر دیا۔ لوگ اس کی حکومت سے دل میں تو سخت ناخوش تھے۔ لیکن اس کی طاقت کے آگے دم نہیں مار سکتے تھے +

کچھ عرصہ وطن میں ستمرانی کی حکومت کرنے کے بعد اس نے دست ظلم باہر کے لوگوں پر بھی دراز کیا۔ اور گرد نواح کے بہت سے شہر و قصبے اور لاطینی ریاستوں کو مطیع کر لیا۔ اگر اس کے مظالم

کا مفصل ذکر کیا جائے تو اُن کے لئے کئی جزو بھی کافی نہ ہونگے آخرکار
اُس نے ریاست رُٹولی کے پایہ تخت اردئیہ کا محاصرہ کیا۔ اور شاہزادوں
کو اُس کی فتح کے لئے مامور کیا۔ اس محاصرہ کی کارروائی بہت سستی
کے ساتھ ہوتی رہی۔ اس لئے شاہزادے اپنا بہت سا وقت فضول
باتوں میں گذارتے رہے۔ ایک دن شاہزادہ سیکسٹس میں جو راجکمار
تھا اور ایک اور شاہزادہ طارکوئنیئس کولاٹینس میں جو بادشاہ کا رشتہ دار
تھا اس امر پر گفتگو چھڑ گئی کہ کس کی بیوی انتظام خانہ داری میں زیادہ
لائق ہے۔ دونوں اس بات کا امتحان کرنے کے لئے شہر کو روانہ ہوئے
شاہزادہ سیکسٹس کی بیگم تو محفل رقص وسرود میں مشغول پائی گئی۔
مگر کولاٹینس کی بیگم گھر کے دھندوں میں مصروف +

سیکسٹس جو بڑا بدچلن تھا وہ کولاٹینس کی بیوی کے حسن وجمال
پر فریفتہ ہوگیا اور اُس نے ارادہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بُری
خواہش کو پورا کرے۔ اور اُس باعصمت کی حرمت میں بٹہ لگائے
وہ اس موقع کی تاک میں لگا رہا۔ اور ایک دن اُس کے ہاں تن تنہا
گیا۔ کولاٹینس کی بیوی لکریشیہ نے اُس کی خوب خاطر و مدارات کیں
جس وقت اُس کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ سیکسٹس نے رات
کو کولاٹینس کے مکان پر قیام کیا۔ اور نصف رات گئے تلوار بکف
باعصمت لکریشیہ کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ اور دھمکیاں دیکر
کہنے لگا کہ اگر تو میری خواہش پوری نہ کریگی تو میں فی الفور تیرا
سر قلم کر دونگا۔ اور ایک غلام کو قتل کر کے تیرے بستر پر
ڈالدونگا۔ تاکہ تو لوگوں میں بدچلن مشہور ہو جائے۔ اور تیرا نام بدچلنی
کے لئے تاقیامت مشہور اور ضرب المثل رہے +

لکریشیہ کو یہ کب منظور ہو سکتا تھا کہ اُس کا نام بدچلنی میں مشہور

ہو۔ پس وہ ظالم سیکسٹس کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے آمادہ ہو گئی۔ سیکسٹس نے اُس کے ساتھ اپنا مُنہ کالا کیا۔ اور وہاں سے چلدیا۔ باعصمت لکریشیہ کو اپنے ننگ و ناموس میں خلل آنے پر بڑا صدمہ ہُوا۔ صبح کو اُس نے اپنے سسر اور خاوند کو بلوا کر سارا ماجرہ بیان کیا۔ اور اپنے سینہ میں خنجر بھونک کر جان دیدی۔ اُس کے خاوند اور سسر کے ہمراہ بروٹس اور والیریئس بھی آئے تھے بُروٹس جو دیوانہ بنا ہُوا تھا اُس پر بڑا جوش غالب آیا۔ اُس نے خون آلودہ خنجر لکریشیہ کے سینہ سے نکالا اور اُسے ہاتھ میں لیکر عہد کیا کہ لکریشیہ کی بیحرمتی کے بدلہ میں میں شاہی خاندان کو روم سے نکال کر دم لونگا +

اُس کے بعد لکریشیہ کی لاش پر شہر کے لوگ بلائے گئے اور اُن سے سارا واقعہ بیان کیا گیا۔ وہ بھی اس قدر غضبناک ہوئے کہ ہتھیار سنبھال کر بُروٹس کے ہمراہ ہوئے۔ بُروٹس معہ لاش اور ہمراہیوں کے روم گیا۔ وہاں لاش کو لوگوں کو دکھایا اور سارا واقعہ بیان کیا گیا۔ اور سینیٹ میں دادرسی کے لئے فریاد کی گئی۔ جو لوگ مظلوم تھے۔ اُنہوں نے بُروٹس کا ساتھ دیا۔ سینیٹ نے بروٹس کی منشا کے مطابق حکم صادر کر دیا۔ اور بادشاہ کی معزولی اُس کی اور شاہی خاندان کی جلاوطنی کا حکم لگا دیا۔ بروٹس معہ ہمراہیوں کے اردیٹیہ گیا مگر وہاں معلوم ہُوا کہ بادشاہ بغاوت کی خبر سنکر روم کو گیا ہے۔ جب اردیٹیہ کی فوج نے سارا ماجرا سُنا تو اُس نے بادشاہ کی مدد سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ بادشاہ کو روم پہنچکر معلوم ہُوا کہ شہر کے دروازے بند ہیں اور لوگ اُسے اندر داخل نہیں ہونے دینگے۔ پس وہ جان لیکر اُٹرسکینہ کے شہر کیرئی کو بھاگ گیا۔ اُس کا

خاندان جلا وطن کر دیا گیا۔ اور اس طرح ظالم کے ظلم کا خاتمہ ہو کر ملک میں جمہوری سلطنت قائم ہوئی۔ یہ سنہ ۵۰۹ قبل مسیح کا واقعہ ہے +

شاہی حکومت کے اُٹھ جانے کے بعد روم میں دو حاکم اعلےٰ مقرر کئے گئے۔ جن کا لقب قونصل رکھا گیا۔ ایک برُوٹس اور دوسرا کولاٹینس۔ چونکہ آخر الذکر کی رگوں میں شاہی خون تھا۔ اور لوگ شاہی خون یا نسل کے لوگوں سے سخت حقارت کرتے تھے۔ اس لیئے کولاٹینس نے مناسب نہ جانا کہ وہ قونصل بنکر مگر لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو کر رہے۔ پس اُس نے قونصل کے منصب سے استیفعا دے دیا۔ اور روم سے چلا گیا۔ اُس کی جگہ والیریئس مقرر کیا گیا۔ اس تبدیلی کے بعد ہی روم میں معزول اور جلا وطن بادشاہ سپرکبس کے قاصد یہ پیغام لیکر آئے کہ شاہی خاندان کے نجی کی جائداد مال اور اسباب جو اُسے سینٹ کی منظوری سے دیا گیا تھا وہ شاہی خاندان کو دے دیا جائے۔ قاصدوں نے سینٹ کے فیصلہ تک روم میں قیام کیا۔ اور لوگوں کو بادشاہ کی طرفداری کرنے کے لیئے مائل کرنے لگے۔ اُن کی کوششوں سے سازش کی ابتدا ہوئی۔ مگر ایک غلام نے اس سازش کا راز فاش کر دیا۔ سازش میں خود برُوٹس کے دو بیٹے بھی شریک تھے۔ برُوٹس نے اپنے بیٹوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔ بلکہ ملک کی خیر خواہی کو مقدم سمجھا۔ اور جہاں اور باغیوں کے قتل کے لئے حکم دیا وہاں اُس نے اپنے بیٹوں کے قتل کا بھی حکم دیا۔ اور اُنہیں خود اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرایا۔ واہ رے برُوٹس! انصاف کا حامی ہو تو ایسا ہو۔

قاصدوں کی طرف سے جو بیوفائی ظہور میں آئی اُس کے عوض شاہی جائداد وغیرہ روم کے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اور شاہی زمین جو شہر اور دریا کے درمیان واقع تھی وہ موبخ دیوتا کے نام نہاد کر دی گئی +

اس کے بعد شاہ سپرکبس نے جنگ و جدل کے ذریعہ سے روم کو پھر اپنے قبضہ میں لانا چاہا۔ اور دو زمین شہروں کی امداد سے روم پر چڑھائی کی۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا جس میں شہزادہ اُرنش اور قونصل بروٹس دونوں مارے گئے۔ جب شام کو آرام کی غرض سے دونوں فوجوں نے جنگ بند کر دی تو جنگل کی طرف سے غیبی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی کہ آج فتح رومیوں کو رہی۔ کیونکہ اُن کا ایک آدمی کم مارا گیا۔ اس آواز سے شاہی لشکر پر اس قدر خوف غالب آیا۔ کہ وہ رات ہی کو میدان جنگ سے چلا گیا۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا لوگوں نے بروٹس کا جنازہ بڑی دھوم سے اُٹھایا اور گھر گھر ایک سال تک اُس کا قائم کیا گیا +

جان پر کھیل کر ملک بچا لیا

شاہ سپرلس نے دوسری بار روم حاصل کرنے کے لئے ۵۰۸ قبل مسیح میں کوشش کی۔ اس دفعہ اس کی مدد اٹرسکینہ کے شہر کلوزیم کے بادشاہ پورسینہ نے کی جس کے پاس ایک جرار فوج تھی۔ جب غنیم کا لشکر روم کے نزدیک آ گیا تو رومی

فوج جو تعداد میں کم تھی شہر میں بند ہوگئی۔ غنیم چڑھا چلا آتا تھا۔ اُس وقت یہ قرار پایا کہ چند شخص دریائے ٹبور کے اُس پار جاکر غنیم کو اُس وقت تک روکیں جب تک کہ شہر کا پل جسے عبور کر کے لوگ روم میں داخل ہوتے ہیں نہ توڑ دیا جائے۔ یہ پل لکڑی کا تھا اور ضرورت کے وقت توڑ دیا جاتا تھا۔ اس جان جوکھوں والی خدمت کے انجام دینے کے لئے ہوریشس نے اپنے کو پیش کیا دو اور جانباز اُس کے ساتھ ہولئے اور تینوں دریا کے اُس پار جاکر کھڑے ہولئے۔ اور غنیم کو اپنی بہادری سے اُس وقت تک روکے رہے جب تک کہ رومیوں نے پل کو نہ توڑ لیا۔ پل ٹوٹا اور ہوریشس دریائے ٹبور میں کود پڑا اور تیرتا ہوا روم میں آگیا۔ اس بہادری کے صلہ میں اُس کا بت قائم کیا گیا اور اُسے اس قدر اراضی عطا کی گئی کہ جسے وہ ایک دن میں جوت سکے۔

غنیم نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور سامان رسد کی کمی سے چند ہی دن میں لوگ فاقے مرنے لگے۔ اس وقت ایک جانباز میوشیس نامی نے اپنے کو سینیٹ میں پیش کر کے کہا کہ میں شاہ پورسینیہ کو ہلاک کرتا ہوں۔ اس سے غنیم بد دل ہو کر واپس چلا جائیگا۔ چنانچہ وہ روانہ ہوا اور بھیس بدل کر غنیم کے لشکر میں گھس گیا۔ لیکن بادشاہ کے دھوکہ میں وہ صرف اُس کے مشیر کو قتل کر سکا۔ اُسے گرفتار کر کے اُس پر عذاب شروع کیا گیا۔ مگر اُس نے تکلیف کی مطلق پرواہ نہ کی۔ جی کو اس قدر کڑا کر لیا کہ اُس کی پیشانی پر شکن تک نہ پڑی۔ اور اپنا ہاتھ جس سے اُس نے قتل کا فعل انجام دیا تھا آگ پر رکھدیا۔ ہاتھ جل کر خاک ہوگیا۔ لیکن اُس جانباز نے اف تک نہ کی۔

میوکیٹس اپنے ارادے کا بڑا پکا تھا۔ اُس کی قوت ارادی بڑی زبردست تھی۔ اُس نے اس قوت ارادے کا کرشمہ دکھا کر پورسینہ کے دل پر یہ دھاک بٹھانا چاہی کہ اہل روم بڑے جانباز اور سخت جان ہیں۔ وہ سخت سے سخت عذاب کو بھی ہنستے کھیلتے برداشت کر سکتے ہیں۔ پورسینہ کے دل پر میوکیٹس کی سخت جانی کا بڑا اثر ہوا۔ اُس نے اُس کی جان بخش دی اور اُسے آزاد کر دیا۔ اپنے اس فعل کے باعث وہ اہل روم میں "سکیوولا یعنی "بائیں ہاتھ والا" مشہور ہو گیا۔ میوکیٹس نے پورسینہ کو سنجیدگی کے ساتھ یہ رائے دی کہ وہ صلح کر لے تو بہتر ہے کیونکہ روم میں اسی قسم کے ۳۰۰ اور جانباز موجود ہیں۔ جنہوں نے اُس کی جان لینے کا عہد کر لیا ہے۔ یہ سُنکر پورسینہ پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ اُسے صلح کرتے ہی بنی۔ اور روم ایک ناگہانی اور سخت مصیبت سے بچ گیا۔ یہ سب کچھ ایک جانباز کی ہمت کا نتیجہ تھا جو اپنے ملک کا سچا دوست تھا۔

لوگوں کا دوست

روم میں جب جمہوری سلطنت قائم کی گئی تو بادشاہ کی جگہ ملک کا نظم و نسق انجام دینے کے لیئے دو قونصل یا حاکم اعلےٰ مقرر کیئے گئے۔ اُن میں سے ایک کا نام بروٹس تھا اور دوسرے کا کولاٹینس۔ چونکہ آخر الذکر شاہی خاندان سے تھا اور شاہی خاندان نے رعایا پر بہت ظلم و ستم کیا تھا۔ اس لیئے اُس سے لوگ نفرت

کرتے تھے۔ کولاٹینس نے اسی وجہ سے قونصل کے منصب استعفا دیدیا۔ اور اُس کی جگہ والیریئس قونصل مقرر کیا گیا۔ جب بروٹس کا انتقال ہؤا تو دونوں قونصلوں کی حدمات صرف والیریئس ہی انجام دیتا رہا ؛

شاہ طارکوئن اپنی معزولی اور جلاوطنی کے بعد تا دم زیست اسی کوشش میں رہا کہ اُسے پھر روم کی حکومت مل جائے۔ لیکن اس میں اُس کی کامیابی نہ ہوئی۔ بروٹس جانتا تھا کہ جب ایک بار طارکوئن کی حمایت کی۔ چند لوگ جن میں خود بروٹس کے دونوں بیٹے شریک سازش ہو چکے ہیں تو دوبارہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ اس لئے اُس نے لوگوں سے باضابطہ حلف لینا چاہے اس موقعہ پر ملکی مجلس کے ممبروں میں سب سے پہلے والیریئس نے یہ حلف اُٹھایا کہ ”میں طارکوئن کے ساتھ صلح کرنے کی تجویز کو منظور کرنا تو درکنار رہا۔ اُسے سُننا بھی گوارا نہیں کرونگا۔ بلکہ روم کی آزادی اپنی تلوار سے قائم رکھونگا“؛

والیریئس نے اپنی قونصلی کے زمانہ میں ملک میں ایسے قوانین جاری کئے جو مفید تھے۔ ان قوانین ہی کے باعث وہ اہل ملک کا منظور نظر ہو گیا۔ اور اسی باعث وہ قونصل کے منصب پر کئی بار منتخب کیا گیا۔ اُس نے اپنی حب الوطنی اور راستبازی سے یہاں تک ہر دل عزیزی حاصل کر گئی کہ لوگ اُسے نام سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ پبلیکولہ (لوگوں کا دوست) کے لقب سے ؛

والیریئس نے اپنے لئے ایک بلند مقام پر ایک بلند اور عالیشان مکان بنایا تھا۔ اس مکان کا رُخ فورم کی طرف تھا۔ اور اُس تک راستہ ڈھلوان تھا۔ راستہ کے دونوں طرف درخت لگے

ہوئے تھے۔ جب وا لیریئس اپنے مکان سے نکل کر فورم یا سینیٹ کی طرف آتا تو بڑا با شکوہ معلوم دیتا تھا۔ اس وقت وہ قونصل نہیں بلکہ ایک بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ اب باتوں سے لوگوں کو کہیں یہ شبہ ہو گیا کہ وہ بادشاہ بننے کی کوشش کر رہا ہے +

ایک محب وطن کب گوارہ کر سکتا تھا کہ اُس کی طرف سے اُس کے ہم وطن کسی قسم کا شبہ کریں۔ پس اُس نے لوگوں کی ایک جماعت فراہم کی اور اپنے بلند اور عالی شان مکان کو رات بھر میں زمین دوز کرا دیا۔ صبح لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ والیریئس کا مکان گرا ہوا ہے۔ اور جب اُن کو اس کا سبب معلوم ہوا تو اُنہوں نے والیریئس کی حب الوطنی کی بیحد تعریف کی +

والیریئس نے ایک دوست کے مکان پر قیام کیا۔ لوگوں کو اس بات کا بڑا ہی افسوس ہوا کہ اُن کے قونصل کے پاس رہنے کے لئے اپنا مکان نہیں ہے۔ نیز یہ کہ روم کی ایک عالی شان عمارت محض لوگوں کے شبہ کا شکار ہو گئی۔ پس اہل روم نے منت سماجت کر کے والیریئس کے مکان کے لئے ایک قطع زمین کا تجویز کیا۔ جس میں اُس کے رہنے کے لئے مکان بنوایا گیا +

اس کے بعد والیریئس نے ایک اور تجویز لوگوں میں زیادہ ہر دلعزیز بننے کے لئے کی وہ یہ تھی کہ قونصل کے عصا میں ایک تبر لگا ہوتا تھا اُس نے عصا بغیر اس تبر کا استعمال کرنا شروع کیا۔ اور یہ بھی کیا کہ عصا اہل ملک کی عزت میں بلند کیا جائے نہ کہ قونصل کی عزت کے اظہار کے لئے کیونکہ حکومت و طاقت کا مرکز عام لوگ تھے نہ کہ قونصل۔ اس سے

ظاہر ہے کہ والیریئس اپنے ملک کا کس قدر خیر خواہ تھا +
والیریئس نے ملک کے فائدہ کے لئے بہت سے قانون بنائے جن میں سے خاص خاص یہ ہیں :-

(۱) سٹیٹ کے ممبروں کی تعداد ۱۶۴ مقرر کی +
(۲) قونصل کے فیصلہ کی اپیل سننے کا اختیار عام لوگوں کی جماعت کو عطا کیا گیا +
(۳) جو کوئی عام لوگوں کی منظوری کے بغیر مجسٹریٹ کا منصب اختیار کرے اُسے قتل کیا جائے +
(۴) غربا پر سے ہر قسم کا ٹیکس اُٹھا دیا گیا +
(۵) جو کوئی بادشاہ بننے کی کوشش کرے اُس کا مقدمہ سماعت کئے بغیر اُسے قتل کیا جائے۔ اور جو کوئی ایسے شخص کو قتل کرے اُسے کسی قسم کی سزا نہ دی جائے +

والیریئس نے رومیوں کی دشمن سیبائین قوم پر نمایاں فتوحات حاصل کیں۔ جس سے اہل روم کی طاقت بہت ترقی کر گئی۔ جب والیریئس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے سرکاری روپیہ سے تجہیز و تکفین کی اور اُس کی یادگار قائم کی۔ روم میں عورتوں نے ایک سال تک اُس کا ماتم کیا۔ والیریئس کا جنازہ شہر کے اندر دفن کیا گیا۔ اور لوگوں نے تجویز کیا کہ اُس کے خاندان کے لوگ بھی اُس کے برابر ہی دفن کئے جایا کریں +

والیریئس کی ساری زندگی اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ وہ ظالموں کا سخت مخالف تھا۔ اور ملک کا سچا خیر خواہ۔ وہ اپنی عزت اور طاقت کا خواہاں نہیں تھا بلکہ اہل ملک کی عزت اور طاقت کا طالب +

حب الوطنی کی نذر ہو گیا

مارکیئس عرف کیرٹیولینئش کے قتل کیے جانے کے بعد غربا اور عوام الناس کو اپنی کوششوں میں کامیابی ہوتی رہی۔ اور ملکی حالت سنبھلتی گئی۔ مگر چونکہ ہمسایہ اقوام سے برابر جنگ و جدل رہی۔ اس لئے کچھ زیادہ نفع نہیں ہوا۔ غربا کا دوست محب ملک ایک قونصل تھا جس کا نام اسپوریس کیسیئس تھا۔ اس قونصل نے ملک کو جو نفاق کی برکت سے کمزور ہو گیا تھا زور دار بنانا چاہا۔ اس لئے کچھ اراضی تو لوگوں میں تقسیم کر دی۔ اور باقی اراضی کو لگان پر اٹھا دیا اور عوام الناس کو جبکہ وہ شریک جنگ ہوتے تنخواہ دیتا تھا۔ اس کی تجاویز سے عوام النّاس کو بڑا نفع ہوا۔ اُمرا اُس کی باتوں سے اُس سے سخت ناخوش ہو گئے۔ کیونکہ اراضیوں سے وہ نامناسب فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اُس کے بعد ایسے قونصل منتخب کیے گئے جن کو امرا سے ہمدردی تھی۔ اس لئے انہوں نے کیسیئس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بادشاہ بن جانے کی کوشش میں ہے۔ اور اس طرح اس کی ہر دلعزیزی کو غارت کر دیا۔ اُسے باغی قرار دیکر اُس کے کوڑے لگوائے اور اُسے قتل کرایا گیا۔ اور اُس کا مکان گروا کر زمین سے ملا دیا گیا۔ افسوس! صد افسوس!!!

آزادی کا دشمن

سنہ ۴۵۶ قبل مسیح میں ایک ٹربیون نے جس کا نام لوسیئس ایکیلیئس تھا غربا کے حال پر رحم کھا کر اُن کو کل ایونٹائن پہاڑی دے دی۔ اس سے اُن کے ملکی حقوق کو اور زیادہ تقویت ہو گئی۔ سنہ ۴۵۴ قبل مسیح میں یہ تجویز کیا گیا کہ ایک کمیشن ایتھنس کو روانہ کیا جائے۔ وہاں جا کر کمیشن نے یونانیوں کے اصول سلطنت کو سیکھے۔ جب سنہ ۴۵۰ قبل مسیح میں آ کر رپورٹ دی تو تمام مجسٹریٹ جن میں قونصل ٹربیون اور ایڈائلز شامل تھے برخاست کر دیئے گئے۔ اور اُن کی جگہ صرف اُمرا مقرر کئے گئے۔ اور اُن کا لقب ڈیسیمورس رکھا گیا۔ اور اُن کے ذمے قوانین وضع کرنے کا کام سپرد کیا گیا +

ان دس قوانین سازوں کی جماعت میں ایک شخص اپیئس کلاڈیئس تھا۔ اُس کے باپ کا بھی یہی نام تھا۔ اور وہ وہی شخص تھا جس کا ذکر گذشتہ باب میں ہو چکا ہے وہ اپنے باپ کی مانند مغرور تھا۔ اس وقت تک روم کے قوانین مرتب نہیں کیئے گئے تھے۔ کچھ تو ضبط تحریر میں آ چکے تھے اور کچھ نہیں آ سکے تھے۔ بلکہ زبانی روایت کے طور پر لوگوں میں مروج تھے۔ اب تو یہ سارے قوانین مرتب اور قلمبند کئے گئے۔ اور وہ قوانین کے پابند کر دیئے گئے +

چند ماہ کی محنت کے بعد لوگوں نے دس قاعدے بنائے اور اُن کو لکھوا کر جابجا سرکاری عمارتوں میں لٹکا دیا۔ تاکہ

لوگ انہیں پڑھیں اور ان پر نکتہ چینی بھی کریں۔ اگر اعتراض ہوں کو دس آدمی منظور کر لیں وہ بھی رپورٹ میں شامل کر کے سینٹ میں پیش کر دیئے جائیں اور آخر کار منظور ہو کر نافذ کئے جائیں۔ اس کے بعد ان کو پیتل کی تختیوں پر کھدوا کر سینٹ میں لٹکا دیا گیا۔ تا کہ ہر شخص ان کو پڑھ لے اور اسے لاعلمی کا بہانہ نہ مل سکے۔

ان دس قوانین سازوں کی جماعت نے قوانین بڑے غور و خوض کے ساتھ بنائے۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا کہ آئندہ سال بھی عنان حکومت ان ہی دس کی جماعت کے ہاتھ میں رہے مگر اس امید میں لوگوں کو مایوسی کا سامنا ہوا۔ کیونکہ دوسرے سال جو دس شخص منتخب کئے گئے۔ ان میں ایک کلاڈیئس بھی تھا۔ اس نے اپنے اثر سے باقی ایسے نو آدمیوں کو منتخب کرایا جو کمزور طبیعت رکھتے تھے اور جن کو وہ اپنے قابو میں لا سکتا تھا۔

جب نئی مجلس کا انتخاب ہو گیا تو اس نے دو نئے قاعدے بنائے۔ اور اس طرح روم میں بارہ قانون یا بارہ تختیاں ہو گئیں۔ یہ نئے قانون عوام الناس کے مقاصد کے خلاف تھے۔ اس لئے وہ ناخوش ہو گئے۔ اور بغاوت پر آمادہ۔ بغاوت کے لئے تو کسی قوم کو آسانی سے ایک حیلہ ہاتھ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ عوام الناس نے بھی یہ حیلہ ڈھونڈھ ہی لیا۔

اسی اثنا میں قوم سیبائن اور اسکوین میں ایک جنگ چھڑ گئی۔ ان دونوں کے خلاف ایک فوج روانہ کی گئی۔ جس کے کمانیر عزبا کے ملشگا۔ تھے۔ ان میں ایک کا نام لوسیئس سکینیئس ڈنیاٹس

تھا۔ وہ ایک بڑا عجوا ایمز دار شخص تھا۔ مگر اُسے ایسی فوج کی کمان
سپرد کی گئی تھی جس میں بہت سے دغاباز بھی تھے۔ ان لوگوں
نے دس مقننوں کی مجلس کے حکم سے اُتنلاسے جنگ میں اُس
بہادر کا خون کر ڈالا۔ دوسرے کا نام لوسیئس ورجینیئس تھا
اُس کا نام اپنی رخشندہ ماہ اور سرآمد حسینا بیٹی ورجینیا کے باعث
ابدالاباد تک لازوال رہیگا +

جب ورجینیئس جنگ میں مصروف تھا تو ظالم کلاڈیئس نے
ورجینیا کی عصمت میں دھبہ لگانا چاہتا تھا یہ تدبیر کی کہ کسی
طرح اپنی خواہش پوری کرلے۔ وہ ٹریبیوُن لوسیئس اکیلیئس
کی معشوقہ تھی۔ اول تو کلاڈیئس نے اُسے موہنا چاہا۔ لیکن
ناکامیاب رہنے پر چال سے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی۔
اُس نے ملکی مجلس میں اپنی ایک معشوقہ سے یہ دعوےٰ کرادیا
کہ ورجینیا اُس کی باندی ہے۔ اور وہ اُسے دلادی جائے۔
اس خبر کو لوگوں نے فی الفور ورجینیئس کے پاس پہنچا دیا۔
اور وہ فورم میں آن کودا۔ اُس نے ایک خنجر سے اپنی بیٹی کو
یہ کہکر ہلاک کر دیا کہ اے بچی تجھے آزاد رکھنے کی یہ سب
سے بہتر تجویز ہے۔" اور پھر کلاڈیئس کو خنجر دکھا کر کہنے لگا کہ "اِس
خون کی لعنت تیرے سر پہ رہے" +

اگرچہ ظالم کلاڈیئس نے لوگوں سے بآوازِ بلند کہا کہ اِس
شخص کو گرفتار کرو۔ لیکن اُس پر کسی نے بھی ہاتھ نہ ڈالا
اور وہ بعجلت تمام میدانِ جنگ میں جا پہنچا۔ اور ساری
فوج کی کمان کرنے لگا۔ ورجینیا کے عاشق آئیلیئس نے
اُس کی نعش کو فورم ہی میں رہنے دیا۔ تاکہ لوگ اُسے دیکھ

معلوم کر سکیں کہ کلاڈیئس نے کیا بڑا ظلم کیا ہے +
لوگوں نے جو یہ سانحہ دیکھا تو وہ کلاڈیئس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایک شورش برپا کر دی۔ کلاڈیئس بمشکل اپنی جان لیکر بھاگا۔ مجلس ملکی نے ہلچل کو بند کرنا چاہا۔ لیکن نہ کر سکی۔ دونوں فوج میدان جنگ سے واپس آگئیں اور انہوں نے ایونٹائن پہاڑی پر لشکر ڈالا۔ شہر کے بہت سے غربا اُن سے جا ملے۔ دس حکمرانوں کی حکومت اُٹھا دی گئی دو قونصل مقرر کیے گئے۔ اور اس طرح ٹریبیون کلاڈیئس کو تا فیصلہ حوالات میں رکھا گیا۔ جہاں اُس نے خود اپنی جان دیدی اور اس طرح ایک مدت بعد عنان حکومت اُن لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی جو اُسے کُل ملک کے فائدے کی غرض سے انجام دینا چاہتے تھے نہ کہ کسی خاص فریق کے نفع کے لیئے اور اس طرح عوام الناس کو دوبارہ اقتدار حاصل ہو گیا +

ڈوبے نظیر محبّان وطن

گریکس اکبر کے دونوں بیٹوں کا نام طبریئوس اور گیئوس تھا۔ اگرچہ بات چیت حزم کی تقریر۔ انداز۔ عادات وغیرہ میں دونوں ایک دوسرے کی ضد تھے۔ لیکن دلاوری۔ مفتوحہ قوموں کے ساتھ سلوک کرنے۔ ملکی خدمات ادا کرنے اور خود ضبطی میں دونوں ایک ہی سے تھے۔ طبریئوس چھوٹے بھائی سے ۹ سال پہلے ملکی امور میں حصہ لینے لگا تھا۔ اس لیئے وہ تو بھائی

منقد کوشش سے کام نہ کرسکے +

طبریئوس گریکس

جب اس شخص کا بھنوئی اسکیپیئو ایمیلیانس ملک نماغیہ کے خلاف جنگ کر رہا تھا تو طبریئوس قوانین سازی میں مصروف تھا۔ اور جو ملک رومیوں نے جنگ و جدل کے ذریعہ فتح کیا کیا تھا اُس کی تقسیم یوں کی ا۔

(۱) قابل کاشت حصہ کو نو آبادکاروں میں دیدیا۔

(۲) اُس کو پٹہ پر دیدیا۔

(۳) فروخت کر دیا۔

چونکہ اس وقت اس کو غیر آباد حصہ کو تقسیم کرنے کے لئے فرصت ہی نہ تھی اس لئے اُس کی نسبت یہ اعلان دیا گیا کہ

(۴) جو لوگ اُسے آباد اور کاشت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کو وہ اس شرط پر دیدیا جائیگا کہ وہ اُس کے صلہ میں سرکار کو سالانہ پیداوار میں سے ایک دسواں حصہ اناج کا اور ایک پانچواں حصہ پھلوں کا دیا کریں۔ اس حصہ کو مویشی پالنے والوں نے لے لیا +

اس کا نتیجہ خلاف توقع نکلا۔ کیونکہ دولتمند لوگ جو بڑے بڑے زرخیز قطعات پر قابض تھے اُنہوں نے اپنے ہمسایوں کے چھوٹے چھوٹے مزارع پر یا تو جبراً یا خرید کرکے قبضہ کر لیا۔ اور آزاد مزدوروں کی جگہ جن کی طرف سے فوج میں بھرتی ہو جانے کا کھٹکا لگا ہوا تھا غلاموں کے ذریعے مویشی کی نگرانی یا کاشتکاری سپرد کر دی۔ غلاموں کی

اولاد کی محنت کا پھل بھی مالکوں ہی کو ملا کرتا تھا۔ اس طرح صاحب زر اور با اثر لوگ بہت دولت مند ہو گئے۔ اور ملک میں غلاموں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ اور اطالین قوم کے لوگوں کی تعداد اور طاقت بیرونی محصل ٹیکسوں اور فوجی خدمت کے باعث کم ہو گئی۔ جب اُن کو ان باتوں سے فرصت ملی تو چونکہ اُن کے پاس زمین نہیں تھی۔ اس لئے وہ بیکار پڑے رہتے تھے ۔

جب طبریوس کو یہ معلوم ہوا کہ ملک غیر آباد ہے اور مزدور اور چرواہے سب غیر ملک کے لوگ ہیں تو اُس نے اور اُس کے بھائی نے اُن تدابیر پر غور کیا جن سے بچہ مصائب واقع ہوئے تھے۔ لیکن طبریوس کو اپنے ارادوں میں استقلال لوگوں کی اُن درخواستوں کے باعث پیدا ہو گیا جو لوگوں نے امیروں کے قبضے سے سرکاری زمینوں کے نکال لینے کے لئے دی تھیں۔ پس اُس نے یہ قانون جاری کیا کہ

(۱) کسی شخص کے قبضے میں پانسو ایکڑ سے زیادہ زمین نہ رہنے پائے۔ لیکن

(۲) جو شخص اس وقت جس قدر اراضی پر قابض ہے اُن کی اولاد کے قبضے میں اُس سے نصف اراضی رہے۔

(۳) باقی اراضی کو حکام جو سال بسال کے لئے مقرر کئے جائیں غربا میں تقسیم کر دیں ۔

اس سے امرا بہت پریشان ہوئے کیونکہ حکام کے باعث وہ پہلے کی طرح نہ تو قانون کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ اور نہ دوسروں کی اراضی خرید سکتے تھے۔ اس لئے کہ انتقال اراضی ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ پس لوگ طبریوس سے ناخوش ہو گئے۔ لیکن غربا نے اُس کی طرفداری کی۔ اور جب یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی مخالفت پر مصروف تھے

تو نو آبادیوں کے لوگوں نے آ آ کر دونوں کی طرفداری شروع کی۔ دونوں
فریق غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ ایک تو اس قانون کے نفاذ کے
خلاف تھا اور دوسرا موافق۔ اور جس دن قانون قانونی مجلس میں
پیش ہونے والا تھا۔ اُس دن دونوں فریق کا ہجوم مکان مجلس کے
سامنے فراہم ہو گیا۔ گریکس نے دولتمندی کی تجویز نہیں پیش کی تھی
بلکہ شہریوں کی تعداد بڑھانے کی۔ اُس نے اپنے ملک کی بہبودی کے
لئے مشکلات کا لحاظ ہی نہ کیا۔ مارکس اوکٹیویس جو دوسرا ٹریبیون
تھا اور جسے مالکان اراضی نے منظوری نہ دینے کی رائے دی تھی اُس
نے منشی کو لکھنے سے منع کر دیا۔ اور چونکہ اوکٹیویس نے رائے نہیں
دی۔ اس لئے طبریوس گریکس نے اُسے بہت ملامت کرنے کے بعد
اور دوسرے دن کارروائی شروع کرنے کے لئے اجلاس ملتوی کر دیا۔
دوسرے دن گریکس نے اوکٹیویس سے جبراً رائے لینی چاہی۔
اُس پر دونوں ٹریبیونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اور قانون سینٹ
میں منظوری کے لئے بھیجنا تجویز کیا گیا۔ مگر وہاں پہنچنے پر امیروں نے
اُسے سخت سست کہنا شروع کیا۔ اس لئے وہ فوراً وہیں واپس آ
کر کہنے لگا کہ رائے کل لی جائیگی۔ یہ رائے قانون کے متعلق نہیں ہوگی
بلکہ اس بارہ میں جو مجسٹریٹ لوگوں کی خواہش کے خلاف عمل کرے کیا وہ
اپنے عہدہ پر مامور رہ سکتا ہے۔ دوسرے دن گریکس نے ایسا
ہی کیا۔ مگر اوکٹیویس نے پھر دخل دینا شروع کیا۔ اس پر گریکس
نے لوگوں کو دو فریق کر کے رائے لینی شروع کی۔ جس وقت کہ ایک
شخص نے رائے دی۔ گریکس نے اوکٹیویس کو اپنے ارادے سے
باز رہنے کے لئے کہا۔ مگر جب وہ باز نہ آیا تو اور لوگوں سے بھی رائے
لی گئی۔ اور جب ۱۷ رائے ہو گئیں تب بھی اوکٹیویس باز نہ آیا

اور نتیجہ یہ ہوا کہ کثرت رائے سے اُسے مجسٹریٹ کے منصب سے برطرف کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہی مطلوبہ قانون بھی منظور کر لیا گیا۔ اور طبریئوس نے آئندہ بھی اپنے واسطے ٹریبیون کا عہدہ نئی تجاویز کے منظور کرنے کا وعدہ دیکر مخصوص کرا لیا۔ انتخاب کے دن اُس نے اپنے طرفداروں کو جمع کر کے کہا کہ جس وقت میں اشارہ کروں تم جنگ شروع کر دینا۔ اور انتخاب کے موقع پر ایسا ہی عمل میں آیا۔ اس پر اُس کے دشمن فورم میں دوڑے گئے اور سینٹ سے رپورٹ کی کہ گریکس بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ سینٹ کو اس خبر سے پریشانی ہوئی۔ اور ایک شخص ناسیکہ نامی نے سینٹ سے التجا کی کہ ملک کو بچا کر ظالم کو معزول کر دیا جائے۔ مگر سینٹ نے جواب دیا کہ بلا ثبوت کسی شہری پر دست درازی نہیں کی جا سکتی۔ اس پر ناسیکہ نے بآواز بلند کہا کہ اگر سینٹ ملک کی حفاظت نہیں کرتی جو لوگ قانون کی پابندی کرنی چاہتے ہیں وہ میرا ساتھ دیں۔ یہ کہکر اُس نے اپنا لباس سمیٹا اور فورم کو چل دیا۔ اور ٹریبیون بھی اُس کے پیچھے پیچھے لگے چلے گئے۔ لوگ اُن کو قانوناً روک نہیں سکتے تھے۔

لیکن گریکس کو اُس کے ایک دشمن نے پکڑ لیا۔ اُس نے لبادہ پھینک دیا۔ مگر بھاگتے وقت وہ ایک زمین پر گرے ہوئے شخص پر گر پڑا۔ اُس وقت پبلیئس ساٹیریئس نے اُس کے سر پر ایک لاٹھی ماری۔ دوسری لاٹھی لوسیئس روفس نے ماری۔ صرف لاٹھیوں ہی کی لڑائی سے تین سو سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ تلوار کی نوبت ہی نہ آئی۔ گریکس ہلاک کر دیا گیا۔ جو لوگ اُس سے ناخوش تھے انہوں نے اُس کے بھائی کو اُس کی نعش دفن کرنے کے لئے بھی نہ دی۔ بلکہ دریائے ٹائبر میں پھینکوا دی۔ مزید براں اُس کے

دشمنوں نے اُس کے بعض دوستوں کو قتل کر دیا اور بعض کو عدالت میں پیش کرانے کے جلا وطن کر دیا۔ اُس کے دوست گیئوس ولیس کو ایک مکان میں بند کر کے سانپوں سے ڈسوا دیا۔ اور یوں ہلاک کر دیا۔ اُس کے ایک اَور دوست بلوسیئس نے عدالت میں کہہ دیا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ گریکس کے حکم سے۔ اور جب نا سیکہ نے اُس سے یہ سوال کیا کہ "اگر گریکس تم سے کیپیٹول میں آگ لگانے کو کہتا تو تم لگا دیتے"؟ تو اُس نے جواب دیا کہ "وہ کبھی بھی ایسا حکم نہیں دیتا۔" مگر جب اُس سے یہی سوال کئی بار کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ "اگر وہ ایسا حکم دیتا تو میں ضرور قبول کر لیتا۔ کیونکہ وہ کبھی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں مُلک کا نفع نہ ہوتا۔" اس جواب پر اُسے رہا کر دیا گیا +

گیئوس گریکس

یہ شخص بڑا فاضل تھا۔ مگر عوام الناس میں ہر دلعزیز بننے کا بجد شوقین۔ اُس نے ٹربیون کا عہدہ اپنی مرضی سے نہیں۔ بلکہ ضرورتاً منظور کیا تھا۔ اُس نے ملکی امور سے علیحدہ رہ کر تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن جب اُس کے بھائی نے اُس سے خواب میں کہا کہ "گیئوس تو کیوں ہچکچاتا ہے۔ ہم لوگوں کی تقدیر میں تو یہی بدا ہے کہ ملک کی خاطر جان دیں"۔ تو اُس نے منصب قبول کر لیا۔ وہ منصب اختیار کرنے کے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد سب سے بازی لے گیا۔ اُس کی بدقسمتی نے اُسے یہ تمغہ عطا کر دیا تھا کہ جب کبھی اُس کے بھائی کی موت کا ذکر آتا تو وہ آزادی کے ساتھ رائے زنی کرے اُس نے ذیل کے قوانین تجویز کئے +

(۱) نوآبادیاں قائم کرنا اور سرکاری زمین غربا میں تقسیم کرنا۔
(۲) سپاہیوں کو وردی مفت دی جائے۔ ۱۷ سالہ جوان فوج میں بھرتی نہ کئے جائیں۔
(۳) اہل اٹلی اور رومیوں کو ایک برابر درجہ عطا کیا جائے۔
(۴) غربا کو غلہ کم نرخ پر دیا جاوے۔
(۵) جورر یعنی پنچ شہادت دینے کا حلف اٹھانے والے مقرر کئے جائیں +

اس آخری قانون کے ذریعے گیئوس کو سورماؤں میں سے جورر منتخب کرنے کا اختیار ملنے سے اس کے اختیار بادشاہوں کے سے ہو گئے۔ اور جس کے باعث سینٹ بھی اس کی تجاویز کو منظور کرنے لگی۔ فیبئس نے البریئہ سے غلہ روم میں روانہ کیا تھا۔ گیئوس نے اسے فروخت کرا کر روپیہ ساکنان البریئہ کو دیدیا اور کہا۔ کہ فیبئس رومی حکومت کو بارگراں بناتا ہے۔ اس سے گیئوس کی عزت بڑھ گئی +

گیئوس بڑا مستعد۔ محنتی اور ذہین تھا جس کام میں ہاتھ لگاتا اسے مکمل کر کے دم لیتا۔ اس کے پاس ٹھیکہ دار سفیر۔ سپاہی معمار۔ انجینئر اور عالم فاضل سب ہی جمع رہتے تھے۔ وہ سب کے کام کرتا تھا۔ لوگوں کو اسے دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ اس کے دشمن بھی اس کی محنت وغیرہ کے قائل تھے۔ اس نے نوآبادیاں قائم کیں۔ اور انہی کے ذریعے سڑکیں اور عمارتیں بنوائیں۔ اس نے سڑکوں کے کام پر خاص طور پر توجہ دی۔ اور عمدہ سڑکیں بنوائیں۔ جن پر میل قائم کئے اور پل بھی بندھوائے +

اس کے بعد گیئوس نے رومی شہروں کو اپنا حق طلب کرنے

کے لئے بُلایا۔ کیونکہ سینٹ اس حق کے عطا کرنے سے انکار ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اور جو لوگ کہ روم کی ملکی مجالس سے تعلق نہیں رکھتے تھے اُن کو بھی اُس نے شہریوں کے حقوق دیدئے تاکہ قوانین سازی میں امداد مل سکے۔ اُس کی رائے سے سینٹ نے یہ حکم جاری کیا کہ جب تک ان قوانین کے مرتب کرنے کا کام ہوتا رہے تب تک جو شہری نہیں ہیں وہ شہر سے باہر ہی رہیں۔ سینٹ نے لیویئیس ڈرائیوسس کو بارہ نوآبادیاں قائم کرنے کا اختیار دے کر گریکس کے قانون کے خلاف رائے دینے پر آمادہ کر لیا۔ اور اس طرح تیسرے سال گیئوس ٹربیون منتخب نہ ہوسکا۔ اس وقت مخالفوں نے اُس کے اُس قانون کو جو کارتھیج میں نوآبادی قائم کرنے کے لئے بنایا گیا منسوخ کر دینا چاہا اُس وقت گیئوس نے ڈائینہ دیوی کے مندر میں جاکر خودکشی کرنی چاہی۔ مگر اُس کے دوستوں نے اُسے روم سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر دشمن اُس کے تعاقب میں لگے رہے۔ اور اُسے قتل کرکے دم لیا۔ اُس کی اور اُس کے دوستوں کی نعش دریائے ٹبور میں پھینک دی۔ اُس کی جائداد فروخت کرکے روپیہ سرکاری خزانہ میں داخل کر دیا۔ حکام نے اُس کے خاندان کی عورتوں کو ماتم کرنے سے روک دیا۔ اور گیئوس کی بیوی کے جہیز کا مال بھی لے لیا۔

اس کے مخالفوں میں سب سے زبردست اوپیمئیس تھا۔ اس نے تین ہزار آدمیوں کو قتل کرایا۔ اُس نے شاہ نمی بیڈیہ سے رشوت لی۔ اور بہت ایسے ناجائز کام کئے۔ کہ اُس کے آخری ایام میں لوگ اُس سے نفرت کرنے لگے۔ اور گریکس نامی دونوں بھائیوں کے واسطے کف افسوس ملنے لگے۔ اُنھوں نے ان بھائیوں کی مورتیں

قائم کیں اور جہاں وہ مارے گئے تھے اُن جگہوں کو مقدّس قرار دیا گیا۔ کورنیلیا نے اپنے دونوں بیٹوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا اور صدمات کو بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اُس نے کبھی آنسو نہ بہائے بلکہ ضبط اور صبر سے کام لیا +

مُلک کا دُشمن

کیئس مارکیئس ایک بڑے معزز خاندان سے تھا۔ وہ بڑا نڈر اور دلاور تھا۔ اُس نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئیے لیکن وہ بڑا تُند خو اور بدلگام تھا۔ جھگڑالو اور ضدّی اور مغرور بھی اور سچ پوچھو تو شہرت کا طالب +

جب معزول بادشاہ طارکوئن کے خلاف جنگ کی گئی تو اُس میں مارکیئس بھی شریک تھا۔ اُس نے اس جنگ میں اس قدر بہادری دکھائی کہ ڈکٹیٹر اُس سے بہت خوش ہوا۔ اور اُسے اعزاز کے طور پر بلوط کے پتّوں کا ایک تاج عطا کیا جو عزت افزائی کا نشان تصوّر کیا جاتا تھا۔ اُسے بہادری کے صلہ میں کوریولینس کا لقب بھی عطا کیا گیا تھا +

ایک مرتبہ جب وہ قونصل کے منصب کے لئے امیدوار تھا تو اُس نے غربا کے ساتھ ایسا بیجا برتاؤ کیا کہ انہوں نے اُس کے انتخاب کی نسبت رائے نہیں دی۔ اس پر وہ غربا سے ناخوش ہو گیا۔ اور جب کچھ عرصہ بعد قحط پڑا اور سسِلی سے غلّہ منگایا گیا تو اُس نے یہ شرط لگا دی کہ جب تک غربا اپنے ٹریبونوں کو علیحدہ

نہ کرینگے تب تک انہیں غلہ نہ ملیگا۔ غربا کو بھلا یہ بات کب گوارا تھی۔ پس انہوں نے اُس پر سینٹ میں دعوے کر دیا۔

جب وہ جواب دہی کے لئے سینٹ میں حاضر ہؤا تو اُس نے بریت کے لئے جو تقریر کی اُس میں لوگوں کو خواہ مخواہ بُرا بھلا کہا۔ اگرچہ اُس نے ملک کی اچھی خدمت کی تھی۔ لیکن اُس کے غرور اور بدزبانی سے سینٹ ناخوش ہو گئی۔ اور سکینیئس ٹریبون نے یہ رائے دی کہ اُسے قتل کرایا جائے۔ اور اُس نے مجسٹریٹوں سے کہا کہ اسے لے جاؤ اور تارپئین پہاڑی کی چوٹی پر سے ڈھکیل کر ہلاک کر دو۔ چونکہ ایسے فیصلے سے غربا کا حوصلہ زیادہ بڑھ جاتا۔ اس لئے کچھ حکام کی رائے سے مارکیئس کی سزا میں تخفیف کر دی گئی بجائے ہلاک کئے جانے کے اُسے صرف جلاوطن کیا گیا۔

جلاوطنی میں وہ انٹیم کے ایک امیر کے پاس گیا جو وولسین قوم کا سردار تھا۔ اس قوم کے لوگ رومیوں اور خود مارکیئس کے جانی دشمن تھے۔ کیونکہ اُن کے ہاتھوں شکست کھا اور نقصان اُٹھا چکے تھے۔ مارکیئس نے اُس سے کہا کہ میرے ساتھ رومیوں نے بدسلوکی کی ہے۔ اب میں اپنے کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تو اُن سے اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے تو میں تیری طرف سے اُن کو نیچا دکھاؤنگا۔ امیر نے اس بات کو قبول کر لیا۔

اُس وقت اہل روم میں ملکی باتوں پر باہم نفاق تھا۔ اور عوام الناس نے غنیم کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے مارکیئس کے پاس صلح کرنے کے لئے ایلچی روانہ کئے گئے۔ مگر اس نے صلح منظور نہ کی۔ پھر دینی پیشوا روانہ کئے گئے۔ مگر اُس نے پھر بھی صلح نہ کی۔ اس پر اُس کی ماں اور بیوی اور چند عورتوں کو روانہ

کیا گیا۔ اُن کے کہنے اور منت سماجت سے اُس نے صلح کر لی*

کسی نے سچ کہا ہے کہ "کر بھلا ہو گا بھلا۔ کر بُرا ہو گا بُرا"۔ مارکیئس راستی پر نہیں تھا۔ اُس نے رومیوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس لئے خود اُس کا بُرا ہو گیا۔ جب وہ انیٹم کے امیر کے پاس واپس گیا اور اُن سے صلح کا ذکر کیا تو امیر اُس سے ناخوش ہو گیا۔ اور دل میں ارادہ کیا کہ مارکیئس دغا باز کو قتل کرایا جائے۔ پس اُس کے ایما سے اہل والسینیئہ کی ایک مجلس نے مارکیئس سے جواب طلب کیا۔ اور اُسے سر مجلس قتل کر دیا۔ مارکیئس پر یہ کہاوت صادق آتی ہے۔ کہ "جیسی کرنی ویسی بھرنی"۔ خوب ہوا "خس کم جہان پاک"*

محب وطن ڈروسس کا انجام

مسیح سے کوئی سوا سال پیشتر کیئوس مارکیئس ٹریبیون اور سپہ سالار سے عام لوگ ناخوش ہو گئے۔ اس لئے کہ اُس کے عہد میں اُن پر سختیاں کی جاتی تھیں۔ اور عام لوگوں اور امرا میں جنگ شروع ہو گئی جس میں امیروں کی فتح رہی۔ اور جوڈیشل عدالتوں کے حاکم جنگی سورماؤں میں سے منتخب کیے گئے۔ یہ لوگ نہ صرف عام لوگوں ہی کو سزا دیتے تھے۔ بلکہ اُن کو بھی جن میں سے سینیٹر منتخب کیے جاتے تھے*

ان اسباب سے رومیوں اور سینیٹروں میں جھگڑا پیدا ہو۔ اسٹیٹ کا سرغنہ اہم لیویکیس ڈروسس تھا۔ جو امرائیں سے تھا۔ اور بڑا ہی نیک دل اور حب الوطنی کی پوٹ۔ اس شخص نے ارادہ کیا کہ

جوڈیشل اختیار امراء سے چھین کر سینیٹروں کو دے دینا چاہیئے۔ مزید براں اُس نے اُمرا اور غرباء دونوں کو بھی ملک سے دور کرنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ جو باتیں عام لوگوں کے فائدہ کی ہیں اُن کو نقصان نہ پہنچے۔

ڈروسس نے یہ تجویز کیا کہ سرزمین اٹلی میں اور خاص کر ریاست کمپانیہ اور سسلی کے زرخیز حصے میں جس قدر اراضی قابل زراعت ہے اور لوگوں میں تقسیم نہیں کی گئی۔ اُس میں نو آبادیاں بسائی جائیں۔ عام لوگوں میں غلہ تقسیم کیا جائے۔ اور غربا کی مفلسی کے دور کرنے کے ذریعے اختیار کئے جائیں اور جن اقوام سے رومیوں کا انتخاب ہے اُن کے لوگوں کو رومی شہریوں کے سے حقوق عطا کئے جائیں۔

ڈروسس نے نظام حکومت کو مستحکم بنانے کے لئے بہت سی تجاویز عام لوگوں کی مجلس سے منظور کرانا چاہیں۔ اُس کا ارادہ اور دلی منشا یہ تھی کہ امرا کے اختیارات کو کم کیا جائے تاکہ وہ غربا پر ظلم و ستم نہ کرسکیں۔ ۹۱ سنہ قبل مسیح میں ڈروسس نے مندرجہ تجاویز عام لوگوں کی مجلس میں پیش کیں۔

(۱) اراضی لوگوں میں تقسیم کی جائے۔

(۲) لوگوں میں غلہ تقسیم کیا جائے۔

(۳) عدالتوں سے انصاف کی اصلاح کی جائے۔

(۴) ججوں کی اسامیاں سینیٹ کے ممبروں کو عطا کی جائیں۔

(۵) سینیٹ میں تین سو ممبر اور اضافہ کئے جائیں۔ تاکہ سب کام عمدہ طرح انجام پا سکیں۔

(۶) قانون کی رو سے جو حقوق سے جدا کر دیئے جاتے ہیں اُن کی اطلاع اور ترمیم کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔

(۷) جو جج رشوت یا شترانی کے مرتکب پائے جائیں اُن سے سینیٹ میں جواب طلب کیا جائے۔
(۸) اٹلی کی دوست ریاستوں اور شہروں کے لوگوں کو رومی شہریوں کے سے حقوق عطا کیے جائیں۔"

جب ڈروسس ان تجاویز کو پیش کر چکا تو اُمرا نے اُن کی مخالفت کی۔ کیونکہ اُن کے منظور ہو جانے کی صورت میں امرا کا زور گھٹ جاتا اور غربا کو حقوق مل جاتے۔ سارے امرا مجلس میں ہو رہے تھے گھبرا گئے اور غصہ ہو گئے۔ اُن کے چہرے سرخ پڑ گئے۔ اور اُن کے دل جوش سے بھر گئے۔ اور ایک شخص نے بڑھ کر ڈروسس پر ایک قاتلانہ حملہ کیا۔ لیکن اُس کا وار خالی گیا۔ جلسہ برخاست ہوا اور ڈروسس بہت بگڑ کے اپنے گھر کو چلا گیا۔

جب ڈروسس دروازے پر کھڑا ہوا لوگوں سے رخصت ہو رہا تھا تو ایک قاتل نے ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اُس کی تکلیف سے چند ہی گھنٹے کے اندر فوت ہو گیا۔ قاتل بھاگ گیا۔ اور پھر اُس کا سراغ نہ لگ سکا۔ ڈروسس کے قتل کی کوئی تحقیقات نہیں کی گئی۔ اصلاح سے متعلق کوئی تجاویز منظور نہیں کی گئیں۔ ڈروسس کے حامیوں اور رفیقوں پر امرا نے بغاوت کا الزام لگایا اور اُن کو قید کیا اور قتل کرایا۔

ڈروسس کے قتل سے اہل روم اور اُن کی دوست اقوام میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ یہ اقوام جو اپنے فرزندوں کو رومی جنگوں میں بھیجتی تھیں اُن کو سخت ٹیکس دینے پڑتے تھے۔ مگر رومیوں کے سے حقوق حاصل نہیں تھے۔ ڈروسس کے قتل سے وہ سب روم کے مخالف ہو گئے اور اس طرح خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی۔ جس سے روم کو سخت

نقصان پہنچا +

محبِ ملک کیٹو

اس محبِ ملک کا اصلی نام مارٹس پورکیئس کیٹو تھا۔ وہ دیہات میں پیدا ہوا اور وہ اپنے مزارعہ میں اُس وقت تک رہا جب تک کہ اس نے جنگ و جدل اور ملکی معاملات میں حصہ لینا شروع نہ کیا۔ اُس کے مزرعہ کے نزدیک ہی ایک بوڑھی امیر والیریئس کی جائداد اور مزرعہ تھا۔ اُس امیر کو اپنے ملازموں سے معلوم ہوا کہ کیٹو ہر روز صبح ہی عدالت میں جاتا اور حاجتمندوں کی طرف سے اُن کی وکالت کرتا۔ اور واپس آکر شام تک اپنے نوکروں کے ساتھ کام کرتا رہتا ہے۔ نوکروں ہی کے ہمراہ بیٹھکر وہی چیزیں کھاتا پیتا ہے جو نوکر کھاتے پیتے ہیں۔ اور نہایت ہی سادہ لباس پہنتا ہے +

والیریئس کے کان تک کیٹو کی سادگی۔ جفاکشی اور دیانت کے بہت سے اور فسانے بھی پہنچ چکے تھے۔ پس اُس نے ایکدن کیٹو کی دعوت کی۔ اُس وقت سے والیریئس اور کیٹو میں دوستی کا آغاز ہوا۔ والیریئس ہی کی تحریک سے کیٹو نے روم جاکر ملکی معاملات میں حصہ لینا شروع کیا۔ اور بہت جلد لوگوں میں شہرت پیدا کر لی +

کیٹو اوّل اوّل فوجی ٹریبیون کے منصب پر اور پھر سنیٹر یعنی مفتی کے عہدے پر مامور کیا گیا۔ یہ شخص بڑا ہی راستباز

تھا۔ اور ایسے لوگوں کا سخت مخالف تھا۔ جن کے ذریعہ سے ملک میں کوئی خرابی پیدا ہوتی تھی۔ اس لئے وہ لقب سنیسوریئس یعنی فتوے لگانے والا مشہور ہُوا +

کیٹو کی کوشش سے کئی یونانی فلاسفر جن کی تعلیم سے رومیوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا جلاوطن کیئے گئے۔ فصاحت کے مدرسے بند کر دیئے گئے۔ شہوت انگیز تیوہار موقوف ہو گئے۔ توہمات کی بہت سی باتیں اور رسوم جو غیر ممالک سے آئی تھیں بند کر دی گئیں۔ عیش پرستی اور ظاہری نمایش کے خلاف قوانین جاری کیئے گئے +

کیٹو بڑا قوی الجثہ اور اخلاق کا دلدادہ تھا۔ اُس نے کوشش کرکے ملک سے بہت سی خرابیاں دور کر دیں وہ بڑا صاحب دانش تھا۔ اُس نے سینٹ اور عوام آلناس کی مجلس میں بڑی عزت حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ سرغنہ سمجھا جاتا تھا۔ جو لوگ محض ہردلعزیزی کی خاطر کوئی ملکی خدمت انجام دیتے تھے وہ اُن کا دشمن تھا۔ کیونکہ اُس کا قول تھا کہ جو بات حب الوطنی پر موقوف ہوتی ہے وہی لوگوں کو نفع دیتی ہے۔ نہ کہ جھوٹی نمایش +

جن لوگوں اور افسروں نے کاشتکاروں پر بیجا اور بھاری ٹیکس لگائے تھے۔ جو لوگ ظالم اور نامنصف تھے۔ کیٹو اُن کا مخالف تھا۔ اُس نے حتے آلامکان ان باتوں کا قلع قمع کیا۔ وہ قانون کا پابند تھا۔ اور ہر کام کو ضابطے کے مطابق انجام دیتا تھا۔ اور ہر بات میں اہل ملک کی بہتری کو ملحوظ رکھتا تھا +

اُس نے بہت سے رومیوں پر جو ملک کے بدخواہ تھے۔ سرعدالت الزام لگایا۔ اور کوئی پچاس مقدمات میں خود بھی

محض خرابیوں کے دور کرنے کے لئے مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوا۔ اُس کے زمانہ میں روم میں عیش پرستی کے قدم جمے ہوئے تھے۔ اور وہ اُسے ہٹانا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے لوازم عیش پرستی پر بھاری ٹیکس لگائے مگر اس تجویز سے وہ لوگ اس سے ناخوش ہو گئے جن کو ٹیکس دینے پڑتے تھے۔

کیٹو جتنا منصف تھا اتنا ہی نڈر بھی۔ اس لئے لوگوں کے بیچ کے مکانات اور باغات میں سرکاری پانی بند کر دیا کیونکہ جب لوگ اُس کا محصول نہیں دیتے تھے تو اُن کو اُس کے حاصل کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ جو مکانات سرکاری زمین پر بنائے گئے تھے اس نے اُن کو مسمار کرا دیا۔ محکمہ تعمیرات کے ٹھیکہ کا نرخ گھٹا دیا۔ اور سرکاری آمدنی کو مناسب طریقوں سے ترقی دی۔ ان تمام باتوں کے باعث لوگ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

اگرچہ کیٹو کے بہت لوگ مخالف تھے۔ اور اُن میں سے اکثروں نے اکثر موقعوں پر اُسے نقصان پہنچانا چاہا لیکن عام لوگوں میں وہ بیحد ہردلعزیز تھا۔ اس لئے اُس نے آخری دم تک کامیابی کے ساتھ ملک کی خدمت کی۔ رومی اُسے وہ "سچا محب ملک" کہتے ہیں۔

ایک محب وطن کیساتھ بدسلوکی

جب روم میں طیطس کوئنکٹس کیپیٹولینس پانچویں دفعہ قونصل کے منصب پر مامور کیا گیا تو اُسنے سنسر یعنی محتسب یا مفتی کا عہدہ مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ محتسب کل روم کی رسوم اور اخلاقی باتوں کے متعلق قوانین بنانے سینٹروں اور جنگی سورماؤں کی فہرست میں ترمیم کرنے شہریوں کو عزت یا ذلت دینے۔ اور ملک کے محاصل پر اختیار چلانے لگا۔ یہ منصب صرف دو باتوں کے لئے قائم کیا گیا۔ ایک تو روم کی مردم شماری کے لئے جو مدتوں سے نہیں کی گئی تھی۔ اور دوسرے شہریوں پر تشخیص لگان کے لئے ؛

عوام الناس سنیٹروں اور مجسٹریٹوں کو منتخب کرتے رہے لیکن ان حکام نے غربا کی حالت درست کرنے میں ذرا بھی مدد نہ دی۔ بلکہ اُن پر ہر طرح ظلم کرتے رہے ؛

کچھ عرصہ بعد جب قوم گال نے روم پر حملہ کر کے غربا کے مکانوں کو جلا اور فصل کو برباد کر دیا تو غربا کو امرا سے قرض لینا پڑا جب وہ وقت پر ادا نہ کر سکے تو باعث قیدیں ڈال دیئے گئے۔ مگر مارکس مینلیئس نے جو امرا میں سے ایک بڑا قابل اور مشہور شخص تھا اور جس نے کیپیٹو لائن پہاڑی کو گال کے حملے سے بچا لیا تھا غربا کی حالت پر ترس کھایا۔ اور اپنے طور پر اُن کی دستگیری کی ؛

اس شخص نے جب ایک دن دیکھا کہ ایک قرضدار قرضہ کے عوض قید میں جانے لگا ہے تو وہ مع اپنے ہمراہیوں کے فورم میں پہنچا اور بڑے زور سے کہنے لگا کہ امرا غربا پر ظلم کر رہے ہیں۔ کیا میں نے

یوں ہی کیپیٹول اور اُن لوگوں کو بچایا۔ اور کیا اب میں اُن کو غلامی اور قید میں جانے دوں۔ یہ کہکر اُس نے اپنی جیب سے قرضہ ادا کر دیا۔ اور اُس تمسک دار کو آزاد کرا دیا +

مینلیئس کی اس عنایت کا غربا کے دل پر بڑا اثر ہُوا اور وہ اُس سے محبت کرنے لگے۔ اور جب اُس نے کھلم کھلا یہ کہا کہ جب تک میری جائداد باقی ہے تب تک میں ایک غریب مقروض کو بھی قیدخانے میں نہ جانے دونگا۔ تب تو غربا کا فرقہ اُس کا شیدائی ہو گیا۔ اور وہ اُسے اپنا محافظ۔ حامی اور سرپرست سمجھنے لگا۔ مینلیئس نے اپنے گھر میں ایک مجلس منعقد کی اور اُس میں یہ کہتے ہوئے کہ اُمرا سرکاری روپیہ غبن کرتے ہیں اُمرا کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اور اُنھیں ظالم وسفاک بتایا +

ڈکٹیٹر مینلیئس سے اس بات پر ناخوش ہو گیا۔ اور اُس نے اُس سے کہا کہ جو بات تم نے اپنی تقریر میں بیان کی ہے اُسے تم ثابت کرو۔ لیکن جب اُس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو ڈکٹیٹر نے اُسے قید کر دیا۔ اب کیا تھا غربا کو بہت ہی غصہ آیا۔ اور اُن کی ایک بہت بڑی جماعت قیدخانے کے دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ اور اُمرا کو سخت سُست کہنے لگی۔ اُنھوں نے شور برپا کر دیا اور تہلکہ مچا دیا۔ اور زور زور سے کہتے تھے کہ یہ اُمرا ہم پر بیحد ظلم وستم کرتے ہیں۔ جب کبھی کوئی بندۂ خدا ہماری دستگیری کرتا اور ہمیں آزادی دلانے کے لیئے آمادہ ہوتا ہے تو وہ اُسے ذلیل کرتے ہیں۔ اب ہم ہرگز نہ مانینگے۔ جو کچھ ہم سے ہو سکیگا کرینگے۔ اور اگر مینلیئس کو سینٹ اور ڈکٹیٹر نے راضی سے رہا نہ کیا تو ہم اُسے قیدخانہ توڑ کر رہا کر دینگے ڈکٹیٹر نے جب یہ حال دیکھا تو مصلحتاً مینلیئس کو رہا کر دیا +

آخر کار ٹریبیونوں نے لوگوں کی منظوری سے مینلیئس کے مقدمہ کی پیشی کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ جب مقدمہ پیش ہُوا تو عوام الناس یہ دیکھکر کہ صرف ملزم ہی ماتمی لباس پہنے ہوئے ہے اور نہ صرف امرا بلکہ خود اُس کے رشتہ دار اور حقیقی بھائی معمولی لباس میں ہیں تو وہ جوش میں بھر گئے۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہُوا تھا۔ اس سے عوام الناس تاڑ گئے۔ کہ لوگوں نے بیچارے مینلیئس کو اس وجہ سے کہ وہ امرا میں سے غربا کا سب سے پہلا ہمدرد ہے تباہ کرنے کا مصمم ارادہ گانٹھ لیا ہے ؞

عدالت میں مینلیئس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے بادشاہ بننے کی کوشش کی۔ لیکن کسی مورخ نے بھی یہ نہیں لکھا کہ اس امر کے ثبوت میں کون کون سی باتیں پیش کی گئی تھیں کہا جاتا ہے کہ مینلیئس نے اپنی بریت کے ثبوت میں چار سو آدمیوں کو پیش کیا ان آدمیوں کو اُس نے اُن کا قرضہ ادا کر کے قیدخانہ میں جانے سے بچا لیا تھا۔ مزید براں اُس نے اُن انعامات کو بھی پیش کیا جو اُسے فوجی خدمات کے صلے میں دیئے گئے تھے۔ اور اپنے زخموں کو بھی جو جنگ میں کھائے تھے دکھایا۔ اور کیپٹیول کی طرف رُخ کر کے اشتری اور دیگر دیوتاؤں سے دست بدعا ہُوا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں انصاف کرنے کی خواہش پیدا کر دیں ؞

خیر مینلیئس کی اور باتوں کو چھوڑ کر اُس کے سر عدالت دیوتاؤں سے دست بدعا ہونے نے حکام عدالت کو یقین دلا دیا کہ اب اُس پر کوئی الزام نہیں لگ سکتا ہے۔ اس لئے اُنھوں نے اپنے منشاء دلی کو ایک چال سے پورا کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے پیشی کو ملتوی کر کے دوسری تاریخ پر فیصلہ کا انتظار رکھا۔ اور

ایسی جگہ عدالت کی جہاں سے کیپیٹول نظر نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ جب تک یہ مقدس مقام لوگوں کے پیش نظر رہتا تب تک وہ مینلیئس کو بے گناہ ہی سمجھتے۔ اس جگہ حکام نے مینلیئس پر سزا کا فتوے صادر کیا۔ یہ فتوے ایسا سخت تھا کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ عدالت کے دونوں ججوں نے اُس پر بغاوت کا جرم ثابت کر دیا۔ اور ٹریبیونوں نے اُسے تارپیئن راک (ایک پہاڑی) پر سے گروا کر ہلاک کر دیا ۔

مینلیئس کے حاسدوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اُس کی نعش کی بھی ذلت کی۔ اُس کے مکان کو مسمار کرا دیا۔ اور یہ بات قرار دی کہ کسی امیر کو قلعہ اور کیپیٹول میں سکونت کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اُس کے خاندان والوں نے اُس کے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ اُس کی اولاد میں کوئی شخص بھی اپنا نام مینلیئس نہ رکھنے پائے۔ افسوس کہ ایک ہمدرد کے ساتھ ایسا بُرا برتاؤ کیا گیا ۔

اُس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب مینلیئس کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہا تو لوگوں کو اُس کے احسان اور ہمدردی کی یاد سے بےحد رنج و غم ہوا۔ مینلیئس کی وفات کے بعد روم میں ایک بڑی سخت وبا نمودار ہوئی۔ اور چونکہ وبا کا کوئی اور سبب ظاہر میں نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وبا صرف مینلیئس کو خلاف سزا دینے کے باعث نمودار ہوئی ہے۔ لوگ یہ کہتے پھرتے تھے۔ کہ "کیپیٹول کو اُس کے بچانے والے کے خون سے گندہ کیا گیا۔ اور دیوتاؤں کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ ایسے شخص کو سزا دی گئی جس نے کیپیٹول کے معبد کو دشمنوں کے ہاتھوں سے بچایا تھا" ۔

ایک ظالم قیصر کا انجام

قیصر کلاڈیئش کی وفات پر ۱۳۔ اکتوبر ۵۴ء میں نیرو تخت روم پر جلوہ گر ہوا۔ لوگوں نے اُسے ایک اقتدار کے مقابلہ میں اس خیال سے قیصر قبول کر لیا کہ وہ بظاہر خوش طبع اور فیاض معلوم دیتا تھا۔ اُس کا اوستاد سنیکا جیسا فیلسوف تھا لوگوں کو اُمید تھی کہ وہ بڑا لائق اور سمجھدار ہوگا۔ لیکن کسی کو کیا خبر تھی کہ اس کا مزاج بچوں کا سا ہے۔ وہ مغرور۔ خود غرض اور وحشی طبیعت رکھتا ہے۔ وہ ظلم کریگا۔ اور مغلوب الغضب نکلیگا +

نیرو نے صرف چند ماہ تو اس طریقہ میں حکومت کی جس سے لوگ خوش رہتے ہیں۔ اس کے بعد اُس نے ظلم کرنے کے لئے پاؤں نکالے اور سب سے اوّل برطانیکس کو جو سلطنت کا دعویدار تھا زہر دیکر ہلاک کیا۔ اور پھر اپنی اُس ماں کی جان لینے کے درپے ہوا جس کی کوشش سے اُسے حکومت ملی تھی۔ کیونکہ وہ اُس کے بڑے ارادوں میں حارج ہوتی تھی +

نیرو نے اپنی سینیٹس کے ذریعہ سے اپنی ماں کو ہلاک کرانا چاہا۔ اور اُسے بی آئی کے مقام پر بلایا۔ ایک ایسی کشتی بنوائی کہ جو بیچ دریا میں پہنچکر اشارہ کرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اُسے اُس میں سوار کرایا۔ اور اپنی سینیٹس کے اشارے سے کشتی دریا کے بیچوں بیچ پہنچکر ٹوٹ گئی۔ لیکن نیرو کی ماں تیر کر کنارے پر جا پہنچی۔ مگر پھر اسی اپنی سینیٹس کی مدد سے اُسے قتل کرا دیا گیا۔ اور یہ مشہور کرا دیا کہ وہ نیرو کی جان لینی چاہتی تھی۔ اس لئے قتل کرا دی گئی

اسی وجہ سے لوگوں نے نیرو کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی +

اپنی ماں کے قتل کرانے سے پیشتر ہی نیرو نے اپنی ملکہ اوکٹویہ کو قتل کر کے پوپیہ کو ملکہ بنا لینا چاہا۔ مگر وہ اپنی ترکیبوں سے بچ رہی تاہم پوپیہ ملکہ بن بیٹھی۔ حالانکہ باقاعدہ طور پر نہیں۔ ماں کے قتل کے بعد نیرو اس عورت کا غلام بن گیا۔ وہ اُسے جس طرح چاہتی چلاتی تھی ۶۲ء میں اسی کی رائے سے نیرو نے اپنے قابل مشیروں کو برخاست کر دیا۔ نیرو نے برہس کو زہر دلوایا جو خاص مشیر تھا سنیکا جو نیرو کا اُستاد تھا نیرو کی ظلم رانی دیکھ کر دربار سے علیحدہ ہو گیا۔ مگر نیرو نے اُسے بھی زہر کا پیالہ پلوایا۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا +

اب کیا تھا نیرو کی صلاح کار یا تو پوپیہ تھی یا ٹگی لینس جو نیرو کی مانند عیاش تھا۔ اور نیرو کو ہر وقت عیش پرستی پر مائل رکھتا تھا۔ وہ شاہی بدرقہ کا سپہ سالار بنا دیا گیا تھا۔ نیرو سے پیشتر جتنے ظالم قیصر روم میں گذرے تھے اُن کے خلاف بھی سازش کی گئی تھی۔ اس خوف سے نیرو نے اُن لوگوں کو قتل کرانا شروع کیا جن کی طرف سے اُسے کھٹکا تھا۔ اُس نے کورنیلیس سلا کو اس بنیاد پر قتل کرا دیا کہ اُس کے فرانس میں رہنے سے رعایا میں ناراضی پھیل جائیگی۔ پھر روبیلیس پلوٹس کو ایشیا سے کوچک میں قتل کرایا۔ اس بعد نیرو نے اپنی معشوقہ پوپیہ کے کہنے سے اپنی ملکہ اوکٹویہ کو اوّل تو طلاق دیکر جزیرہ نیشا۔ ایٹریٹہ میں جلاوطن کر دیا پھر اُسے قتل کرا دیا +

اگرچہ بہت لوگوں کو نیرو قتل کرا چکا تھا لیکن ابھی تک علم الرنا پر اُس نے ہاتھ صاف نہیں کیا۔ مگر اب نیرو اس پر بھی آمادہ ہوا وہ شہر روم کے بیچوں بیچ ایک وسیع محل بنانا چاہتا تھا۔ اس لیئے اُس نے شہر میں آگ لگوا دی۔ جس سے شہر کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

اور نیرو کو اپنی دلی خواہش پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد اُس نے عیسائیوں کو اس بنا پر قتل کرایا کہ آگ انہوں ہی نے لگائی تھی۔ اس کے بعد اُس نے آگ سے تباہ شدہ حصہ میں ایک نہایت عالی شان اور قیمتی محل اور سیرگاہ بنائی۔ اور اُس میں جو روپیہ صرف ہوا وہ اٹلی۔ ایشیا۔ اخیہ اور دیگر صوبوں کے لوگوں سے بجبر وصول کیا گیا تھا۔

اب تو لوگوں نے نیرو کے قتل کے لئے مجبوراً سازش کی جس میں لکی لیئس (نیرو کا دوست)، فینیئس روفس۔ قونصل پلوٹیئس سیٹرنس۔ لوکان شاعر۔ اور بہت سے [illegible]۔ اور ٹربیون شامل تھے۔ سب کا سرغنہ نیرو کا ایک دوست کالپرنیئس پیسو تھا۔ اس سازش کا حال ایک آزاد شدہ غلام ملیخس نے نیرو سے کہہ دیا نیرو نے غضب میں آکر پیسو۔ سیقش۔ لوکان اور اور بہتوں کو قتل کرا دیا۔ سنیکا کو بھی سازش میں شریک ہونے کے شبہ پر زہر پلوا کر ہلاک کرا دیا۔

پھر اُس نے شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اٹلی کا سفر کیا۔ اور روم میں بھی جشن منایا پھر اُس نے ایک اور ہی روش اختیار کی سلسلہ میں اُس نے نیپلز کے لوگوں کو تھیٹر میں ایکٹر بن کر خوش کیا یہ فعل اُس کی شان سے بعید تھا۔ پھر وہ یونان گیا۔ اور روم کے پیچیدہ معاملات اور سازش وغیرہ کی طرف بالکل بے خبر ہو گیا۔ یونانیوں نے اُس کی بڑی تعریف کی۔ اور ایک بے نظیر ایکٹر کے طور پر اُسے اس فن کا سرخیل سمجھا اور [illegible]۔ اس کے صلہ میں اُس نے اپنا محصول اراضی معاف کر دیا۔ پھر اُس نے خاکنائے کرنتھ سے ایک نہر کھدوانا شروع کی۔ پھر اُس نے [illegible] پر بھی [illegible] کی

مشہور ہے کہ اُس نے مندروں کو لوٹا۔ لوگوں سے جبر یہ روپیہ وصول کیا پھر اُس نے کاربولو کو قتل کرا یا۔

جب نیرو یونان میں تھا تو جو لوگ اُس کی حکومت سے ناخوش و دل برداشتہ تھے۔ اور اُس کے بد افعال سے نفرت کرتے تھے اُنہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اُس کی حکومت کو مٹا دیں۔

روم سے اُس کی مخالفت کی ابتدائی جس کا اثر صوبوں تک پہنچ گیا۔ فرانس میں جو لیئس وِنڈکس گورنر نے اس خیال سے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا کہ وہ نیرو کی جگہ دوسرے بادشاہ کو تخت روم پر بٹھانا چاہتا تھا۔ مگر اُسے شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اسپین میں گالبا نے علم بغاوت بلند کیا۔ اُسے اسپین کے لوگوں نے قیصر تسلیم کر لیا۔ وہ فوج لیکر اٹلی کی طرف روانہ ہوا۔ مگر راستہ میں یہ سُنکر کہ وِنڈکس کا بُرا حشر ہوا رک گیا۔ لوسیتانیہ کے گورنر اوتھو نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ اگر نیرو چاہتا تو اس نازک وقت کو بھی ٹال سکتا تھا۔ لیکن وہ ظلم رانی سے باز نہ رہا۔ اس عرصہ میں جرمنی سے جمہوری سلطنت قائم ہونے کی خبر آگئی۔ مگر نیرو اپنی رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اور بمشکل روم واپس آیا۔ مگر اس نے کوئی انتظام تلافی نہ کیا۔

آخر کار خود قیصری بدرقہ اُس کا مخالف ہو گیا۔ اس وقت اُس نے یہ حماقت کی کہ روم سے بھاگ کر چار میل کے فاصلہ پر ایک آزاد شدہ غلام کے مکان میں پناہ لی۔ سینٹ نے فی الفور یہ مشہور کر دیا کہ گالبا قیصر بنا دیا گیا۔ اور ساتھ ہی نیرو کے قتل کا فتوے بھی صادر کر دیا۔ جب سواروں کا ایک دستہ اُس کے قتل کا فرمان لیکر غلام کے گھر پر پہنچا تو اُس نے قتل کی بے عزتی سے بچنے

کے لئے خودکشی کرلی۔

لوگوں نے اُس کی موت کے بعد اُس کے بت جو جابجا نصب کئے گئے تھے توڑ ڈالے۔ اُس کا نام ہر جگہ سے مٹا دیا۔ اور اُس کے بنائے ہوئے محل کو تباہ کر دیا۔ اُس نے چودہ سال حکومت کی۔ لیکن اس عرصہ میں لوگوں کو ہر طرح سے تنگ ہی رکھا۔ وہ شرارت اور ستمرانی کا پتلا تھا۔

جولیئس سیزر

جولیئس سیزر کا اصلی نام گیئوس جولیئس سیزر تھا۔ وہ ایک اعلیٰ خاندان میں سے تھا۔ جو اینچائسس اور وینس کی نسل سے سمجھا جاتا تھا۔ وہ بڑا ہی حسین اور شکیل جوان تھا۔ بڑا ہی ذہین و عقیل۔ اعلیٰ درجے کا مقرر اور سخی۔ اور طبیعت کا بےحد نیک۔ فن حرب میں اُسے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل تھی۔ اور تدابیر مملکت اور انتظام میں وہ بے نظیر مدبر تھا۔ اُس میں جوش و خروش نام کو نہیں تھا۔ بلکہ اطمینان اور سکون۔ وہ ہر بات میں مقدونیہ کے بادشاہ اور دنیا کے نہایت مشہور فاتح سکندر اعظم کا ہم پلہ تھا۔ اُس نے سِنّا جیسے مشہور شخص کی بیٹی کے ساتھ شادی کی۔ گیئوس ماریئس سا مشہور شخص بھی اُس کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ ان تمام اوصاف کے باعث اُسے اڑتیس ہی سال کی عمر میں سلا نے جسے اُس کی طرف سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا وہ آگے چل کر مخالفت کرے گا

اُسے قتل کرا دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن سیزر بھیس بدل کر زندہ رہ گیا۔ اور رات کو روم سے بھاگ گیا +

سیزر بیچارے کی وہی مثل ہوئی کہ

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

وہ ایک آفت سے نکل کر دوسری میں مبتلا ہو گیا۔ کیونکہ اُسے بحر روم کے بحری ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا اور تاوان لیکر چھوڑنا چاہا اُس نے اپنے آدمیوں کو تاوان لانے کے روانہ کیا اور ڈاکوؤں کے پاس مع ایک دوست کے ۳۸ دن رہا۔ مگر اُن سے دبکر نہیں رہا۔ بلکہ اُن کو دبا کر رکھا۔ جب زر تاوان آ گیا اور اُسے دیکر سیزر رہا ہو گیا تو اُس نے بندرگاہ ملیٹس میں ایک جہاز تیار کیا اور فوج بھر لی کی اور ڈاکوؤں کا تعاقب کر کے اُن میں بہتوں کو گرفتار کر لیا +

قونصل کے منصب پر مامور کئے جانے کے بعد اُس نے یہ ایک نیا قاعدہ جاری کیا کہ سینٹ کے قوانین اور دیگر مجالس کے قوانین ضبط تحریر میں لائے اور شائع کئے جائیں۔ سیزر نے اپنی قونصلی کے زمانے میں دوسرے قونصلوں کو اپنی مخالفت کرنے پر سینٹ سے نکلوا دیا۔ مگر اُس کے رسوخ اور طاقت کے باعث اُن کو اُس پر بدسلوکی کا الزام لگانے کی جرأت نہ ہوئی +

فرانس سے سیزر نے جو جنگ کی اُس سے اُس کی شہرت کو بہت کچھ ترقی ہوئی۔ فوجی انتظام اور جنگی قابلیت میں وہ اپنے ہمعصروں اور اپنے سے پہلے سپہ سالاروں اور مدبروں سے ہر بات میں بہت ہی سبقت لے گیا۔ اُس جتنی لڑائیاں فتح کیں اور جتنی اقوام سے مقابلہ کیا اُن میں سے بعض بالکل وحشی اور سخت جان بازتھیں بعض

کا ملک دشوار گذار تھا۔ اُس نے کہیں ملایمت اور رحمدلی سے کام لیا اور کہیں سخت دلاوری اور بیرحمی سے۔ ناشائستہ اقوام کو شائستہ بنا دیا۔ الغرض کہ اُس نے ایسے دشمنوں پر فتح پائی۔ جیسوں سے پہلے سپہ سالاروں کا مقابلہ ہی نہ ہُوا تھا۔ اُس نے فرانس کے ۸۰۰ شہروں اور قصبوں کو فتح کیا۔ تین سو اقوام کو مغلوب کیا۔ اور ۳۰ لاکھ دشمنوں سے جنگ کی۔ جن میں سے دس لاکھ کو تہ تیغ کر کے باقیوں کو گرفتار کر لیا۔

فرانس میں تین قومیں آباد تھیں۔ بلجیئن۔ اکوائٹانیئن اور کیلٹس یا گال۔ ان میں سے بلجیئن جو زیادہ وحشی اور جرمن نسل سے تھے اور ہمیشہ اہل جرمن کے ساتھ جنگ وجدل میں مصروف رہتے تھے وہ بڑے سخت جان تھے اور اُن پر فتح پانا ناممکن سا تھا۔ لیکن سیزر نے اُن کو خوب ہی نیچا دکھایا۔ فرانس میں تھوک بندی کا دستور تھا اور ہر تھوک کا ایک سرغنہ ہوتا تھا۔ اسی لئے اُن پر فتح پانی ذرا دشوار تھی۔

ملک فرانس میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے تھے۔ ایک ڈریوڈ یعنی مذہبی پیشوا۔ دوسرے نائٹ یعنی سورما۔ رہے عوام الناس سو وہ غلاموں کی سی حالت میں تھے۔ کیونکہ وہ بھاری ٹیکسوں اور قرضوں سے دبے ہونے کے باعث دوسرے لوگوں کی رعیت بن جاتے تھے۔ ڈریوڈز مذہبی رسوم۔ قربانیوں اور دیگر دینی باتوں کو انجام دیتے تھے۔ لوگوں کے جھگڑوں۔ قتل۔ وراثت وغیرہ کے فیصلوں کو طے کرتے تھے۔ سب سے بڑی سزا یہ تھی کہ لوگوں کو قربانی میں شریک ہونے سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اور جن لوگوں کو یہ سزا دی جاتی تھی اُن سے لوگ میل جول ترک کر دیتے تھے۔ اور اُن کی

داد رسی نہیں ہوسکتی تھی۔ کل ڈرئیوڈز پر ایک بڑا ڈرئیوڈ مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کی وفات پر اُس کی جگہ وہ ڈرئیوڈ مقرر کیا جاتا جو زیادہ قابل ومشہور ہوتا تھا۔ اگر ایسے کئی ڈرئیوڈ موجود ہوتے تو انتخاب کے ذریعے ایک شخص مامور کردیا جاتا تھا۔ ڈرئیوڈز نہ تو جنگ میں شریک ہوتے اور نہ ٹیکس دیتے تھے۔ اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ روح غیر فانی ہے اور موت کے بعد ایک جسم سے دوسرے میں چلی جاتی ہے۔ اس عقیدہ کے باعث اس فرقہ کے لوگ بڑے ہی بہادر ہوتے تھے۔ یہ لوگ علم ہیئت اور علم نجوم کے بھی قائل اور ماہر تھے۔ مزید براں دُنیا کے عرض وطول۔ اشیا کی ماہیت اور غیر فانی معبودوں کی طاقت و اختیار کے بھی ماہر ہوتے تھے +

دوسرا فرقہ سورماؤں کا تھا یہ جنگ میں شریک رہتے تھے۔ اُن میں سے جو اپنی نسل اور دولت کے لحاظ سے جس قدر بڑا ہوتا تھا اسی قدر زیادہ لوگ اُس کی رعایا ہوتے تھے +

اہل فرانس بڑے توہم پرست تھے۔ جس کے باعث وہ امراض اور جنگ وغیرہ کو دیوتاؤں کی ناخوشی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ زندہ انسان کی قربانی اس خیال سے گذرانتے تھے کہ بغیر اس کے غیر فانی دیوتا خوش ہی نہیں ہوسکتے۔ چوروں۔ راہزنوں اور دیگر قسم کے مجرموں کی قربانی اعلےٰ درجے کی خیال کی جاتی تھی۔ اگر اس قسم کے لوگ دستیاب نہ ہوتے تو بیگناہوں ہی کی قربانی گزرانی جاتی تھی +

اہل فرانس کا خاص معبود عطارد دیوتا تھا۔ جسے وہ تمام علوم و فنون کا موجد۔ دولت وتندرستی کا عطا کرنے والا۔ تجارت اور کاروبار میں کامیابی بخشنے والا۔ اور سفر وسیاحت میں اُن کا محافظ ہونے والا سمجھتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپولو کو امراض کا شفا بخشنے والا

منروا کو مفید فنون کی سکھلانے والی۔ مشتری کو اجسام فلکی کا حاکم۔ مریخ کو جنگ میں فتح دینے والا سمجھکر عبادت کرتے تھے۔ جب وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرلیتے تو یہ عہد کرتے کہ جو چیزیں جنگ میں حاصل ہونگی اُن کی قربانی چڑھائی جائیگی۔ جنگ کے بعد وہ اُن مواشی کو جو جنگ میں گرفتار کئے جاتے قربانی چڑھاتے۔ اہل فرانس کا خیال تھا کہ وہ ڈوئیس دیوتا کی نسل سے ہیں۔ اس لئے اُن کے ہاں تقسیم اوقات رات سے شروع کی جاتی ہے اور سالگرہ اور مہینوں اور سالوں کی ابتدا رات ہی سے ہوتی ہے ؛

اہل فرانس کو اپنی بیویوں اور بچوں کی موت و زندگی پر پورا اختیار حاصل ہوتا تھا۔ وہ اُن کو قتل کر سکتے تھے۔ بیوی جس قدر روپیہ جہیز کا لاتی تھی اُسی قدر روپیہ خاوند اپنے پاس سے مہیا کرکے دونوں رقموں کو کسی کام میں لگا دیتا تھا اور جب ایک مرجاتا تھا تو دوسرا اُس کل روپیہ اور اُس کے منافع کا مالک ہوتا تھا۔ جب کوئی عالی مرتبہ شخص فوت ہوتا تو اُس کی بیوی سے اُس کی موت کا حال دریافت کیا جاتا۔ کیونکہ وہ شبہ کرتے تھے ایسے کہیں بیوی نے نہ مار ڈالا ہو۔ اگر ذرا بھی ثبوت مل جاتا یا شبہ پورا اُتر جاتا تو بیوی کو قتل کر دیا جاتا ؛

اس قوم میں مردوں کا جنازہ بڑی شان و شوکت سے اٹھایا جاتا تھا۔ اور جو چیزیں خواہ جاندار ہی کیوں نہ ہوتیں اور اُس کی دل پسند سمجھی جاتیں اُن کو آگ میں جلا دیا جاتا۔ اور اُس کے پیارے غلاموں کو اُس کے ساتھ ہی دفن کر دیا جاتا ؛

اچھے شہروں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کوئی خبر سنے تو اُسے صرف مجسٹریٹ سے بیان کرے۔

تاکہ اسے سُنکر عام لوگ کوئی عجلت یا نادانی کی حرکت نہ کر بیٹھیں۔ جس خبر کو مجسٹریٹ چھپانے کے قابل سمجھتے اُن کو چھپا لیتے۔ ورنہ لوگوں سے بیان کر دیتے ٭

اہل جرمنی کے دستورات اہل فرانس سے بالکل نہیں ملتے تھے۔ اُن میں نہ تو ڈرئیوڈز ہوتے تھے اور نہ وہ قربانیوں کی زیادہ پرواہ کرتے تھے۔ وہ اُن دیوتاؤں کو معبود سمجھتے تھے جو اُن کو نظر آسکیں۔ اور فائدہ پہنچا سکیں۔ مثلاً آفتاب۔ ماہتاب اور آگ۔ وہ دیگر دیوتاؤں کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ وہ شکار اور جنگ و جدل میں مصروف رہتے تھے۔ اور دریا میں گھس کر جنگ کرتے۔ زراعت کی طرف کم توجہ دیتے ہیں۔ ہر سال نقل سکونت کرتے ہیں۔ ہر سال ہر خاندان کے لیے صرف اُسی قدر زمین دی جاتی ہے جس قدر کہ اُن کی گزر کے لیئے کافی ہوتی ہے یہ سب باتیں اس لیئے کی جاتی ہیں کہ لوگ دولتمند نہ ہو جائیں اور قوم میں حرص و طمع پیدا ہو جانے کے باعث نفاق و جھگڑا نہ پیدا ہو سکے۔ اور یہ کہ وہ تن آسانی میں نہ پڑ جائیں۔ یہ لوگ اپنے ملک کی سرحدوں کے پاس کی اراضی کو بالکل ویرانہ بنا دیتے تھے۔ تاکہ دشمن کو اُن پر حملہ آور ہونے کی خواہش ہی نہ ہو۔ زمانہ امن میں صرف ضلع کے حاکم اُن کے جھگڑوں کو طے کرتے ہیں مگر زمانہ جنگ میں ایک مجسٹریٹ کو فوج کا سپہ سالار بنا کر اُس کے اختیار میں لوگوں کی جان و مال۔ موت و زندگی رکھ دیتے ہیں جو لوگ کسی شخص کو سرغنہ مانتے تھے وہ اُس کے مددگار سمجھے جاتے تھے۔ اور جو لوگ نہیں مانتے وہ دغا باز اور اُن پر کسی معاملہ میں بھی اعتبار نہیں کیا جاتا تھا ٭

اس قوم کے لوگ مہمانوں کو نقصان پہنچانا بہت ہی مذموم سمجھتے تھے۔ اور جتنے لوگ اُن کے پاس کسی مقصد کے لئے آتے تھے۔ چاہے وہ کسی قسم کے ہوں۔ لیکن وہ اُن کی مدد اور حفاظت کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے اُن کے گھر ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ اور ان کو خوب کھانے پینے کو ملتا تھا۔ اس ملک میں قطبی ہرن۔ بارہ سنگھا اور صحرائی بچار بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں +

سیزر نے وزِ آلش کو فتح کرنے سے پہلے پومپی اور کراسس کی مدد سے ٹرییمورییٹ کا خطاب حاصل کیا تھا۔ مگر اس کے بعد ہی ان دونوں ناموروں میں ایک قسم کی رقابت پیدا ہوگئی۔ اس رقابت کو پومپی کی بیوی اور سیزر کی بیٹی جولیا نے ایک مدت تک بڑھنے نہیں دیا۔ لیکن جب اُس بیچاری کا انتقال ہوگیا تو دونوں میں رقابت اور دشمنی کا بازار کھلم کھلا گرم ہوا +

سینٹ نے پومپی کی طرفداری کی اور سیزر کی جگہ کسی دوسرے شخص کو منتخب کرنا چاہا۔ سیزر نے اُس کی اس بات کو دل سے قبول کر لیا۔ اور کہا کہ انتخاب کا موقع آنے دو اگر ہیں اُس میں کامیاب ہو جاؤں تو ہیں رہوں ورنہ اور کوئی ہو جائے۔ لیکن اس پر سینٹ نے کچھ لحاظ نہ کیا۔ سیزر نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ سے نہیں دینی چاہی اور اُسے ملک کا دشمن قرار دیا +

سیزر بذاتِ خود بڑے دم خم کا آدمی تھا۔ اُس نے خانہ جنگی کے ذریعے اپنے حقوق کا فیصلہ کرنا چاہا۔ اور فوج

لیکر اٹلی پر چڑھ گیا جس کے قلعے اور مورچے پومپی کے قبضے میں تھے۔ اگر سیزر چاہتا تو پومپی کو برنڈیزیئم میں گرفتار کر لیتا۔ اور جنگ کا جلد خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن اُس نے تو مرد میدان بنکر کام لینا چاہا۔ پومپی پر سیزر کا خوف غالب تھا۔ اس لئے وہ چپکے سے ایک جہاز پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ اور میدان مقابلہ کوہ ایپرس کو قرار دیا۔ سیزر جو بڑا ہی دلیر تھا اُس نے اس بات کو قبول کر لیا اور مع فوج کے اُس مقام کی طرف چل دیا۔

جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے میں پہنچیں تو اس انتظار میں رہیں کہ پہلے دوسری فوج حملہ کر کے جنگ کی ابتدا کرے۔ آخر کار ابتدا پومپی کی جانب سے ہوئی۔ اوّل تیروں کی بوچھاڑ کی گئی۔ اور پھر دونوں سپاہ دست بدست تلواروں اور نیزوں سے لڑنے لگیں۔ میدان معرکہ خوب گرم ہوا اور جدال و قتال کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سروں کا ایک باغ نظر آنے لگا۔ خون کا ایک دریا بہنے لگا۔ آخر کار سیزر کا اقبال جو زوروں پر تھا اُس نے پومپی کے نیّر اقبال کو مغلوب اور ماند کر دیا۔ فتح کا سہرہ سیزر کے سر رہا۔ اور پومپی اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگا اور شاہ مصر کے دربار میں پہنچا۔ جہاں مشیروں نے بادشاہ کو اُس کے قتل کر ڈالنے کی رائے دی اور آخر کار پومپی ہلاک کر دیا گیا۔

جب سیزر کے سامنے پومپی کا سر لایا گیا تو اُسے بے حد رنج ہوا۔ اُس نے سر کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مگر پومپی کی انگوٹھی

اور مہر لے لی۔ اور بہت رویا۔ اُس نے اُس کے رفیقوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اور اپنے دوستوں کو جو روم میں تھے لکھا کہ مجھے اس فتح میں ایک خوشی یہ حاصل ہوئی کہ معافی دینے میں انسان کے دل کو بڑی ہی راحت ملتی ہے +

مصر سے سیزر روم کو واپس آیا۔ جہاں اُس کا استقبال بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوُا۔ قربانیاں گذرانی گئیں۔ کھیل۔ تماشے کیئے گئے۔ مندروں میں عبادت کرائی گئی۔ ہر شہر اور صوبہ میں اُس کا بت نصب کیا گیا۔ اُسے ملک کا باپ اور محافظ قرار دیا گیا۔ عمر بھر کے لیئے ڈکٹیٹر منتخب کیا گیا۔ اس کا جسم مقدس قرار دیا گیا۔ اُس کے لئے ایک تخت زرین بنوایا گیا اور اُسے فتح کے لباس میں تخت پر بیٹھنے اور ملکی و مذہبی رسم ادا کرنے کی اجازت دی گئی۔ فتح کے دن ہر سال ایک جشن قرار دیا گیا۔ راہبوں کو اُس کی درازئ عمر کے لئے دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔ مجسٹریٹوں کے لئے یہ فرمان جاری کیا گیا کہ وہ منتخب ہونے کے بعد سیزر کے فرمان سے سر نہ پھیریں +

بعض لوگوں نے تو اُسے بادشاہ کا خطاب عطا کرنا تجویز کیا۔ لیکن جب اُسے اُن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اُس نے اُن کو دھمکیوں کے ذریعے اُس ارادے سے باز رکھا۔ سیزر اس قدر کامیابی اور عروج حاصل ہونے پر بھی منکسر مزاج رہا اور اُس نے شان و شوکت سے دور ہی رہنا پسند کیا۔ اور کل لوگوں کو جو جلا وطن کیئے گئے تھے ملک میں واپس

آنے کی اجازت دی +

جن لوگوں کو سیزر کی کامیابی پر رشک و حسد پیدا ہو گیا تھا اُنہوں نے اُسے جان سے ہلاک کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ کیسئیس اور بروٹس دونوں نے مل کر اس ارادہ کو پختہ کیا۔ اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا کر ایک سازش پھیلا دی اور سینٹ کا اجلاس مقرر کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام ٹمبر تھا سیزر کو ایک درخواست دی کہ اس کے بھائی کو جلا وطنی سے واپس آنے کی اجازت دی جائے اور جب سیزر نے کہا کہ جواب بعد میں ملیگا تو اُس نے اُس کا ناڑہ پکڑ کر نیچے کو کھینچنا شروع کیا۔ جس طرح کہ دادخواہ کیا کرتے تھے۔ اس سے سیزر کی گردن کھل گئی۔ اور اب اُس پر وار ہونے لگے۔ ٹمبر۔ کاسکا۔ کیسیئس۔ ٹیکو لیانس اور بروٹس نے اپنے خنجروں سے زخمی کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ پومپی کے بت کے نیچے جا پڑا اور بروٹس نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ سیزر نے ۲۲ زخم کاری کھانے کے بعد جان دی +

جب سیزر اس دُنیا سے چل بسا تو لوگوں نے اس کی وصیت کو پڑھا جس سے اُن کو یہ معلوم ہوا کہ اُس نے ہر آدمی کے واسطے ایک رقم مقرر کی تھی۔ اس سے اُن کو بڑا ہی غصہ آیا۔ اُنہوں نے اُس کی نعش کو سر بازار رکھکر اور سینٹ میں سے بینچوں وغیرہ کو لا کر اور نعش پر رکھ کر آگ لگا دی اور جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہاتھوں میں لیکر شہر میں چاروں طرف پھیل گئے۔ اُنھوں نے سازشیوں کے گھروں میں آگ لگا دی۔ اور سارے شہر میں کشت و خون کا بازار پھر ایک بار

گرم ہوا۔ اور سلطنت جمہوری کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اُس کے جانشین اغسطوس کے وقت روم میں پھر شاہی حکومت قائم ہو گئی +

رومیوں نے سیزر کو نہ صرف سب سے بڑا اسپہ سالار اور خیر خواہ ملک اور محب وطن ہی سمجھا۔ بلکہ یہ بھی یقین کرنے لگے کہ وہ دیوتاؤں میں شریک کر لیا گیا۔ اور جب اُس کے جانشین اکٹیویئوس نے اُس کی یادگار میں پہلا جشن منایا تو ایک دمدار تارا سات دن تک برابر آسمان پر جلوہ گر ہوتا رہا۔ رومی اُسے یہ سمجھے کہ وہ سیزر کی روح ہے۔ جو کہ دیوتاؤں میں شامل کر لیا گیا ہے +

ایک دشمن ملک کا انجام

شیئر خاندان میں جس میں ملک چین میں حکومت کی متعدد فرمانروا ہوئے ہیں۔ اُس کا بانی اور پہلا فرمانروا یُوآؤ تھا۔ وہ شاہ شُن کے عہد میں ایک حاکم تھا۔ مگر اُس کے بعد ہی مالک تاج وتخت بنا یا گیا۔ ایک قصّہ مشہور ہے کہ جب دریائے ہُلو کے ایک سیلاب نے گرد ونواح کا سارا ملک برباد کر دیا تو شاہ شُن نے یُوآؤ کو سیلاب کے روکنے کے لئے مامور کیا۔ اُس نے نہایت تندھی اور جانفشانی کے ساتھ اپنے کاروبار متعلقہ کو انجام دیا۔ اور کچھ ایسا بندوبست کیا کہ دریا کا پانی اپنی راہ سے بے راہ نہ ہُوا وہ کامل نو سال تک اس مشکل کام میں مصروف رہا۔ جب شاہ شُن کا انتقال ہُوا۔ تو اُس کی حسن خدمات کے صلہ میں اُسے چین کے تخت وتاج کا مالک قرار دیا گیا۔ اُس نے ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام شیئر ہے اور جس نے ۱۹۵۴ء قبل مسیح سے لیکر ۱۶۸۷ء قبل مسیح تک حکمرانی کی +

یُوآؤ نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سلطنت کو نو کی جگہ گیارہ صوبوں میں منقسم کر دیا۔ تاکہ انتظام مملکت میں آسانی ہو۔ اور نظام حکومت کی اصلاح کر کے اُس کے متعلق بہت سی باتوں کو پیتل کی تختیوں پر آیندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے کندہ کرایا اُس نے رعایا کو بہت سے مفید حقوق عطا کیے جن کی یادگار میں اُس نے ایک ستون کندہ کرا کے کوہ ہینگ پر نصب

کرایا۔ یوآو انصاف اور رحمدلی کا پتلا تھا۔ اور ہر بات میں ملک اور اہل ملک کی بہتری کو مدنظر رکھتا تھا۔

یوآو کے بعد شیئہ خاندان میں سولہ فرمانروا اور گذرے۔ لیکن وہ اُس صداقت اور ملکی خیر خواہی سے دور ہوتے گئے جس کی بنیاد یوآو نے ڈالی تھی۔ جو خوبیاں یوآو میں تھیں۔ اور جن کی تعریف چین کے مورخوں نے بہت کچھ کی وہ اُس کے جانشینوں میں سے کسی میں بھی نہیں تھیں۔ بلکہ اُن میں خود غرضی۔ عیش پرستی اور ظلمرانی بڑھتی ہی گئی۔ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے ان بدصفات میں آگے ہی نظر آیا۔ یہاں تک کہ چیہہ کوئی جس نے سنہ ۱۷۲۹-۱۷۶۶ قبل مسیح میں حکومت کی اپنے متقدمین پر ہر طرح سے فوق لے گیا۔ اُس نے لوگوں کو یہاں تک تنگ کیا کہ قدرتی کلیہ کے مطابق رعایا کو اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا پڑا۔ رعایا کا سردار ایک شخص تینگ نامی تھا۔ اُس نے کوشش کرکے چیہہ کوئی کو تخت سے اُتار دیا۔ جب لوگوں کو ایک ظلم مجسم کی ستمرانی سے رہائی مل گئی تو اُنھوں نے تینگ کو فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اس فرمانروا نے ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی جو خاندان شانگ یا ین کے نام سے مشہور ہوا۔

ظلم کا مٹانے والا

تینگ ایک محبّ ملک تھا۔ اُسے ہر دم یہی فکر رہتی تھی کہ رعایا کے ساتھ بھلائی کر سکے۔ ملک آباد اور رعایا شاد رہے لیکن اُس کے بعد جو فرمانروا اُس کے خاندان میں گذرے وہ سب نکمّے تھے۔ ایک بادشاہ ہُوا اور رعایا کو تنگ کر کے اور اپنی زندگی کے دن پورے کر کے چلتا بنا۔ دوسرا بادشاہ اُس سے بھی بدتر نکلا ۔۔ تیسرا اور بھی بدتر۔ اور علیٰ ہذا یہاں تک کہ آخری اور ۲۸واں بادشاہ چوسن نامی بڑا ہی بدذات اور ستمگر تھا۔ وہ شینگ خاندان کے آخری بادشا چیہ کوئی کا مثیل اور ثانی تھا۔ اُس کی بُرائیوں میں سے خاص برائیاں یہ ہیں۔ فضول خرچی۔ نفس پرستی اور سخت ظلم و جبر +

چوسن کی ایک آشنا یا یوں کہو کہ مدخولہ بیوی تھی۔ جس کا نام تینگی تھا۔ چوسن انتظام مملکت کی طرف سے بالکل غافل ہو کر ہر دم اپنی اس معشوقہ کی خوشی حاصل کرنے اور اُسے خوش رکھنے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس بت طناز کے حسن جگرسوز کا وہ بے حد شیدائی تھا۔ اُس کی تفریح اور مسرت کے لیئے چوسن نے عالی شان محل اور دلفریب تفریح گاہیں بنوائی تھیں۔ جہاں عیاشی کے سارے کرتب ختم کئے جاتے تھے۔ شراب روح افزا کا ہر وقت دور چلتا تھا +

چوسن تو اپنی دلبستگی اور حظ نفس کی باتوں میں مصروف تھا۔ اور ارکین سلطنت لوگوں پر ظلم و جبر کرنے میں ہر شخص پر ہر روز ایک نہ ایک قسم کا تشدد کیا جاتا تھا۔ اُن کا مال و زر لوٹا جاتا۔ اُن کو سزائیں دی جاتیں۔ اور اُن کی عزت و آسائش پامال کی جاتی تھی۔ حکام ظلم کرتے تھے مگر کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جو اُنہیں بُری اور نقصان دہ حرکات سے باز رکھتا۔ حکام کی یہ حالت دیکھکر عام لوگوں کو بھی جرأت ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ بھی ایک دوسرے پر ستم کے پہاڑ ڈھانے لگے۔ اور سارے ملک میں ایک اندھیر ہو گیا۔

وزیروں نے چوسن کو کئی بار ان باتوں کے انسداد کے لئے توجہ دلائی۔ اور منت و سماجت سے کہا کہ ظالموں کو سزا دی جائے۔ اور بےکسوں کو زبردستوں کی زبردستیوں سے رہائی دلائی جائے۔ لیکن چوسن جو شراب عشق اور عیش پرستی سے مخمور تھا اُس نے کسی کی بات پر بھی التفات نہ کیا۔ بلکہ بدستور اپنی دلفریبی اور دلبستگی کی باتوں میں مصروف رہا۔ اُسے تو مئے و معشوق سے کام تھا نہ کہ ملک سے۔ ملک غارت ہو رعایا برباد ہو مگر اُس کی بلا سے۔

ایک مرتبہ ایک خیر خواہ ملک نے جو ایک اعلےٰ منصب پر مامور تھا بادشاہ چوسن سے بڑے زور شور کے ساتھ ملک کے معاملات بیان کئے اور عرض کی کہ اُن کا انتظام ضرور ہونا چاہئے۔ چوسن نے اُس کے جواب میں صرف یہ کہا کہ "میں تو آسمان یعنی خدا کے زیر سایہ ہوں۔ اس لئے بالکل محفوظ ہوں میرا کوئی کیا کر سکتا ہے"۔

یہ افسر بڑا نڈر اور بیباک اور حق کا حامی تھا۔ اس لئے اُس
نے بادشاہ کا جواب سُنکر یوں عرض کی کہ "تمہارے گناہ جو بے
شمار ہیں آسمان پر لکھ لئے گئے۔ پھر بھلا تم یہ کیونکر کہہ سکتے ہو
کہ تم خدا کی حفاظت میں ہو۔ یا یہ کہ تمہارا ستارا اُس کے اختیار میں
ہے۔ سُنو! تم جلد ہلاک کئے جاؤ گے۔ بہت جلد تمہارا نام و نشان
مٹا دیا جائے گا۔ یہ تمہارے افعال ہو وہ ملک پر تباہی
لائیں گے۔" افسر کی یہ پیشین گوئی جلد تر پوری ہوئی +
رعایا جوش سے بالکل بیزار تھی۔ اور چاہتی تھی کہ کسی طرح
اُس کی ظالمانہ حکومت سے نجات ملے۔ لیکن کسی کو اُس کے
خلاف ہاتھ اُٹھانے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ مگر آخر کار جب
ظلم رانی کی انتہا ہو گئی تو خود ایک جنگجو اور امیر نواب نے
جو "جنگجو شاہزادے" کے نام سے مشہور رہا آزادی کی ابتدا کی
اور لوگوں کا سرغنہ بنکر علم بغاوت بلند کیا۔ سارا ملک اُس کا
طرفدار ہو گیا۔ اُس نے بادشاہ کو تخت سے اُتار دیا اور یہاں
تک دبایا کہ بادشاہ نے خودکشی کر لی +
کُل ملک نے اس نواب کو اپنا رہبر۔ اپنا والی۔ اور اپنا
خیرخواہ قرار دیا۔ اور اُسے ایک سچا محب وطن تسلیم کیا۔ اور
سارے لوگوں نے ایک دل ہو کر اُس سے یہ خواہش ظاہر کی
کہ وہ اُن پر حکومت کرے۔ اُس نے بھی اس بات کو منظور
کر لیا۔ اور عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ اُس نے
ایسی عمدگی۔ انصاف اور رحمدلی کے ساتھ حکومت کی کہ سارے
لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اُس کے عہد میں ملک چین کا
پایہ اور رتبہ اس قدر بڑھ گیا کہ غیر ملکوں کے سفیر اُس کے

دربار میں مقرر کئے گئے۔ فتوحات میں بھی وہ خوش قسمت نکلا اپنی وفات پر اُس نے ملک کو اس قدر مضبوط اور خوش حال چھوڑا کہ غیر ملک کے لوگ اور فرمانروا چین کا خوف کھاتے تھے۔ اُس کی وفات کا ساری رعایا کو بڑا ہی قلق ہوا۔ اور اُنہوں نے اقرار کیا کہ

اُن کا سچا خیر خواہ اُٹھ گیا

محب ملک کنفوشس

حکیم کنفوشس جو ملک چین کا ہیں گذرا ہے اور جس نے ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی جس کے لاکھوں پیرو اس وقت سرزمین چین میں پائے جاتے ہیں۔ نہ صرف ایک مذہبی ریفارمر ہی تھا۔ بلکہ پولٹیکل ریفارمر بھی اُس نے اپنے ملک والوں کی بہتری کے لئے جو کچھ کیا وہ آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے ۔

اس حکیم اور ریفارمر کے مذہبی کارناموں سے قطع نظر کر کے ہم صرف اُس کے ملکی کارناموں کا مختصر الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ اب تک دنیا زیادہ تر محض اُس کی مذہبی اصلاحوں کا ذکر کرتی رہی۔ مگر ملکی خدمات کا ذکر بہت ہی کم کیا گیا ہے ۔

کنفوشس ایسے زمانہ میں پیدا اور پرورش ہوا تھا جبکہ ملک چین پر ہر قسم کی آفات کی بھرمار ہو رہی تھی اور سرزمین چین ساری برائیوں کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی اُس نے جو کچھ

خدمت ملک کی کی اُس کا بڑا حصہ پولٹیکل رفارم بھی ہے چینی مورخ اُس کی ملکی خدمات کو بڑا وقیع سمجھتے ہیں +

جب کنفوشش نے ہوش سنبھالا تو ملک میں ایک اندھیر تھا۔ بہت سے فرمانروا حکمران تھے۔ اور ایک دوسرے کے دشمن۔ بادشاہ مجبور تھا پس اُس نے یہ قرار دیا کہ بادشاہ اور لوگوں کو اُن باتوں کی طرف متوجہ کرے جو عہد جنگجو شاہزادے کے وقت میں رائج تھیں۔ اس پر بہت سے ارکین سلطنت۔ صوبوں کے گورنروں اور خود بادشاہ نے اُس کی تحقیر کی۔ لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ بلکہ رفتہ رفتہ سب کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی۔ لوگوں میں اُس کی وقعت دن بدن بڑھتی گئی۔ اور اُس کی صداقت کا سکہ بیٹھتا گیا۔ لوگ اُس کی زندگی ہی میں اُسے بنی انسان کا ہمدرد اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ سمجھنے لگے تھے۔ مگر اُس کی وفات کے بعد تو یہ خیال عالمگیر ہو گیا +

کنفوشس نے بڑی بیباکی سے اور کھلم کھلا بدعملی اور بدنظمی اور ارکین سلطنت کی ظلمرانی کی مخالفت کی۔ اور اُس کے متعلق تقریریں اور وعظ شروع کئے۔ وہ ظلم و جبر کا سخت مخالف تھا۔ اور عدل و انصاف اور رحم کا دوست۔ ذیل کے واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کس قسم کا شخص تھا اور یہ کہ ملک کی بہتری کس بات میں سمجھتا تھا +

ایک دن وہ اپنے وطن سے صوبہ چی کی طرف معہ اپنے شاگردوں کے جا رہا تھا۔ تو اُس نے لب سڑک ایک عورت کو درد انگیز لہجہ میں گریہ و زاری کرتے دیکھا۔ اُس نے ایک

شاگرد کو عورت کے پاس بھیجکر رونے کا سبب دریافت کیا۔
عورت نے جواب دیا کہ "اس جگہ میرے سسر اور میرے خاوند
کو ایک شیر نے ہلاک کیا تھا۔ اور اب میرے بیٹے کو بھی ہلاک
کر دیا"۔ اس پر اُس سے یہ سوال کیا گیا کہ "پھر تم کیوں یہاں
سے نہیں چلی جاتیں"؟ اُس نے جواب دیا کہ "اس لئے کہ یہاں
ظالم کی حکومت نہیں ہے"۔ یہ سُنتے ہی کنفوشس نے شاگردوں
سے کہا کہ صاحبزادو۔ اس بات کو یاد رکھنا "ظالم کی حکومت ایک
شیر سے بھی زیادہ خطرناک ہے"۔

کنفوشس کے بار بار تنبیہ کرنے پر بھی اراکین سلطنت نے
کچھ خیال نہیں کیا۔ اس وقت ایسے آثار نمودار ہوئے جو
چو خاندان (یہ اس وقت حکمران خاندان تھا) کی تباہی
کا پیش خیمہ اور علامات سمجھے گئے۔ پیتل کی جو تختیاں شاہ
یو آو نے نصب کرائی تھیں وہ خود بخود ہلنے لگیں۔ ملک میں وبا
اور قحط نازل ہوئے۔

ایسے ہی وقت میں مصیبت زدہ ملک میں ایک سہارا دینے والا
پیدا ہوتا ہے۔ پس چن خاندان کے ایک حکمران نے موقع پاکر
شہنشاہ چین کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اور کئی فتح حاصل کرکے
اپنے کو چین کا فرمانروا مشتہر کر دیا۔ مگر نہ تو یہ فرمانروا اور
نہ اُس کے دو جانشین قابل تھے۔ مگر تیسرا جانشین بڑا ہی
قابل نکلا۔

جو بدنظمی اور ظلم و ستم کنفوشس کے زمانہ میں چین میں
پایا جاتا تھا اُس کا سبب یہ تھا کہ "ملک میں پانچ قسم کے نواب
بکثرت تھے۔ جو برطانیہ کے موجودہ پانچ قسم کے نوابوں سے مشابہ

تھے - یعنی ڈیوک - مارکوئیس - ارل - کاؤنٹ - بیرن سے مشابہہ - وہ مقررہ خراج بادشاہ کو دیتے تھے - اور ضرورت کے وقت اپنی فوج سے بھی مدد کرتے تھے - جب کوئی نیا شخص نواب بنایا جاتا تو اُس کا تقرر بادشاہ کی طرف سے کیا جاتا تھا"۔

چو خاندان کے وقت میں جیسا کہ خود کنفوشس نے تاریخ لُو میں لکھا ہے کوئی بادشاہ نہیں تھا - چنانچہ وہ یہ لکھتا ہے کہ چو خاندان کے عہد حکومت میں چین میں کوئی فرمانروا نہیں ہے - ہر نواب وہی کام کرتا ہے جو اُس کی نگاہوں میں درست ہوتا ہے - اس سے مراد یہ ہے کہ نواب آپس میں لڑتے جھگڑتے اور رعایا کو تنگ کرتے رہتے تھے - کمزور بادشاہ اُن کو ایسا کرنے سے روک نہیں سکتے تھے۔

کنفوشس کا ایک بڑا مشہور شاگرد لکھتا ہے کہ "کنفوشس اس وقت ملکی سیدان میں اُترا جبکہ دنیا زوال میں تھی درست اصول کا نام و نشان مٹ چکا تھا - اُلٹی باتوں اور ظالمانہ کاموں کا عروج تھا - وزراء اپنے بادشاہوں کو ہلاک کر دیتے تھے - اور بیٹے اپنے باپوں کو کنفوشس ان باتوں کو دیکھ کر خوف زدہ سا رہ جاتا تھا - اس لئے اُس نے ملکی اصلاح کا کام شروع کیا"۔

ایک مرتبہ ایک شاگرد نے کنفوشس سے دریافت کیا کہ "اگر آپ کو انتظام مملکت سپرد کر دیا جائے تو آپ کیا کریں" اُس نے جواب دیا کہ میں حق بات کو انجام دوں - ایک موقع پر اُس نے لُسائی کے نواب سے کہا کہ "عمدہ حکومت اسلوب

ہو سکتی ہے جبکہ حاکم حاکم رہے۔ وزیر وزیر۔ باپ باپ۔ اور بیٹا بیٹا۔ سوسائٹی آسمان یا یوں کہو کہ خالق کائنات کا ایک قانون ہے۔ اور وہ پانچ تعلقات پر مبنی ہے۔ یعنی حاکم و محکوم۔ خاوند و بیوی۔ باپ بیٹا۔ بڑے اور چھوٹے بھائی اور دوست دوست۔ ان میں سے ایک طرف سے حکومت ہوتی ہے اور دوسری طرف سے اطاعت۔ مگر حکومت ہمدردی اور سخاوت کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ اور اطاعت راستبازی اور صداقت کے ساتھ"۔

کنفوشس حق بات کے کہنے سے کبھی باز نہیں رہا چنانچہ وہ نوابوں سے کہدیتا تھا کہ ان کو کس قسم کا اور کیسا ہونا چاہیئے۔ وہ گذشتہ زمانہ کے حکمرانوں مثلاً مینگ یو آنڈ وغیرہ کو مثال کے طور پر ان کے روبرو پیش کرتا تھا۔

۵۶ سال کی عمر میں کنفوشس خوب سیر و سیاحت کے بعد لو گیا۔ جو اس کا وطن تھا۔ وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتا تھا کہ کوئی حکمران اس سے ملے اور اس کی رائے کو قبول کرے۔ چنانچہ لو کے نواب سے بھی اس نے اسی قسم کا سلوک کیا۔ لیکن کسی نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ تاہم وہ اس امید پر رہا کہ کبھی نہ کبھی دن لوگ اس کی سچی اور مفید باتوں کو ماننے ہی لگیں گے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیکس لوگوں کی حمایت اور نفع کے کام سے دستبردار ہو جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کم از کم اس کی زندگی میں تو نہیں۔ البتہ اس کی موت کے بعد لوگوں کو اس کی باتوں کی قدر ہوئی۔ وہی مثل ہوئی۔

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے
یاد آئیگی تجھے میری وفا میرے بعد

اگر اُس کی زندگی ہی میں لوگ اُس کی باتوں پر عمل کرنے لگتے تو ملک کو وہ نقصان نہ پہنچتا۔ جس نے اُسے بربادی کا منتظر بنا دیا۔ کنفوشش آخری دم تک اپنے ملک کی بہتری کے لیئے کوشش کرتا رہا۔ اور ہمیں یہ سبق سکھا گیا کہ

ہم بھی آخری دم تک ملک کی بہبودی کے لیئے
کوشش کرتے رہیں

ہمدرد ملک

چین خاندان کے جس شخص نے چو خاندان کو مغلوب کرکے حکومت اختیار کی اُس کے جانشینوں سے بھی ملک کی حالت درست نہیں ہوسکی۔ کیونکہ مد فوجی خدمت بعوض جاگیرداری" کا سلسلہ سارے ملک میں خانہ جنگی اور لوٹ مار قائم رکھنے کا موجب تھا۔ آخر کار ایک شخص شیہ ہوانگٹی نے نوابوں کے جھگڑوں کو جو ملک کی تباہی کا باعث تھا۔ ایک دفعہ ہمیشہ کے لیئے مٹا دینے کا ارادہ کرلیا۔ اور خود ملک کا فرمانروا بنکر ایک عالمگیر سلطنت کی بنیاد ڈالنا چاہی۔

شیہ ہوانگٹی کے ارادے کی مخالفت پیشوایانِ دین

نے کی۔ اور جس مفید کام کو وہ انجام دینا چاہتا تھا اُس میں رخنہ ڈالنا چاہا۔ بیتیجہ ملک کا خیر خواہ اور محب وطن تھا۔ جب وہ لوگوں کو تباہ حال دیکھتا تھا تو اُس کا دل دکھتا تھا۔ جب وہ پیشوایان دین کی مخالفت سے تنگ آگیا تو اُس نے غصہ میں آکر فرمان جاری کیا کہ اُن سے وہ کتابیں چھین کر برباد کر دی جائیں۔ جن کے اقوال و خیالات سے وہ ملکی ترقی میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ اس کام کو کر کے اُس نے ملک کی حالت سُدھارنے پر توجہ دی۔ اور پولٹیکل اور تجارتی ضرورتوں کو مد نظر رکھا۔ ملک کی مختلف ریاستوں کے درمیان رسل و رسائل کے وسائل بہم پہنچائے۔ ہر طرف کو سڑکیں نکلوا دیں۔ دریاؤں پر پل بندھوا دئیے۔ ملک میں اتحاد پیدا کر دیا +

بیتیجہ کے زمانہ میں تاتاری سرحد پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اُس نے یہ سمجھ کر کہ جس طرح اندرون ملک میں امن رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح سرحدی رعایا کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ پس اُس نے اُس بڑی دیوار کو بنوایا جو دُنیا میں مشہور ہے۔ علاوہ بریں رعایا اور ملک کی بہتری کے وہ وہ سامان کئے جو اُس کے جانشینوں کے خیال میں بھی نہ آئے۔ اُس نے تین ہی سال کے عرصہ میں سارے ملک کی کایا پلٹ کر دی۔ افسوس کہ یہ محب ملک بادشاہ صرف تین سال زندہ رہ کر عالم جاودانی کو کوچ کر گیا +

محبِ ملک ارنلڈ

جب ملک اٹلی کے باشندوں نے اپنی مشترکہ حفاظت کے لئے اتحاد کر لیا تو سب سے پہلے اُنہیں یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ اُن وحشی اقوام کے غارتگرانہ حملوں کو روکیں جو یورشیں کر کے اُن کے ملک کو تخس تخس کرتی تھیں۔ یہ وحشی اقوام اہلِ اطالیہ کو اپنا دشمن سمجھتی تھیں۔ دوسری ضرورت یہ پیش آئی کہ اُن وحشی اقوام کے حملوں سے ملک کو محفوظ رکھا جائے جو اپنے کو اٹلی کا مالک و فرمانروا خیال کرتی تھیں +

اٹلی والوں کی متفقہ کوششوں کا یہ انجام ہُوا کہ ملک میں دولت اور خوشحالی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور اُن کا زور اور اُن کی طاقت بھی ترقی کر گئی۔ یہاں تک اُن کو یہ معلوم و محسوس ہونے لگا کہ وہی قوم جسے بادشاہ۔ دینی پیشوا اور امرا آزاد غلام مانتے تھے اٹلی میں عام طاقت و اختیار کا مرکز بن گئی۔ طاقت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اُن کے اس بھروسہ کو بھی ترقی ہوتی گئی کہ واقعی وہ طاقتور بن گئے ہیں۔ یہی طاقت اُن کی خود مختاری اور آزادی کا باعث ہوئی۔ جو شہر زیادہ دولت مند اور طاقتور ہو گئے۔ اُنہوں نے بارھویں صدی کے اوّل نصف حصّہ میں بزورِ شمشیر اُن چھوٹے چھوٹے شہروں کو مطیع بنانا شروع کیا جو اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے تھے۔ مگر

ان بڑے شہروں کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ وہ چھوٹے شہروں کی آزادی چھین لیں۔ بلکہ یہ تھا کہ اُن کو ایک مدامی اتحاد کے رشتہ میں منسلک کر دیں ✦

جو جنگ فریڈرک فرمانرواؤں اور پوپ صاحبان کے درمیان عرصہ دراز تک جاری رہی اُسی سے اہل اٹلی کو اس قسم کی کارروائی کرنے کا حوصلہ ہوا۔ اٹلی کے شہروں نے اتحاد کے ذریعہ متحدہ حفاظت کے خیال کو محسوس کیا کہ اتحاد کے ذریعہ سے اُن کا درجہ صوبہ یا ملک کے اُن بڑے شہروں کے برابر ہو سکتا ہے جن سے فرمانروا یا پوپ صاحبان رسل و رسائل رکھتے ہیں ✦

اُس وقت ایک راہب نے جو ابیلارڈ کا معتقد تھا اور جس کا نام ارنلڈ ساکن بریسکیا تھا اپنی تقریروں کے ذریعہ سے یورپ بھر میں شہرت حاصل کر لی تھی۔ یہ راہب سرزمین اٹلی کا رہنے والا تھا۔ اُس کی تقریروں میں دو امر قابل ذکر ہوتے تھے۔ یعنی مذہب کی اصلاح۔ اور پولٹیکل اصلاح۔ وہ لوگوں کے مجمع میں اس امر کا اظہار کرتا تھا کہ قدیم زمانہ میں انسان بالکل آزاد تھے اور آزادی اُن کا حق ہے۔ وہ اُن خرابیوں کا بھی بڑے زور شور سے اظہار کرتا تھا جن سے کلیسا کے دامن میں داغ لگتے تھے ✦

پوپ انوسینٹ دوم نے اور نیز لیٹران کی کونسل نے ناخوش ہو کر اُسے اٹلی سے نکال دیا۔ اُس نے سوئیٹزرلینڈ میں پناہ لی اور شہر زیورخ کے باشندوں کو یہ تعلیم دی

کہ وہ ایک آزاد سلطنت کس طرح قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن ۱۱۴۳ء میں اُسے پھر روم میں واپس بلایا گیا۔ جہاں اُس نے اپنی تقریروں کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ اس پر پوپ صاحب نے اُس کی تقریروں کو "بدعت" قرار دیا۔ لیکن ارنلڈ جو حق کا طرفدار اور سچا حامی تھا۔ اور حق بات کے اظہار کرنے سے کبھی گریز نہیں کرتا تھا اپنی کوشش سے باز نہ آیا۔

ارنلڈ کا ضمیر بالکل معصوم اور صاف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ نہ کسی فرمانروا کے خلاف کچھ کر رہا ہے اور نہ پوپ کے خلاف۔ بلکہ اپنے ملک والوں کی خیر خواہی کرتا ہے۔ جب ارنلڈ نے اپنے مدعا کی تکمیل سے ہاتھ نہ اُٹھایا تو شہنشاہ نے اُسے گرفتار کر کے پوپ کے حوالے کر دیا۔ پوپ نے اُسے زندہ آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ یہ ۱۱۵۵ء کا واقعہ ہے۔

اگرچہ اٹلی کے بدخواہوں کی کوششوں سے ارنلڈ کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن اُس کی تعلیم زندہ رہی اور روم اور اٹلی کے دوسرے شہروں کی آزادی کی خواہش و محبت ارنلڈ کے ہمراہ ہی نہیں مٹ گئی۔ بلکہ اُس کے ہلاک کئے جانے کے بعد اور زیادہ ترقی کر گئی۔ جو آخر کار رنگ لائی اور اٹلی کے شہروں سے ایک متحدہ سلطنت قائم کرانے کا باعث ہوئی۔ حالانکہ صدیوں کے بعد۔

اٹلی کی آزادی کا خواہاں

پوپ جولیئس دوم - یہ خدا ترس شخص اٹلی کا سچا خیر خواہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا ملک ذلیل اور عاجز بنکر رہے اور وحشی اقوام کی غلامی میں - وہ جانتا تھا کہ وہ وحشی اقوام کو اٹلی سے اُسی حالت میں نکال سکتا ہے جبکہ وہ اُن کو آپس میں لڑائے - اُن میں سے وہ فرانسیسوں سے سخت نفرت رکھتا تھا - اس لئے اُس نے اہل جرمنی اور اُن کے بادشاہ سے میل کرنا چاہا - اور اہل وینس سے شاہ میکس میلیمن کا میل کرانے کی کوشش شروع کی ۔

یہ بادشاہ عجیب خیال کا فرمانروا تھا - وہ اپنے مفروضہ حقوق سے کسی حالت میں دست بردار نہیں ہونا چاہتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ کل وینس اُس سے چھین لیا گیا ہے - اُس نے صلح کرنے سے پیشتر وینس کا نام و نشان مٹانے کی خواہش ظاہر کی - اس پر پوپ جولیئس اور اہل اٹلی کو بڑی ہی مایوسی ہوئی - پس انہوں نے اہل سوئیزرلینڈ کی مدد سے آزادی حاصل کرنا چاہی ۔

جولیئس اہل سوئٹزرلینڈ کی پاک دلی اور بہادری کا شیدا تھا۔ اٹلی والے اس قدر دولت مند تھے کہ وہ اہل سوئٹزرلینڈ کو مدد کا معقول معاوضہ دے سکتے تھے - پوپ نے اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے سوئٹزرلینڈ کے لوگوں میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر فرانس یا جرمنی کا قبضہ اٹلی پر ہو گیا تو پھر سوئٹزرلینڈ کی بھی خیر نہیں ہے - سوئٹزرلینڈ والے فرانس کے بادشاہ لوئی دوازدہم سے اٹلی

ناخوش تھے کہ اُن میں سے جو لوگ اُس کی فوج میں تھے اُنہیں وہ باغی سمجھتا تھا۔ اور اُن کے معاوضہ میں امرا کی طرفداری کرتا تھا۔

پوپ نے ماتھیو شنر کی معرفت جسے اُس نے بعد میں کارڈینل کے منصب پر ترقی دیدی۔ سوئٹزرلینڈ والوں کو فرانس کے خلاف ابھارنا شروع کیا۔ اور ۱۵۱۰ء کے موسم گرما میں پوپ کی تجویز کے مطابق فرانسیسی فوج پر یکایک چار جگہ حملہ کیا گیا۔ میلان میں سوئٹزرلینڈ والوں نے حملہ کیا۔ جینوا میں اہل جینوا نے۔ میڈنو میں پوپ کی فوج نے۔ اور ویرونہ میں اہل وینس نے۔ مگر فرانسیسی فوج نے ان سب حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔

چوموں نے جو لمبارڈی میں شاہ لوئی کا نائب سلطنت تھا جھٹ پٹ پوپ کو قلعہ بولونا میں گھیر لیا۔ مگر پوپ نے یہ چال کی کہ اُس سے جس طرح بھی ہو سکے صلح کرے۔ مگر ساتھ ہی اُس نے اپنی فوج کو فرانسیسی فوج پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ جوں ہی کہ فرانسیسی سپاہ مغلوب ہونا شروع ہوئی پوپ نے انداز بدل لیا۔ اور چوموں کو دھمکیاں دینے لگا۔ اتنے ہی میں موسم سرما شروع ہو گیا۔ چوموں اپنی فوج کو جاڑوں کی قیامگاہ میں لے گیا۔ پوپ نے مرانڈولا پر یورش کر کے ۲۰ جنوری ۱۵۱۱ء کو پایہ تخت پر قبضہ کر لیا۔

فرانسیسی سپاہ نے ماہ اپریل ۱۵۱۱ء میں پوپ کی فوج کو شکست فاش دی۔ اور پھر بولونا پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس سے پوپ کی ہمت نہیں ٹوٹی۔ اُس نے ایک نئی لیگ بنائی جس میں ... کو فرانسیسیوں کے خلاف ابھارا۔ ... اُن کے ...

سے ۵ - اکتوبر کو ایک اتحاد قائم کیا گیا - وہ اتحاد مقدس کہلایا کیونکہ پوپ اُس کا سرغنہ تھا - اس اتحاد میں اسپین - انگلستان سوئٹزرلینڈ اور وینس شامل تھے ✦

اس پر فرانس نے جرمنی سے میل کر لیا - اور ان دونوں نے ملکر بہت سے کارڈینل پوپ کے خلاف آمادہ کئے - اور ایک مجلس دیس کی سرزمین شہر پیسہ میں منعقد ہوئی وینس والوں زبردست سلطنتوں کے خلاف اس مجلس کا انعقاد پیسہ میں نہ روک سکا ✦

آخر کار جنگ شروع ہوئی - جس میں اوّل اسپین والوں نے فرانس والوں کو شکست دی - پھر فرانس والوں نے اسپین والوں کو - مگر آخر کار فرانس والوں کو شکست ہوئی - اُن کا قابل سپہ سالار گیسٹن مارا گیا - اُس وقت جرمنی کے بادشاہ میکسی میلین نے فرانس کا ساتھ چھوڑ دیا - اور وینس میں ہو کر سوئٹزرلینڈ والوں کی ۲۰ ہزار فوج کو فرانس کی سپاہ پر حملہ کرنے کے لئے راستہ دیدیا - اور ساتھ ہی جرمنی کی فوج کو واپس بلا لیا - انگلستان اور ارا گون کی فوج نے شاہ لوئی پر دوسری طرف سے چڑھائی کر دی - اس پر لوئی نے مجبوراً اٹلی سے اپنی فوج واپس بلا لی ✦

اگرچہ فرانس کی حکومت اٹلی سے اُٹھ گئی - مگر کچھ حصہ اسپین اور سوئٹزرلینڈ کے قبضہ میں چلا گیا - اور ایک بڑا نقصان یہ پہنچا کہ اٹلی سے جمہوری سلطنت اُٹھ گئی - فلورینس ایک عہدنامہ کے ذریعے سے فرانس کی سلطنت میں شامل کر دیا گیا - قسطنی پر اسپین نے قبضہ کر لیا ✦

لیکن فلورینس کے لوگوں نے پر آنو کے شکست و خون پر ہنگامہ کر دیا۔ اور پھر ایک انقلاب کی ابتدا ہوئی۔ اٹلی کی آزادی پر من بدن قبو و لگنے لگیں۔ اور پوپ جولیئس کی کوششیں جو آزادی کے لئے تھیں ضائع گئیں۔ اگرچہ پوپ کا مقصد پورا نہیں ہوا اور ملک کو نقصان بھی ہوا۔ لیکن لوگوں میں سے آزادی کا جذبہ نہیں گیا۔ اور وہ پوپ کو سچا محب ملک تصور کرتے رہے۔ آزادی کی کوشش برابر جاری رہی۔ اور آخر کار کامیاب ہوئی۔ چونکہ اس کامیابی کے حالات بہت طویل تھے اس لئے قلم انداز کر دئے گئے +

پوپ جولیئس دوم اٹلی کا سچا خیر خواہ تھا۔ اس نے اس کی آزادی کے لئے جو کچھ کیا وہ درست تھا۔ اگر خود غرض لوگ رخنہ انداز نہ ہوتے تو وہ اٹلی کو فرانس اور جرمنی دونوں سے آزاد کرا لیتا۔ اٹلی کے لوگ اس خدا ترس مذہبی پیشوا کو جو دیگر پوپ صاحبان کے مقابلہ میں اٹلی کا دلی خیر خواہ تھا ایک سچا اور

بیغرض محب ملک مانتے ہیں

بڑے چوکے

جب اٹلی کے لوگ ذلت و خواری سہتے سہتے تنگ آ گئے تو انہیں ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہوئی جسے وہ اپنا مالک و فرمانروا بنا کر ان لوگوں کی سرکوبی کر سکیں جن کو وہ جمہوری سلطنت کے

قوانین سے سزا نہیں دے سکتے تھے۔ ان ایام میں گالٹر ڈی برینسی جو ایتھنس کا نواب تھا نیپلز سے فرانس کی طرف روانہ ہؤا اور سرزمین فلورنس میں ہو کر گذرا۔ وہ ۱۳۲۶ء میں کلابریہ کے نواب کے زیر فرمان فوج کا نائب سپہ سالار رہ چکا تھا۔ اُس نے اپنے کو بڑا جانباز اور بہادر ثابت کیا۔ تب اہل فلورنس نے اپنا فرمانروا نامزد کیا۔ گو بظاہر وہ ایک جوانمرد تھا۔ مگر در اصل عیش پسند۔ مکار۔ دغاباز۔ فتنہ گر۔ ظالم اور انسانوں کی زندگی کا دشمن۔ اہل فلورنس نے اُسے ٹسپیوں کی مجلس کا میر مجلس اور اپنی فوج کا سپہ سالار بنا لیا۔

اُس نے اہل فلورنس کی استدعا قبول کر لی۔ کیونکہ اُس میں خود اس کا نفع تھا۔ اور لگا اپنی غرض پوری کرنے۔ اُس نے لوگوں کو طرح طرح سے ترغیب دیکر اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ اُسے اپنا فرمانروا بنا لیں۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُس بغض وحسد پر جس کے باعث جمہوری سلطنت میں تفرقہ پڑ رہا تھا غالب آگیا۔ اُس نے اُس بات کا سراغ لگایا کہ اول درجہ کے شہری جو زیادہ دولتمند ہیں۔ اُن ہی کو انتظام مملکت میں زیادہ دخل حاصل ہے۔ اور وہ قدیم امیروں کے خاندان اس لئے بغض رکھتے تھے کہ وہ اُن خاندانوں کی عظمت کے گھٹانے والے تھے دوسرے درجہ کے شہری بھی اُن سے بعض باتوں پر ناخوش تھے۔ اور عام لوگ اس بات پر اُن کے خلاف تھے کہ وہ اُن بیچاروں پر بھاری ٹیکس لگاتے تھے۔

ایتھنس کے اس خود غرض اور ستمگر نواب نے اپنی غرض پوری کرنے کے لئے فرانس اور نیپلز سے ایک فوج منگائی اور

اُسے یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں سے میل جول کرے۔ شراب خانوں میں جاکر اُن کو ورغلاے۔ اُن کو شراب نوشی پر مائل رکھے۔ اور نواب کا طرفدار بنائے۔ اور اس بات کو لوگوں کے دلوں پر نقش کردے کہ اگر وہ نواب کو اپنا مختار اور فرمانروا بنالیں گے تو غریب سے غریب بھی خوشحالی اور مسرّت کی زندگی بسر کرنے لگیں گے +

جب نواب لوگوں میں ایک جوش پیدا کر چکا تو اُس نے اُن کو شہر کے ایک چوک میں طلب کر کے۔ اُن کے روبرو ایک بھڑکانے والی تقریر کی۔ لوگ ادنیٰ درجہ کے شہریوں سے بگڑ بیٹھے۔ اُنہوں نواب کو فلورنیس کا مالک و فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اور سلطنت جمہوری کے اراکین کو سینیٹ ہال سے نکال دیا +

اگر نواب اُس ظلمرانی میں کامیاب ہوجاتا جس کی اُس نے ناجائز طریقوں سے بنیاد ڈالی تھی تو اٹلی کی آزادی خاک میں مل جاتی۔ یہ نواب مجسّم مکاری تھا۔ اُس میں نہ تو رحم تھا اور نہ کسی کی عزت کا خیال۔ غیر ملکوں میں نواب کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ اٹلی میں اُس نے اُن لوگوں کا جو اُس کے دشمن ہو سکتے تھے نام و نشان مٹا دیا۔ جب نواب بالکل خود مختار ہو گیا تو اُس نے لوگوں پر ستم ڈھانے شروع کئے۔ اُنہیں طرح طرح سے ستانے اور اپنی ناجائز خواہشیں پوری کرنے لگا۔ دس ماہ کے عرصہ میں اُس نے لوگوں سے ۴ لاکھ طلائی فلورنیس کی رقم وصول کی۔ یہ رقم اُس نے فرانس یا نیپلز کو بھیجدی +

اب تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اُنہوں نے سخت غلطی کی ایسے خود غرض اور ستمگر کو اپنا حاکم بنا لیا۔ اور ہر شخص یہ

یہ کہنے لگا کہ

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھے تھے تیرے دل کو سو پتھر نکلا

اُس وقت تک اہلِ فلورنس میں آزادی کی روح موجود تھی۔ اس لئے وہ ظالم نواب کے غلام نہیں بن سکے۔ اُنہوں نے نواب کے خلاف اتحاد پیدا کرنا شروع کیا۔ اور تین سازشیں جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں تھا نواب کے خلاف نمودار ہوئیں۔ نواب کو اُن کی خبر ہی نہ ہوئی۔ وہ لوگوں کو قتل کرتا اور لوٹتا رہا۔ اور دن بدن زیادہ سختی کرنے لگا۔ ذرا ذرا سے شبہ پر لوگوں کی جانیں لینے لگا۔ چنانچہ اُس نے بالڈی نیکیو دیگلی آڈمی مار ہی کو جو ایک سازش کا سرغنہ تھا ایک خفیف سے شبہ پر ہلاک کرا دیا۔

بالڈی نیکیو کی گرفتاری سے لوگوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ اگرچہ یہ محبِّ ملک جان سے گیا۔ لیکن اُس نے راز فاش نہیں کیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ملک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اُس کے قتل کے بعد نواب نے تین سو سر آوردہ لوگوں کو جمہوری سلطنت قائم کرنے کی تجاویز سوچنے کے لئے طلب کیا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ جوں ہی لوگ سینٹ ہال میں آجائیں تو اُن کو بے دریغ تہ تیغ کر دیا جائے۔ لوگوں کو بھی بدذات نواب کے اس ارادہ کی خبر ہو گئی تھی۔ مگر اُنہوں نے کوئی تشویش ظاہر نہیں کی۔ بلکہ سینٹ ہال میں جوق در جوق بڑے اطمینان کے ساتھ جمع ہونے لگے۔ جب سب جمع ہو گئے تو بازار کی طرف سے یہ شور بلند ہوا کہ "ہم آزادی چاہتے ہیں آزادی" اور چاروں طرف سے

نواب کی فوج پر جو سڑکوں پر تعینات تھی ہتھیار بند لوگ پل پڑے نواب اس ہنگامہ کی خبر پاتے ہی قلعہ میں معہ ۴۰۰ سپاہیوں کے بند ہو گیا۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس سامان خوراک نہیں تھا اس لئے زیادہ دن تک لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکا ۔

شہر میں لوگوں نے نواب کے رسالہ کو قتل کر دیا۔ نواب نے فلورنیس کے بشپ کو درمیان میں ڈال کر لوگوں سے صلح کرنا چاہی۔ اور ۳ - اگست ۱۳۴۳ء کو قلعہ لوگوں کے حوالے کر دیا اگر بشپ مدد نہ کرتا تو لوگ اُسے قتل کر دیتے۔ بشپ نے اُسے رات کو چپکے سے بھاگ جانے دیا۔ اور وہ صحیح سلامت نیپلز پہنچ گیا۔ مگر اہل فلورنیس کو ایک ستمگر کے ظلم و جبر سے رہائی مل گئی۔ اور بالڈی نیکیو کا نام محبان ملک کے زمرہ میں قائم رہ گیا ۔

مجسم حب الوطنی

اٹلی کو عروج پر پہنچانے اور آزاد کرانے والے تین شخص ہوئے ہیں۔ میزینی۔ گیریبالڈی۔ کیوور۔ سب سے پہلے میزینی نے ایک چھوٹی سلطنت قائم کرنے اور اٹلی کو آزاد کرنے کے کام کی ابتدا کی۔ جب کارل البرٹو تخت پر بیٹھایا گیا تو میزینی نے اسے ایک خط لکھا جس میں آسٹریہ کا مقابلہ کرنے کی رائے تھی۔ اگرچہ کارل البرٹو بھی محب وطن تھا۔ لیکن وہ دو دلا۔ اُس کی اس لئے اس رائے کو نہ مانا۔ اس پر میزینی نے اُسے ملک کا دشمن قرار دیا۔

میزینی کی کوشش سے اٹلی کے لوگوں میں حب الوطنی کا خیال زور پکڑ گیا۔ حالانکہ اُن کی رائیوں میں آئندہ نظام حکومت سے متعلق اختلاف تھا۔ لیکن سب کا اس امر میں اتفاق تھا کہ اٹلی آزاد و مختار ہونا چاہیئے۔ میزینی سنہ ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کے دو سال بعد یعنی سنہ ۱۸۱۰ء میں نواب کا بلو کیوور پیدا ہوا۔ وہ بھی محب وطن تھا لیکن اکثر باتوں میں میزینی سے اتفاق نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد ایک اور محب ملک گیریبالڈی نامی مشہور ہوا۔ ان تینوں کی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹلی ایک متحدہ اور آزاد ملک ہو گیا۔ ان میں سے میزینی اور گیریبالڈی کو انہیں کوششوں کے باعث جلا وطنی کا منہ بھی دیکھنا پڑا۔ ان تینوں کی حیثیت اٹلی کی آزادی اور عروج سے متعلق یہ ہے کہ میزینی ایک نبی تھا۔ جو پیغام آزادی لایا اور اس کی اشاعت کی۔ گیریبالڈی اس آزادی کا سورما تھا۔ اور کیوور

اُس کا مدبر۔ یہ تینوں جزیرہ سارڈینیہ کے رہنے والے تھے۔

چونکہ اردو زبان میں اور ہندوستان کی نیز دیگر زبانوں میں میزینی اور گیریبالڈی کی سوانح عمریاں بھی شایع ہو چکی ہیں۔ مزید براں اُن کی کوششوں اور کارناموں کے تعلق اکثر مضامین نکلتے رہے اور لوگوں کو ان کے حالات سے بہت کچھ آگاہی حاصل ہو چکی ہے اس لئے ہم ان کے حالات قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ اور صرف محب ملک کیوور کے کارناموں کو بیان کرینگے۔ مگر اس میں ہی میزینی اور گیریبالڈی کے بہت سے حالات آجائینگے۔ کیونکہ تینوں محب ملک ہمعصر تھے۔ اور تینوں نے بہت سی باتوں میں اختلاف رائے یا اتفاق رائے کے ساتھ ایک ہی زمانہ میں اٹلی کی آزادی کے لئے کوشش کی ہے۔

کیوور ایک نوابی خاندان سے تھا۔ جو پیڈمونٹ میں سکونت رکھتا تھا۔ اور جہاں کے امرا بادشاہ کے بڑے خیرخواہ اور وفادار ہوا کرتے تھے۔ وہ بڑے مدبر اور بڑے دلیر سپاہی بھی تھے۔ اور ساتھ ہی متعصب بھی۔ مگر کیوور مستثنٰے اور غیر معمولی قابلیتوں کا انسان تھا۔ وہ ایک سچا اور راسخ سپاہی اور تھا۔ مدبر تھا۔ اور پارلیمنٹ کے اصول کا حامی تھا۔

اگرچہ کیوور اٹلی کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرتا اور یورپ کی سلطنتوں سے اس بارہ میں مدد نہ لیتا تو میزینی اور گیریبالڈی دونوں ہی کی کوششیں رائیگاں جاتیں۔ نہ میزینی کی شرار انگیز کارروائی کام آتی اور نہ گیریبالڈی کی سورمائی اور سپہ سالاری۔ اگرچہ تینوں محب ملک اٹلی کی آزادی اور اسے متحدہ سلطنت بنانے کا باعث تھے۔ لیکن وہ اصل ان باتوں کا انجام دینے والا کیوور ہی تھا۔

سنہ ۱۸۴۶ء میں روم میں بدنظمی کی انتہا ہو گئی - اور پوپ پائس نہم جسے پوپ بنے ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا - وہ آزاد خیال نکلا - اس نے ملکی مجرموں کو آزاد کر دیا - ایک قومی فوج بھی بنا دی اور ایک نیا نظام حکومت روم کے لیئے بنایا - ان باتوں سے لوگوں میں حب الوطنی کا جذبہ جوش پر آ گیا - اور ٹسکنی - پیڈمونٹ اور روم میں سنہ ۱۸۴۷ء میں قانونی حکومت قائم کی گئی - لکا کا نواب ملک چھوڑ کر بھاگا - اس کا ملک ٹسکنی میں شامل کر لیا گیا - صرف آسٹریہ اور نیپلز نے عذر کیا کہ ان کو کسی نئے نظام حکومت کی ضرورت نہیں ہے - ۳ جنوری سنہ ۱۸۴۸ء میں میلان میں ایک جلسہ تھا اسٹریہ پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے بے کس لوگوں کو شارع عام پر قتل کرایا - مقتولوں کو شہید مانا گیا - ان کے جنازے دھوم دھام سے اٹھائے گئے - ۱۲ جنوری کو پالرمو نے شاہ فرڈیننڈ دوم کے خلاف بغاوت کر دی - اور ۲۷ کو نیپلز نے بھی - ماہ فروری سنہ ۱۸۴۸ء میں بادشاہ نے مجبوراً ایک نظام حکومت منظور کیا جس کے لوگ دلدادہ تھے -

ابھی اٹلی اپنے فرمانرواسے شرائط منظور کرا رہی تھی کہ فرانس میں انقلاب ہو گیا - اور وہاں جمہوری سلطنت اعلان کر دیا گیا - اس سے اٹلی کی تحریک کے مستعدوں کو شہ مل گیا - سسلی نے خود مختار ہو کر ٹسکنی کے ڈیوک کو اپنا بادشاہ بنا لیا - پیڈمونٹ میں ایک آئینی آزاد حکومت قائم ہو گئی - شاہی فوج اور رعایا میں جنگ ہو گئی جس میں شاہی فوج غالب رہی مگر بادشاہ کو نظام حکومت میں اصلاح کرنا پڑی - لومبارڈی میں بغاوت ہو گئی - میلان سے آسٹریہ والے نکال دیئے گئے - وہاں جمہوریوں کی سی حکومت عارضی طور پر قائم ہو گئی - اور وینس میں بھی حکومت جمہوریہ

مائن۔ کارل البرٹو نے جنوبی اٹلی میں ماہ مارچ میں آسٹریہ سے جنگ چھیڑ دی۔ پیامینزا۔ پارمسر۔ موڈینہ وغیرہ نے سارڈینیہ سے میل کرلیا۔ مگر آسٹریہ کے سپہ سالار ایڈیز کی نے سب پر غلبہ حاصل کرلیا اور ۲۵ جولائی کو فتح مندی کے ساتھ میدان میں داخل ہوا۔ اس خبر سے ہمت پاکر سسلی پر گولہ باری کی گئی اور کشت و خون خوب ہی ہوا۔ خود پوپ نے خوف کے مارے آسٹریہ کے خلاف جنگ کو ناجائز قرار دیا۔ اور نیز اٹلی کی سلطنتوں کے اتحاد کو نقصان دہ بتایا ۔ اسے کیا تھا۔ پوپ کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کا مشیر قتل کیا گیا۔ خود پوپ بھاگ کر شاہ فرڈینینڈ کے پاس پہنچا۔ وہاں سے اس نے اٹلی کے محبان ملک کو کلیسا سے خارج کرنا شروع کیا مگر ۹ فروری ۱۸۴۹ء کو لوگوں نے روم میں جمہوری سلطنت پھر قائم کرلی۔ ٹسکنی کا نواب بھاگ کر انگلستان پہنچا۔ فلورنس میں صوبوں کی سی حکومت قائم کی گئی اور ٹسکنی اس میں شامل کرلیا گیا۔ مگر نواب لیوپولڈ نے واپس آکر آسٹریہ کی فوج کی امداد سے ٹسکنی پر قبضہ کرلیا۔ الغرض اٹلی کی ساری ریاستوں میں شور شر برپا ہوا۔ وہ آپس میں جھگڑا کرنے لگیں۔ لیکن سیوائے کا نواب الگ رہا۔ اس نے یہ رائے قائم کی پیڈمونٹ کے نواب کو سرغنہ تسلیم کرنے سے ملک آزاد ہوسکتا ہے۔ لوگوں کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ سارڈینیہ کا فرمانروا کارل البرٹو ضرور ملک کو آزادی دلائے گا۔ نواب سیوائے نے اس کی امداد کی۔ ۲۳ مارچ ۱۸۴۹ء میں یہ آسٹریہ کے خلاف جنگ کے لئے میدان میں آگیا۔ مگر شکست کھائی۔ اور اوپورٹو کے مقام فوت ہوگیا۔ اس کا جنازہ وطن لایا گیا۔ اور دھوم سے اٹھایا گیا۔ ہر سال لوگ اس کی برسی زیارت کے لئے دور دور سے جاتے ہیں۔ کارل

کے بیٹے ڈیوک آف سیووئے نے اپنے باپ کے کام کو جاری رکھا۔ وہ وکٹور عمانوئیل
دوئم کے نام سے مشہور ہوا۔

مقام گیٹا میں جو سازش آسٹریہ کے خلاف کی گئی اُس کے باعث محبان ملک کے خلاف دنیا بھر کے رومن کیتھولک اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک فرنچ فوج جنرل اوڈینوٹ کے زیر کمان آگئی۔ اور اُس نے کوہ البان پر قبضہ کرلیا۔ اسپین کی فوج نے فیومیسینو پر۔ اور آسٹریہ کی فوج نے لیگیشن پر۔ فرنچ فوج کو گیریبالڈی نے شکست دی۔ مگر آخر پانچ ہفتے کے محاصرہ کے بعد فرنچ فوج کا قبضہ ہوگیا۔ میزینی اور گیریبالڈی بھاگ گئے۔ فرنچ سپاہ نے روم پر پوپ کے نام سے قبضہ کرلیا۔ اپریل ۱۸۵۰ء میں پوپ بھی روم میں واپس آگیا۔ اور سنہ ۱۸۷۰ء تک محبان ملک اور آزادی کے حامیوں کے خلاف فرنچ سپاہ کی مدد کرتا رہا۔

روم پر کیتھولکوں کا قبضہ ہونے سے محبان ملک کی کوشش پر پانی پھر گیا۔ پارمہ موڈینہ اور ٹسکنی میں شاہی گرگے نواب بنائے گئے۔ شاہ فرڈیننڈ نے ملک کو غیر ملک کی مدد سے قابو میں کرلیا صرف وینس مقابلہ پر ڈٹا رہا۔ حالانکہ اس کے لوگ قحط۔ آتشزدگی۔ ہیضہ وغیرہ کی مصیبت میں مبتلا رہے۔ مگر ماہ اگست میں اس پر بھی آسٹریہ کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۸۴۹ء کی مصائب سے لوگوں کو یقین ہوگیا کہ آئینی وسائل کے ذریعہ سے آزادی کا حاصل کرنا ممکن اور آسان سمجھا گیا تھا۔ وہ واقعی بیکار تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سارڈینیا کے نواب کو سرغنہ بنا کر آزادی کے لئے کوشش کی جائے۔ اگرچہ ملک کے مصائب کی بھرمار ہو رہی تھی اور وکٹور عمانوئیل کے تخت میں داخلہ کے وقت لوگ مصیبت میں تھے۔ لیکن ان کی ہمت پست نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ مصائب نے ان میں اور زیادہ مقابلہ کی روح پھونک دی تھی۔ میزینی وغیرہ کے

پیرو عمانوئیل سے اس لئے ناخوش تھے کہ اس کا باپ میدان جنگ میں دکھا گیا تھا۔ اس لئے وہ اسے سرغنہ بنانا نہیں چاہتے تھے۔

ان ایام میں ملک میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جو یہ یقین رکھتے تھے کہ اٹلی کو اگر آزادی نصیب ہو سکتی ہے تو غیر ممالک کی مدد سے۔ ۱۸۵۵ء میں گیوبرٹی نے ایک رسالہ شائع کرکے یہ رائے ظاہر کی کہ پیڈمونٹ ہی کے ذریعہ سے اٹلی آزاد ہو سکتا ہے۔ مانن نے جو اس وقت پیرس میں جلاوطنی کے ایام گزار رہا تھا۔ اس رائے کی تائید کی۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی یہی رائے دی۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۵ء میں ایک قومی انجمن کے انعقاد سے یہ مدعا حاصل کیا گیا۔

وکٹر عمانوئیل نے اپنی سلطنت شروع کرتے وقت اپنا وزیر ماسیمو ڈی ایزیگلیو کو بنایا۔ عمانوئیل نے آسٹریہ کی ہر بات کو رد کیا۔ حالانکہ اس کی ماں اور بیوی نے جو آسٹریہ کے نوابی خاندانوں سے تھیں اس کی اس بارہ میں مخالفت کی۔ لیکن اس نے اس مخالفت کی مطلق پرواہ نہ کی۔ بلکہ یہ عہد کر لیا۔ کہ میں اٹلی کو آزادی دلا کر رہونگا۔ اس عہد پر وہ مرتے دم تک قائم رہا۔ اس نے وزرا کی مدد سے ملک کا اندرونی انتظام شروع کیا۔ اور ایک ایک کرکے اصلاحوں کو عمل میں لایا۔ سب سے اول فوج کی ترتیب کا کام انجام دیا۔ پھر مذہبی عدالتیں توڑ دیں۔ پھر شادیوں کے لئے سول قانون جاری کیا اور ایسی شادیوں کو جائز ٹھہرایا۔ پھر مذہبی سوسائٹیوں کو توڑا۔ پھر گرجوں کی جائداد پر سلطنت کا اختیار قائم کیا۔ سارڈینیہ جس کا پایہ تخت پیڈمونٹ تھا اس میں دینی پیشواؤں کی بڑی کثرت تھی۔ ۴۱ بشپ تھے۔ ۱۲۱۷ پادری تھے۔ ۸ ہزار راہب۔ گویا ہر ۲۱۴ آدمیوں کے پیچھے ایک پادری تھا۔ اس زور کے گھٹانے

کے لئے اس نے کلیسیا سے متعلق اصلاحیں کیں +

۱۸۵۰ء میں کیوور اس چھوٹی سی سلطنت میں وزیر تجارت کے منصب پر مقرر کیا گیا۔ وہ علاوہ ایک قابل مدبر ہونے کے مجسم اخلاق تھا اور انگلستان کے قیام میں پیٹ اور پیل جیسے لوگوں کی صحبت اٹھا چکا تھا۔ اس نے جمہوری جماعت کے سرغنہ رٹازی سے میل کرلیا۔ اس سے وزیروں اور بادشاہ دونوں کو خوف پیدا ہو گیا۔ مگر چونکہ مجلس وزرا پر کیوور حاوی تھا۔ اس لئے وزیر اس کا کچھ نہ کر سکا۔ ماہ نومبر ۱۸۵۲ء میں کیوور وزیر اعظم بنایا گیا اس کی رائے سے سارڈینیا کی فوج انگریزی اور فرانسیسی فوج کے ساتھ جنگ کریمیا میں شریک ہوئی۔ اور اس نے جنگ میں خوب نام پیدا کیا۔ اس وقت سے کیوور یورپ میں ایک مشہور شخص بن گیا۔ اور سارڈینیا کا میل غیر ممالک کی زبردست سلطنتوں سے ہو گیا۔ اور کیوور اٹلی کی شکایات کو ان سلطنتوں کے روبرو پیش کر سکا۔ اس پر فرانس اور انگلستان نے شاہ فرڈیننڈ کو سمجھایا۔ مگر اس نے پرواہ نہ کی +

کیوور نے فرانس کے بادشاہ لوئی نپولین بونا پارٹ سے امداد کا وعدہ لے کر آسٹریہ کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ مگر ۱۸۵۸ء میں ایک اطالین نے نپولین پر قاتلانہ کردیا۔ اس سے مدد کی توقع نہ رہی۔ یہ وقت کیوور کے لئے بڑا نازک تھا۔ مگر اس نے اُسے خوب ٹالا۔ کیوور نے جلدی سے ایک قانون اپنی پارلیمنٹ میں منظور کرا کے قاتل کو پولیٹکل مجرم قرار دیا اور نپولین کو خوش کر لیا۔ اور جلدی سے نپولین کے پاس گیا اور فرانس اور اٹلی میں ایک عہد نامہ مکمل کرنے میں کامیاب ہوا +

شاہ آسٹریہ نے یورپ کی سلطنتوں سے شکایت کی

اور اپنا سفیر واپس بلا کر سارڈینیا سے کہا کہ اطاعت قبول کرے اب کیا تھا۔ نپولین کو بہانہ مل گیا۔ اور وہ آسٹریہ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ۱۸۵۹ء میں عمانوئیل نے پارلیمنٹ کا انتظام کرتے وقت جنگ کا اعلان اشارتاً کر دیا اور فرانسیسی فوج کوہ ایلپس کو عبور کر کے آن پہنچی۔ پارمہ۔ ٹسکنی اور موڈینہ کے نواب بھاگ نکلے۔ جنگ میگنٹا میں فرانس کی فوج کے لئے لومبارڈی سے لے کر وینس تک پہنچنے کے لئے راستہ ہاتھ آ گیا۔ شاہ فرانس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ کل اٹلی کو آزادی دلائے۔ لیکن بعد میں اس نے آسٹریہ اور سارڈینیا کی حد فاصل منسیو کو قرار دے دیا۔ اس سے پیڈمونٹ والوں کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ وینس اس قرارداد کے ذریعہ آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔ القصہ یہ کہ مارچ ۱۸۶۰ء میں وسطی اٹلی سارڈینیا کی سلطنت میں ملا لیا گیا۔ مگر نپولین نے اس مدد کے عوض اس قرارداد کے مطابق جو کیوور سے خفیہ طور پر ہو چکی تھی سیووو اور نائیس اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ لوگ اس بات پر کیوور سے ناخوش ہو گئے۔

وسطی اٹلی کے الحاق کے ایک ہی ماہ بعد جنوبی اٹلی میں بغاوت ہو گئی۔ فرڈیننڈ فوت ہو گیا۔ اس کے لئے فرڈیننڈ دوم نے ملکی قیدیوں اور رعایا کو خوب ستایا۔ یہاں تک کہ اس کے ظلم کے افسانوں سے سارا یورپ گونج گیا۔ گیری بالڈی کیوور کی خفیہ رائے کے مطابق اپنے والنٹیر جماعت کو لے کر جینوا سے اٹلی آن پہنچا۔ بظاہر کیوور نے کل یورپ کے سامنے اس بغاوت پر افسوس ظاہر کیا۔ گیری بالڈی نے فرڈیننڈ کو شکست دی۔ وہ گیٹہ چلا گیا۔ پھر ملٹری بھی گیری بالڈی کی جماعت سے آملا۔ مگر بعض امور پر ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ گیری بالڈی نے پوپ کے سپہ سالار کو شکست دی ❖

اب تو نیپولین نے ایک فوج پوپ کی مدد کے لئے روانہ کی۔ اس پر عمانوئیل ابر دری کے مقام پر پہنچا۔ گیریبالڈی نے ملک اُس کے حوالہ کر دیا۔ کیوور کا مدعا بر آیا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح جنوبی اٹلی پر قبضہ ہو جائے۔ پھر تو اُسے کوئی بھی نہ لے سکیگا۔ اس نے بعجلت تمام وائسنہ کو یہ تار بھیج دیا۔ کہ "اٹلی ہمارا ہے۔ اور اب ہمارے قبضہ میں آ گیا۔ ہم اٹلی کی طرف سے کارروائی کرینگے۔ مگر ہم قومی تحریک کو معتدل بنائینگے۔ اور شاہی حکومت قائم کرینگے"۔

۱۸۶۱ء میں گنتیہ پر فرانس اور جرمنی کی کوشش سے اٹلی کا قبضہ ہو گیا اور وکٹر عمانوئیل۔ بمقام ٹورن اٹلی کا بادشاہ مشتہر کیا گیا۔ اُس وقت تک روم اور وینس۔ اٹلی میں ملحق نہیں کئے گئے تھے۔

افسوس کہ اس کے بعد ہی یعنی ۵۔ جولائی ۱۸۶۱ء کو کیوور کا انتقال ہو گیا۔ مرنے سے پیشتر وہ پوپ کے ساتھ ایک عہدنامہ کے لئے خط و کتابت کر رہا تھا۔ جس کی تکمیل کے بعد روم بھی اٹلی میں شامل ہو جاتا۔

اگرچہ کیوور کی وفات کے بعد روم اور وینس کا الحاق بھی اٹلی میں کر لیا گیا۔ لیکن جھگڑوں اور کشت و خون سے۔ اگر کیوور کچھ عرصہ اور زندہ رہتا تو وہ بلا کسی کشت و خون کے ان دونو مقامات کو اٹلی میں ملا لیتا۔

کیوور دل سے خواہاں تھا کہ اٹلی کی ریاستوں کو آسٹریہ کی ظالمانہ حکومت سے نجات ملے۔ اور ان میں اتحاد ہو کر اٹلی ایک زبردست ملک بن جائے۔ اس کے دل میں اٹلی اور اہل اٹلی کا درد تھا۔ اس نے جو کچھ کیا وہ دنیا پر ظاہر ہے۔ وہ اپنی یادگار صرف یہ چھوڑیگا کہ واقعی ایک محب ملک تھا

اپنے ملک کا باپ

پیٹر اعظم۔ یہ مشہور اور اپنے ملک (روس) کا سچا خیر خواہ بادشاہ ۱۶۷۲ء میں پیدا اور ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا۔ اس نے اس محدود تعلیم کو حاصل کیا جو اس زمانہ میں روس میں دی جاتی تھی۔ اور ۱۶۸۲ء میں تخت پر بٹھایا گیا۔ اس وقت اس کا بھائی آلون جو اس سے سات سال بڑا تھا زندہ تھا لیکن جسم اور عقل دونو کے اعتبار سے حکمرانی کے قابل نہیں تھا۔ اس کا بھائی فیوڈور جس کی وفات پر وہ تخت نشین ہوا۔ وصیت کر گیا تھا کہ اس کے بعد پیٹر کو تاج و تخت دیا جائے لیکن اس کی بہن صوفیہ جو بڑی باحوصلہ اور دلیر عورت تھی۔ چاہتی تھی کہ آلون بادشاہ بنایا جائے اور وہ اس کی اتالیق بن گئی تاکہ اسے حکمرانی کرنے کا موقع مل سکے۔ پس اس نے ملیشیا فوج سے بغاوت کروا دی اس کا انجام یہ ہوا کہ آلون اور پیٹر دونو ہی حکمران قرار دیے گئے ۱۶۹۶ء میں آلون فوت ہو گیا۔ اور صرف پیٹر ہی بادشاہ رہ گیا۔ اس نے سزا کے طور پر صوفیہ کو عمر بھر کے لئے ایک خانقاہ میں بھجوا دیا۔ جہاں وہ ۱۷۰۴ء میں فوت ہو گئی۔

اس نے سویڈن کے ایک شخص لیفرٹ کی مدد سے ان اصلاحوں کو شروع کیا جو اسے مد نظر تھیں۔ ان کا ذکر آگے چل کر کیا جائیگا۔ سردست پیٹر کی زندگی کے خاص خاص واقعات کو بیان کیا جاتا ہے۔

پیٹر کی دلی منشا یہ تھی کہ جس طرح اور ممالک یورپ کے پاس

ایک جنگی بیڑہ تھا اسی طرح روس کے پاس بھی ایک بیڑہ ہونا چاہیئے اس خیال سے اس نے ۱۶۹۶ء میں بحیرہ آزوف پر قبضہ کرلیا۔ اور زاآندام اور ڈیپٹفرڈ کے بندرگاہوں میں جہاز کا کام سیکھا۔ پھر انگلستان گیا۔ جہاں سے روانہ ہوتے وقت وہ بہت سے لوگ جو مختلف ہنروں میں ماہر تھے اپنے ساتھ روس کو لے گیا۔ ان میں سے ایک مشہور انجینیئر پیری تھا۔ انگلستان سے وہ وائنا گیا۔ جہاں اس نے شاہی فوج کے اصول سیکھے۔ وہاں سے اس نے اٹلی جانا چاہا۔ مگر یہ سنکر کہ اس کی ملیشیا فوج نے علم بغاوت بلند کردیا ہے وہ بعجلت تمام ماسکو پہنچا۔ اور بغاوت کو فرو کیا۔

۱۷۰۰ء میں اس نے پولینڈ اور ڈنمارک میں سوئیڈن کے خلاف اتحاد کرا دیا۔ اگرچہ اسے جنگ نارووا میں شکست ہوئی۔ لیکن اس نے ۱۷۰۹ء وہ پلٹاوا کے مقام ایک مشہور جنگ فتح کی جس کے باعث سوئیڈن کے بادشاہ چارلس نے بھاگ کر ٹرکی میں پناہ لی۔ ۱۷۰۳ء میں اس نے سینٹ پٹرسبرگ کی اپنے نام پر بنیاد ڈالی۔ ۱۶۸۹ء میں اس نے یودوکسیہ لوپوخن سے شادی کی جس سے ایک بیٹا الیکسس پیدا ہوا۔ ۱۶۹۸ء میں اس بیوی کو طلاق دے کر ۱۷۱۱ء میں اس نے مارتھا اسلیکورونسکیہ کے ساتھ شادی کی۔ اسی سال اس نے ٹرکی سے جنگ کی جس میں بحیرہ آزوف اس کے قبضے سے نکل گیا۔ ۱۷۱۳ء میں اس نے سوئیڈن کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔

۱۷۱۶ء میں یورپ کا دوبارہ سفر کیا۔ اس سفر میں اس نے ایمسٹرڈم۔ کوپن ہیگن اور پیرس کی بھی سیر کی۔ اس کی غیر حاضری میں اس کے بیٹے الیکسس نے جو سرکش تھا اور اسے دق کرتا رہتا زیادہ سرکش ہوگیا اور اس نے باغی لوگوں سے میل کرلیا۔ ۱۷۱۸ء میں پیٹر

سینٹ پٹرسبرگ واپس پہنچ گیا۔ اور بیٹے سے تخت و تاج کے دعوٰے کا استعفٰا لکھا لیا۔ اس کے بعد اس پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور اُسے قتل کرا یا گیا۔ ۱۷۲۱ء کو پیٹر نے نیسٹنیڈ کا عہد نامہ لیا۔ جس کی رو سے سویڈن نے لیونیہ۔ ایستھونیہ۔ اِنگریا۔ کاریلیہ۔ وِیبرگ اور نواحی جزیرے روس کے حوالے کر دئے۔ ۱۷۲۴ء میں اس نے جھیل لیڈوگہ اور جو کام وہاں ہو رہے تھے ان کا معائنہ کیا۔ وہ ۲۸ جنوری ۱۷۲۵ء میں فوت ہوا۔

اگرچہ لوگوں کی رائیں پیٹر کے بارہ میں مختلف قسم کی ہیں لیکن اس بارہ میں سب کا اتفاق ہے کہ اس نے کل روس کو اتحاد کے رشتہ میں باندھ دیا۔ وہ اپنے ملک کا باپ تھا۔ اور روس کو اس نے بڑے عروج پر پہنچا دیا۔ وہ بڑا قابل۔ بڑا جفاکش اور بڑا اعظمت شخص تھا اگرچہ مزاج کے اعتبار سے وہ سخت اور ظالم بھی تھا۔ لیکن بہت سے موقعوں پر اس نے انسانیت اور رحمدلی کا ثبوت دیا۔ وہ غیظ و غضب کی حالت میں بھی نیک رائے کو مان جاتا تھا۔ اس نے اپنے ملک میں نئے صوبے بڑھائے۔ اور دو سمندروں میں جنگی بیڑہ قائم کر دیا۔ اُس نے اپنی فوج یورپین فوج کی طرز پر تربیت دے کر اُسے فن حرب میں طاق کر دیا۔ ایک زبردست جنگی بیڑہ قائم کیا۔ بہت سے مدرسے اور کتب خانے قائم کئے اور روس میں تعلیم اور علوم و فنون اور مفید باتوں کو بے حد ترقی اور رواج دیا۔ اس کے ملک اور نیز دیگر ممالک کے لوگ اُسے اعظم کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ واقعی وہ اس خطاب کا مستحق تھا۔

پیٹر اعظم کی اصلاحیں

(۱) اُس نے سب سے اول دینی مشائخ یا پیشواؤں کے روز

اور اختیار کو کم کیا اور اپنے کو روس کے گرجوں کا دینی افسر قرار دیا۔ اس سے اُس نے دینی پیشواؤں کو اصلاحوں میں رخنہ انداز ہونے سے روکا۔

(۲) اس نے سول اور فوجی خدمت کے صلہ میں لوگوں کا نواب بنایا جانا محدود کر دیا۔ اور سابقہ نوابوں کے زور کو بالکل گھٹا دیا۔ یہ نواب اور دینی مشائخ اصلاحوں کے سخت مخالف تھے۔ اور لوگوں پر ہر طرح ظلم کرتے تھے۔

(۳) سوداگروں کو فرقوں میں تقسیم کیا۔

(۴) عورتوں اور مردوں کے فضول لباس میں اصلاح کی۔

(۵) رسم پردہ کو اٹھا دیا۔

(۶) جو لوگ قرضہ ادا نہیں کر سکتے تھے ان کو روس میں کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی۔ لیکن پیٹر نے اس سزا کو معاف کر دیا۔

(۷) فوج کی اصلاح کر کے اُسے یورپین ممالک کی افواج کی سی تعلیم و تربیت دی۔

(۸) نئے قوانین کے ذریعہ سے ملک کی بہتری کے کام انجام دینے کے لئے اس نے خزانہ کو مالا مال کر لیا۔

(۹) امرا کو بجز چند نوکروں کے زیادہ نوکر ساتھ رکھنے کی ممانعت کی گئی۔ جس سے اُن کا زور کم ہو گیا اور وہ اصلاحی کاموں کی مخالفت نہ کر سکے۔

(۱۰) علوم و فنون اور دستکاریوں کو ترقی دی۔

(۱۱) اس نے آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔

(۱۲) چھاپہ کا مفید فن ایجاد کیا۔

(۱۳) تعلیم ارزاں کر دی اور مدارس قائم کئے۔

وہ اپنے کاموں کے باعث اپنے ملک کا خیرخواہ اور باپ اور محب

ملک مانا جاتا ہے۔ بادشاہ کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے پیٹر اعظم ایک طرفہ معجون تھا جو متضاد صفات تھا۔ تاہم اس نے اپنے اعلےٰ ارادوں میں جو شروع سے اس نے پیش نظر رکھے تھے۔ اپنی سلطنت کی ترقی اور اپنی قوم کی بہتری میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ ان کیلئے اس نے نہ صرف اپنے بیٹے ہی کو نہیں قربان کر دیا بلکہ خود اپنی زندگی کو بھی۔ اس کے مفید عام کام تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اس کی عظمت نیکی اور حب الوطنی کے شاہد ہیں۔

شاہ آئیون الملقب بہ خوفناک

یہ بادشاہ ابھی نابالغ ہی تھا۔ کہ اس کا باپ واسیلی فوت ہو گیا اس کی والدہ ہیلینہ اس کی اتالیق بنائی گئی۔ جب وہ سال سنہ ۱۵۴۳ء میں فوت ہوئی تو اتالیق شوئسکی بنایا گیا۔ یہ شخص جس فرقہ سے تھا اس پر شاہان روس نے بہت ستم ڈھائے تھے۔ اس لئے اب اس نے اس کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ اس کے زمانہ میں آئیون کی زندگی ہر دم معرض خطر میں تھی۔ شوئسکی اور اس کے فرقہ والوں نے شاہی خزانہ اور لوگوں کی دولت پر دست درازی شروع کی۔ اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ جو کوئی ان کا مقابلہ کرتا اس کی خیر نہیں تھی۔ وہ اپنے کیئے کی سزا پاتا۔ خود آئیون کے دوستوں کو اس کی آنکھوں کے روبرو زبردستی بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ آئیون ان کی جان بخشی کے لئے منت سماجت کرتا رہا۔ لیکن شوئسکی نے مطلق پرواہ نہیں کی۔

جب آئیون ۱۳ سال کا ہوا تو اس نے شوئسکی سے جس نے شاہانہ اختیارات غصب کر لئے تھے۔ اور ان سے بیجا کام لیتا تھا

کہا کہ مجھے تمہاری اطالیقی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے گلنسکی نامی ایک شخص کو اطالیق بنا لیا۔ آئیون نے شوالسکی کے فرقہ والوں کو تو معاف کر دیا۔ مگر شوالسکی کا برا حال کیا۔ اور اپنے حکام کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بھوکے کتوں کے سامنے ڈال دو۔ وہ ان کے لئے عمدہ خوراک ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گلنسکی بھی اسی فرقہ سے تھا۔ جس سے شوالسکی لیکن آئیون سے نفرت کرتا اور اس کے ساتھ غصے سے پیش آتا تھا۔ مگر گلنسکی خود آئیون کے نام سے ستمرانی کرتا تھا وہ آئیون سے ظلم کراتا اور اس کی آڑ میں وہ اور اس کے فرقہ والے لوگوں کو خوب ستاتے اور دق کرتے تھے۔ اگر کوئی آئیون کے ظلم کی مخالفت کرتا تو گلنسکی اسے بڑی بے رحمی اور سختی کے ساتھ دباتا۔ اور سخت ترین سزا دیتا تھا۔

آئیون خود بھی ظالم تھا۔ گلنسکی اس کے ظالمانہ کاموں کی بیحد تعریف کرتا تھا۔ گویا اسے ستمرانی پر آمادہ رکھتا تھا۔ آئیون سیر کرتے وقت مردوں۔ عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو اپنے گھوڑے سے کچلواتا تھا۔ اس کی زندگی کے ۱۴ سال یعنی ۳ سے لیکر ۱۷ سال کی عمر لوگوں پر ظلم و ستم کی بھرمار دیکھتے ہوئے گزرے تھے۔ اس سے اس کی طبیعت میں سے رحم اور عدل کا مادہ ہی جاتا رہا۔ اور اسے نہ صرف ظلم کرنے میں لطف ہی آنے لگا۔ بلکہ وہ یہ بھی سمجھنے لگا۔ کہ رعایا پر ظلم کرنا ہی اس کا عین فرض ہے۔

ظالم گلنسکی کی حکومت صرف تین سال رہی۔ کیونکہ ماسکو کے لوگوں نے تنگ آکر بغاوت کر ڈالی۔ گلنسکی اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا۔ اور شہر میں آگ لگا دی۔ اس پر سارے شہر میں خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ اس وقت ایک راہب سلویسٹر نامی انجیل لئے ہوئے

آئیون کے پاس حاضر ہوا اور تحکمانہ انداز اور الفاظ میں کہنے لگا کہ
"لوگوں کا ہنگامہ اور کشت و خون اس ظلم و ستم کے خلاف ہیں"
"کا اظہار سمجھو جو کلائسکی نے تمہارے نام سے کیا ہے تم اب"
"بھی سوچو۔ اور رعایا پہ عدل و انصاف اور رحم دلی کے ساتھ"
"حکومت کرو"۔

آئیون پر راہب کی باتوں سے خوف غالب آیا۔ اور اُس نے وعدہ کیا کہ وہ عدل و انصاف کو روا رکھے گا۔ ساتھ ہی ایلکسس اور اشیف نے جو کلائسکی کے فرقے سے تھا بادشاہ کو راہب کی سی نصیحت کی۔ بادشاہ نے ملک کا انتظام ان دو دلو خیر خواہوں کے سپرد کر دیا۔ اور زار کا لقب اختیار کر کے عدل کے ساتھ حکومت کرنے لگا ✤

روس میں پھر ایک بار امن چین اور خوشحالی کے دن آ گئے۔ انصاف ہونے لگا۔ اور رعایت مفقود ہو گئی۔ باقاعدہ اور مستقل فوج قائم کی گئی۔ کازن ترکوں سے فتح کیا گیا۔ ۱۵۵۲ء میں ایک سڑک تجارت کو فروغ دینے کے لئے آرک انجل تک بنائی گئی ۱۵۵۴ء میں استراخان بھی فتح کر لیا گیا۔ جا بجا قلعے بنوائے گئے ۱۵۵۶ء میں کاسکون کو جو دریائے ڈون کے دو طرفہ آباد تھے۔ رعایا بنا لیا گیا۔ اور ۱۵۸۱ء میں سائبیریا فتح کیا گیا ✤

آئیون نے روسی تجارت کو ترقی دینے کے لئے بہت کوشش کی۔ چنانچہ ملکہ الزبتھ سے معاہدہ کر کے بہت سے انگریزوں اور نیز جرمن والوں کو روس میں آباد کیا گیا اور ۱۵۰۹ء میں ماسکو میں ایک چھاپہ خانہ بھی قائم کیا گیا۔ سویڈن اور پولینڈ سے جنگ کی گئی۔ جس میں کامیابی رہی ✤

لیکن یہ ساری باتیں پھر ایک بار جاتی رہیں اور پھر سابقہ بربادی

اور ظلمرانی کا دور دورہ ہوا۔ سنہ ۱۵۶۰ء میں اڈاشیف فوت ہوگیا اس کے بعد ہی آئیون کی چہیتی ملکہ بھی ملک عدم کو سدھار گئی۔ ساتھ ہی آئیون سخت بیمار ہوگیا۔ جس سے اسے فتور عقل کی نوبت پہنچ گئی۔ حالت جنون میں آئیون کی پہلی ظالمانہ خصلت رنگ لائی۔ اور وہ بلا پس و پیش لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ جو کوئی ذرا سی حرکت بھی اس کی مرضی یا مزاج کے خلاف کرنا چاہتا وہ کتنا ہی معزز کیوں نہ ہوتا آئیون اُسے تلوار کے گھاٹ ہی اُتارتا تھا۔ اب اسے پھر رعایا کے ستانے میں مزہ آنے لگا۔

شہر نووگورود کے لوگ آزاد مزاج تھے۔ اس لئے آئیون ان سے سخت نفرت کرتا تھا۔ جب سنہ ۱۵۷۰ء میں کسی نے آئیون کے دل میں یہ شک بٹھا دیا کہ وہ اس کے خلاف ہیں اور سازش کر رہے ہیں۔ اور اہل پولینڈ سے میل رکھتے ہیں تو وہ اپنی خاص فوج لے کر وہاں پہنچا۔ شہر کے پھاٹک بند کرا دئے اور سڑکوں پر فوج دو رویہ کھڑی رہی اور ایک عدالت موسومہ "عدالت خونریزی" قائم کر کے لوگوں پر جرم قائم کیا۔ اس عدالت نے ہفتہ بھر تک برابر سینکڑوں بندگان خدا پر قتل کا فتوے جاری رکھا۔ اور ہفتے میں نووگورود کے ۶۰ ہزار باشندوں کو قتل کرایا گیا۔ خود آئیون نے اپنے ہاتھوں سے جتنوں کو ہلاک کیا۔ اور ان کی لاشوں کا ایک ڈھیر لگوا دیا۔ جب وہ خون کرتے کرتے تھک گیا۔ تو اس نے باقیوں کو اپنے غلاموں۔ کتوں اور فوج کے حوالہ کر دیا۔ سینکڑوں کو برف میں دبوا دیا۔ اس کے بعد جو لوگ زندہ رہ گئے تھے۔ ان سے اس نے اپنے حق میں دعائے خیر کرائی اور اطاعت کا حلف لیا۔

آئیون نے اسی طرح طور۔ پسکوو۔ ماسکو اور [illegible]

شہروں میں خونریزی کرائی۔ ماسکو کے پانسو امیروں کو بھی ہلاک کرایا جن میں مرد اور عورت دونو ہی شامل تھے۔ ان کو ان کے اپنے دروازوں کے سامنے پھانسی دلوائی گئی۔ اور لاشوں کو لٹکا رہنے دیا۔ اُس نے بیٹوں سے باپوں کو قتل کروایا۔ اور بھائیوں سے بھائیوں کو جن لوگوں کو وہ جنگ میں قید کر کے لایا ان کو کھولتی ہوئی دیگوں میں ابلوایا۔ یا سیخوں پر لگوا کر آگ سے کباب کرایا۔ بہتوں کو اُس نے اپنے ہاتھ سے کباب کیا۔ سارا ملک ظالم آئیون کے ظلم سے کانپتا تھا۔ اور ہر شخص پر موت کا خوف سوار تھا +

جب لوگ بالکل تنگ آ گئے تو انہوں نے اس کے بیٹے سے فریاد کی۔ بیٹے نے ایک بھاری جماعت کے ساتھ آئیون کے روبرو رحم کے لئے درخواست پیش کی۔ آئیون نے ناخوش ہو کر بیٹے کا بھی کام تمام کر دیا۔ بعد میں اس قتل سے اسے اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور بہت جلد مر گیا۔ یعنی سنہ ۱۵۸۴ء میں اچھا ہوا۔ "خس کم جہاں پاک" +

اگر وہ ظلم سے باز نہ آتا تو لوگ اسے ضرور قتل کر دیتے۔ کیونکہ اس کے ظلم سے تنگ آ کر اُنہوں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تھا +

آئیون بڑا ہی ظالم تھا۔ اس نے جو کچھ نفع ملک کو پہنچایا۔ وہ بقول ایک مورخ کے اس بات کی دلیل ہے کہ اسے آئندہ پھر ظلم و ستم کرنے کا موقع مل سکے۔ ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ وہ ملکہ کی موت کے باعث دیوانہ نہیں ہو گیا۔ بلکہ بظاہر اس نے اپنے کو دیوانہ بنا لیا تھا تاکہ وہ دل کھول کر ظلم کر سکے اور لوگ اسے معذور سمجھیں +

خیر کچھ ہی سہی۔ لیکن جو ظلم و ستم اس ظالم بادشاہ نے کئے ہیں۔ ان سے تواریخ کے صفحات رنگے ہوئے ہیں اور اُن ہی سے

ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا سخت بدخواہ اور دشمن تھا حالانکہ اپنے کو ملک کا خیر خواہ ظاہر کرتا تھا +

قصاب محب ملک

جب بورس کی وفات پر اُس کا بیٹا فیوڈور - اُس کے تخت پر بٹھایا گیا - تو ایک شخص ڈمیٹری نے دعوے کیا کہ وہ وارث تاج و تخت ہے - لوگوں نے اس کا ساتھ دیا - اور وہ بادشاہ بن بیٹھا - اس وقت ماسکو میں جو خونریزی ہوئی اس میں پولینڈ کے بہت سے باشندے جو کہ ماسکو میں رہتے تھے - مارے گئے +

جب تیسرے جھوٹے دعویدار کے وقت میں روس میں ابتری پھیلی ہوئی تھی - تو انہوں نے اپنے ملک والوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ہنگامہ کر دیا اور پولینڈ کے بادشاہ سیگس منڈ سویم کا بیٹا لیڈس لاؤس - روس کا بادشاہ بن بیٹھا - اور دو سال تک حکومت کرتا رہا - اس کے عہد میں ملک میں بڑا ظلم و جبر روا رکھا گیا +

جن لوگوں کے دل میں روس کا درد تھا انہوں نے زور باندھا اور غیر ملک والوں کی حکومت سے اس کو آزاد کرنا چاہا - سب سے اول اس کام کی ابتدا ایک قصاب نے کی - جس کا نام منن تھا - اس نے لوگوں کے دلوں میں حب الوطنی کا جوش پیدا کر دیا - اس کی کوششوں سے متاثر ہو کر پرنس پوزہارسکی جو ایک سدسی نواب تھا - روس فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی - اور ایک معرکۃ الآرا جنگ میں شکست دیکر پولینڈ والوں کو ملک سے نکال دیا - مگر پولینڈ والے ملک کی ساری دولت لے گئے +

اس کے بعد محبان ملک کی ایک مجلس منعقد ہوئی - اس بات کا

فیصلہ کرنے کے لئے کہ کس شخص کو تخت پر بٹھایا جائے۔ اس مجلس کی طرف سے نواب مارس لادسکی اور پھر نواب پوزنارسکی کو تاج نذر کیا گیا۔ مگر دونوں نے بادشاہت قبول نہیں کی۔ اس لئے ایک سولہ سالہ نوجوان میکائیل ردمالوڈ کو بادشاہ بنانے کی تجویز کی گئی۔ وہ قلارت جیسے نیک دل شخص کا جس نے ملک کو بہت نفع پہنچایا تھا فرزند تھا اس کے باپ کی خوبیاں یاد دلا کر کل قوم سے یہ سفارش کی گئی کہ اس کے بیٹے کو بادشاہ بنایا جائے۔

الغرض یہ کہ میکائیل بادشاہ بنا دیا گیا اور اس سے ایک فرمان امرا کی طاقت و اختیار کے محدود کرنے کے بارہ میں لکھا لیا گیا۔

پوزنارسکی اور مینن کس پایہ کے محب ملک تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بڑے ہی دلیر شخص تھے۔ اگر وہ کوشش نہ کرتے تو پولینڈ والوں کے ظلم سے روس کو رہائی نہ معلوم کتنی مدت بعد حاصل ہوتی۔ ملک نے ان کی خدمات کی بڑی ہی قدر کی جب نپولین نے روس پر چڑھائی کی اور پولینڈ نے بھی اس کا ساتھ دیا تو زار روس نے اپنے لوگوں میں حب الوطنی کا جوش پھیلانے کے لئے جو اشتہار دیا اس میں یہ جملے درج تھے۔

"دشمن کا دل سے مقابلہ کرو۔ دشمن کو ہر روسی نواب ایک پوزنارسکی معلوم دے۔ ہر پادری ایک پالیتان دکھائی دے۔ اور ہر شہری ایک مینن"۔

ایک ایرانی محب وطن

ایران میں جمشید ایک بڑا مشہور اور عالی شان بادشاہ گزرا ہے اول اول تو اس نے اہل ایران کو اپنی ذات سے بہت نفع پہنچایا

مگر بعد میں ان کو بالکل ناخوش کر لیا۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں خود پرستی میں مبتلا ہو گیا۔ اور آخر کار اس نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ رعایا اس کے بت بنائے۔ انہیں ملک میں جا بجا نصب کرے اور ان کی پرستش کرے۔

جمشید کا یہ فعل ظاہر سراسر بیہودہ تھا۔ اس لئے رعایا اس سے ناخوش ہو کر اس کی جانی دشمن ہو گئی۔ اور اس نے شام کے بادشاہ ضحاک کو فارس پر فوج کشی کرنے اور جمشید کو قتل کرنے کے لئے بلایا۔ ضحاک کی اصلیت کی نسبت مورخوں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض اسے خود جمشید کا بھانجہ یا بھتیجا بتاتے ہیں۔ اور بعض شداد کی نسل سے۔ اور بعض کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ اس کے صحیح حالات ہم تک نہیں پہنچے۔ لیکن جو کچھ حالات بھی کتابی صورت میں ملتے ہیں ان سب سے ظاہر ہے کہ وہ بڑا ہی ظالم و سفاک تھا۔

ضحاک نے رعایائے ایران کی استدعا قبول کر کے جمشید پر فوج کشی کی۔ جمشید خوف کے مارے جان لے کر بھاگا۔ اول وہ سیستان میں پناہ گیر ہوا۔ مگر ضحاک کی فوج وہاں بھی اس کی تلاش میں جا پہنچی۔ وہاں سے بھاگ کر جمشید ہندوستان و چین تک گیا۔ لیکن ضحاک کی فوج نے اس کا تعاقب نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اسے گرفتار کر لیا۔ اور ضحاک کے دربار میں جو ایران کے پایہ تخت میں تھا حاضر کیا۔

ضحاک نے جو بالطبع جابر و ظالم تھا۔ اسے بہت برا بھلا کہا۔ اس کی تحقیر کی۔ اور پھر اسے لکڑی کے دو تختوں میں کسوا کر آرے سے چروا دیا۔ اس طرح جمشید کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد ضحاک من مانی حکومت کرنے لگا۔ بڑے بڑے امرا کو اس کے آگے سر اٹھانے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ اگرچہ ضحاک کی نسبت مورخوں کو اور افسانوں میں اختلاف ہو۔ لیکن اس امر میں سب ایک زبان ہیں کہ وہ ظالم و ستمگر تھا۔ اس کے

ظلم کی نسبت یہ مشہور ہے کہ دو سانپ جو اس کے شانوں پر تھے۔ ان کو دو آدمیوں کا مغز روزانہ کھلایا جاتا تھا۔ ایک دن اصفہان کے ایک آہن گر کاوہ کے دو بیٹوں کی باری آئی۔ ان کا مغز بھی درکار ہوا۔ کاوہ جو ایک بڑا دلیر تھا۔ اس نے ضحاک کی زندگی کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور فریدوں کو جو خاندان پیشدادیاں کا ایک رکن تھا ضحاک کے خلاف آمادہ کیا۔ کاوہ ایک مدت سے چاہتا تھا کہ کسی طرح ایران کو ضحاک کے ظلم و ستم سے نجات مل سکے۔ وہ لوگوں پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھ دیکھ کر بہت کڑھتا تھا۔ اس کے ہم وطنوں کا بلا وجہ اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہونا دل شکن نظارہ تھا۔ بیٹوں کی باری نے اس کی حب الوطنی کو بھڑکا دیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ چاہے جان جائے لیکن ایران آزاد ہو جائے۔

فریدوں شاہ طہمورس کی نسل سے تھا اور جب ضحاک نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا تو وہ کسی ترکیب سے نکل بھاگا اور زندہ رہ گیا۔ جب کاوہ نے علم بغاوت بلند کیا تو فریدوں کی عمر کوئی سولہ سال کی تھی وہ کاوہ کے پاس پہنچا۔ کاوہ پہلے سے ایرانیوں کی ایک مسلح جماعت کو جمع کر چکا تھا۔ اس نے فریدوں کو سر لشکر بنا دیا۔ اور بادشاہ مشہور کر کے ضحاک پر چڑھائی کی۔ رعایا جو ضحاک کے ظلم و ستم سے تنگ تھی وہ فریدوں کی طرفدار ہو گئی۔ الغرض یہ کہ ستمگر ضحاک کو پے در پے شکست ہوئی اور وہ گرفتار کر کے فریدوں اور کاوہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اور قتل کرایا گیا۔ اور ایران کو ظلم و ستم سے رہائی مل گئی۔

ظالم بادشاہ کا انجام

نوشیرواں عادل کے بعد ایران کے تخت پر اس کا بیٹا ہرمز سوم بیٹھا۔ اس کی رعایا بڑی قدر و منزلت کرنے لگی۔ اس کی دو وجہ تھیں۔ ایک یہ کہ وہ نوشیرواں جیسے بادشاہ کا فرزند تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ خاقان تاتار کی دختر کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ نوشیرواں نے اپنے اس فرزند کو بڑی عمدہ تعلیم دلوائی تھی۔ اس کا استاد اور اتالیق بزرگ جمہر تھا۔ جو نوشیرواں کا وزیر تھا۔ جب تک یہ فرزانہ وزیر عدالت میں آتا رہا تب تک تو ہرمز انصاف اور راستی اور انسانیت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ لیکن جب ضعیفی کے باعث اس نے دربار میں آنا کم کر دیا تو ہرمز نے اور ہی روش اختیار کی۔ اس نے اپنا طرز زندگی۔ اور طرز حکومت دونوں ہی بدل دئے اور پورا ستمگر بن گیا۔

ہرمز نے معزز اور ذی رتبہ اراکین سلطنت پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اور ان میں سے بہتوں کو یا تو برخاست کر دیا یا قتل کرا دیا۔ اور لائق اور شریف طبیعت لوگوں کی جگہ انتظام حکومت کمینہ شریر اور نالائقوں کے سپرد کر دیا۔ یہ لوگ رعایا پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے لگے۔ وہ بادشاہ کی ہر دم خوشامد اور مزاج دانی میں لگے رہتے تھے۔

ہرمز نے جو اپنی روش بدل ڈالی۔ اس کا سب سے پہلا برا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں جابجا ہنگاموں کا بازار گرم ہوا اور غیر ملکوں سے بھی جنگ و جدل کا آغاز ہو گیا۔ ہندوستان اور عرب جو نوشیرواں کے زیر نگیں تھے۔ اور اسے خراج دیتے تھے۔ وہ ہرمز جیسے نالائق اور ستمگر حکمران کی نہ اطاعت قبول کرتے تھے اور نہ اسے خراج دینا پسند کرتے تھے۔ رومیوں کی ایک فوج نے شستیا پر چڑھائی کر دی

اور خاقان تاتار نے اس بہانہ سے کہ وہ قسطنطنیہ کے فرمانروا پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے۔ دریائے جیحون کو عبور کر کے ایران میں ہو کر راستہ چاہا۔ ہرمز پر یہ سنکر خوف غالب آیا۔ اس نے خاقان کی تجویز کو منظور کر لیا۔ لیکن وزرا کی صلاح سے جنہوں نے یہ کہا کہ خاقان کو راستہ دینا گویا ملک میں ایک زبردست دشمن کو قدم جما لینے کی اجازت دینا ہے وہ اپنی تجویز سے پھر گیا۔ پس اس نے خاقان کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور نجومیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اس نے ایک سپہ سالار کو چنا جس میں پیشین گوئی کی ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ ساری باتیں بہرام میں جو ایرانی فوج کا سپہ سالار تھا پائی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ بہرام نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہرمز کا حکم مانے۔ لیکن چونکہ اس حکم کے نہ ماننے میں ایرانیوں کا نقصان تھا۔ اس لئے اس کی حب الوطنی نے اسے ملک کو ایک غنیم کے اس نرغے سے چھڑانے پر آمادہ کر دیا۔ ساتھ ہی اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ کسی موقع سے ظالم ہرمز سے بھی ملک کو نجات دلائی جائے +

ہرمز نے بہرام کو خاقان تاتار کے مقابلہ میں ایرانی فوج کا سپہ سالار بنایا۔ بہرام نے اپنے ہمراہ صرف بارہ ہزار آزمودہ سپاہی لئے جن کی دلاوری کی آزمایش اور امتحان وہ بارہا کر چکا تھا۔ بہرام نے اتنی ہی فوج سے خاقان کی ٹڈی دل سپاہ کا مقابلہ کیا۔ اسے شکست فاش دی۔ اور خاقان کو ہلاک کر دیا۔ خاقان کے بیٹے نے اپنی منتشر فوج کو فراہم کیا۔ لیکن اسے بھی شکست دیکر بہرام نے اس کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارا +

ہرمز بڑی متلون طبیعت رکھتا تھا۔ اور کانوں کا بھی بے حد کچا تھا۔ اس نے کسی وزیر یا مشیر کی رائے کو جو بہرام کا حاسد تھا قبول

کرلیا۔ اس مشیر نے کہا کہ بہرام نے بادشاہ کے پاس اس قدر مال غنیمت نہیں بھیجا جس قدر کہ ہاتھ لگا ہے۔ بلکہ اس کا صرف تھوڑا سا ہی حصہ بھیج دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط تھی۔ لیکن ہرمز کو یقین آگیا اور وہ بہرام جیسے جان نثار اور خیر اندیش تاج و تخت اور محب وطن سے بدگمان ہوگیا۔

کچھ ہی عرصہ بعد ہرمز نے سنا کہ بہرام کو ایک رومی فوج کے مقابلہ میں ناکامی رہی۔ ہرمز کو یہ خبر سنکر بجائے اس کے افسوس ہونا چاہئے۔ بڑی خوشی ہوئی۔ اور اس نے اس موقع کو بہرام کے ذلیل کرنے کے لئے غنیمت سمجھا۔ پس اس نے عورتوں کا ایک چرخہ اور کچھ روئی بہرام کے پاس بھیج دی۔ ان چیزوں سے مراد یہ تھی کہ بہرام نے جو شکست کھائی ہے۔ اس لئے اسے عورتوں کا لباس پہنکر اور چرخہ کاتنا چاہئے نہ کہ سپہ سالاری کی وردی اور ہتھیار لگانے چاہئیں۔

گو بہرام کو اس ہتک آمیز سلوک سے بڑا ہی افسوس ہوا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ اس نے بادشاہ کا بھیجا ہوا لباس پہنا۔ اور فوج کے سامنے جاکر کہا کہ اے جوانمردو۔ دیکھو۔ میرے بادشاہ نے ان خدمات و جانبازی کے صلہ میں جو میں نے کی ہیں مجھے یہ انعام عطا کیا ہے۔ زنانہ لباس دیکھ کر اور بہرام کے کلمات سنکر فوج آشفتہ ہوگئی۔ وہ مدت سے یہ چاہتی تھی کہ ظالم اور ناقدرداں بادشاہ کی حکومت سے اسے رہائی ملنی چاہئے۔ پس اس نے بہرام کو بادشاہ کا لقب اختیار کرنے کے لئے رائے دی اور یہ نعرے بلند کئے کہ بہرام ان کا بادشاہ ہے۔

بہرام کو بھی ہرمز کے سلوک پر بڑا غصہ آیا۔ لیکن اس نے اس وقت کوئی دست درازی کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ خود بادشاہ بننا چاہا۔ البتہ اس کی خواہش زیادہ زور پکڑ گئی کہ ہرمز کے ظلم و ستم سے

رعایا کو نجات دلائی جائے۔ پس اُس نے فوج سے کہا کہ خسرو پرویز یعنی ہرمز کے بیٹے کے نام کا سکہ جاری کیا جائے۔ مگر اس تجویز سے اُس کے ارادے میں بھی ایک رکاوٹ پیدا ہو گئی اور فوج میں بھی نزاع برپا ہو گیا

ادھر جب خسرو کو بہرام کی تجویز معلوم ہوئی تو اس پر خوف غالب آیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا ظالم باپ بڑا کوتاہ اندیش ہے۔ کہیں اُس سے بدگمان ہو کر اس کی زندگی پر دست درازی نہ کرے۔ پس وہ اپنی جان لے کر بھاگا۔ اس پر ہرمز نے شاہزادہ خسرو کے دو ماموں قید کر دئے۔ اس واقعہ سے ہرمز کی بربادی کی ابتدا ہوئی۔ ان دونوں ستم زدہ شاہزادوں کی حمایت میں سارے امیر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ان کو رہا کر دیا اور ہرمز کو قید کر کے اس کی آنکھیں نکلوا لیں تاکہ وہ بادشاہی کرنے کے قابل نہ رہے۔ اور اس طرح بندگان خدا کو ایک جابر کے جبر سے نجات مل جائے ٭

اگرچہ بعد میں غلط فہمیوں کے باعث خسرو پرویز اور اس کے طرفداروں اور بہرام اور اس کے حمایتیوں میں بڑی جنگ و جدل ہوئی اور ملک میں کشت و خون بھی ہوا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بہرام کی ہمت سے اور مظلوم ایرانیوں کو یہ جرات ہوئی کہ وہ ایک ظالم کے پنجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ کریں ٭

نوشیروان عادل

شاہ کیقباد نے اپنی وفات پر کئی بیٹے چھوڑے تھے۔ کیقباد اپنی زندگی میں سب بیٹوں پر نوشیروان کو ترجیح دیتا تھا۔ کیونکہ نوشیروان بڑا عاقل اور نیک تھا۔ اس لئے مرتے دم اس نے یہ وصیت کی کہ نوشیروان مالک سلطنت بنایا جائے۔ زینت التواریخ میں لکھا ہوا ہے کہ جب کیقباد

مرنے کے قریب ہوا تو اس نے نوشیرواں کو اپنے پاس بلا کر یہ نصیحت کی:-

"میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری ذات میں ساری صفات موجود ہیں"
"لیکن ایک نقص بھی ہے۔ تم دوسروں کی بابت انداز کرنے"
"میں بڑی سختی کرتے ہو۔ میرے بیٹے میری یہ خواہش ہے کہ"
"تم اپنی ہی رائے پر چلو۔ لیکن میں یہ بھی خواہش کرتا ہوں کہ"
"تم دوسروں کے اطوار اور رائیوں کو ذرا زیادہ نرمی اور"
"درگزر کے ساتھ دیکھو۔ یقین کرو کہ بہت سے ہاں زیادہ تر کام"
"بے اعتباری سے خراب ہو جاتے ہیں۔ مگر اعتبار کرنے سے نہیں بگڑتے"

اس نصیحت کو نوشیرواں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اور وعدہ کیا کہ میں اپنی عادت اور رائے کی اصلاح کر لونگا۔ کہتے ہیں کہ نوشیرواں اپنے اس وعدے پر قائم رہا +

نوشیرواں بہت عاقل تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کیقباد کی وصیت کو مفتی نے پڑھ کر ارکین سلطنت کو سنایا تو سبھوں نے اس وصیت کو خندہ پیشانی کے ساتھ اور دل سے قبول کیا۔ اس وقت نوشیرواں نے تاج و تخت قبول کرنے سے اس بنا پر انکار کیا کہ وہ ان اصلاحوں کو نہیں کر سکتا جو اسے مدنظر ہیں اس لئے ارکین سے کہا کہ:-

"سلطنت کے سارے اعلےٰ افسر ایسے لوگ مامور ہیں جو بالکل ناقابل"
"و نالایق اور جابر ہیں۔ ان با تو کے ہوتے ہوئے کون سا شخص"
"ہے جو عقل و انصاف کے اصول کے مطابق حکمرانی کرنے کی بیکار"
"کوشش کریگا؟ اگر میں اپنا فرض ادا کروں تو مجھے بہت سی اصلاحیں"
"اور ردوبدل کرنا چاہئے۔ جن کا نتیجہ کشت و خون ہوگا۔ میرے خیالات"

"تم میں سے بہتوں کی بابت شاید بدل جائینگے اور خاندان کے خاندان" "جن کی میر ا وقعت کرتا ہوں تباہ ہو جائینگے - میری منشا نہیں ہے کہ" "میں اب ی باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں - وہ نہ تو میری عادت" "کو پسند ہیں اور نہ میری خواہش کے مطابق ہیں اس لئے میں ان سے دور" "ہی رہنا چاہتا ہوں" +

چونکہ نوشیرواں کی رائے صائب تھی - اس لئے اراکین سلطنت اس سے انحراف اور انکار نہ کر سکے - انہوں نے نوشیرواں کو یقین دلایا کہ ہم اصلاحوں میں حارج نہ ہونگے - اس کے لئے انہوں نے حلف اٹھایا اور وعدہ کیا کہ جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اس میں ہم مدد دینگے اور تمہارے حکم کی تعمیل کرینگے - اور اپنی جان و مال تمہاری خدمت اور نیز ملک کی خدمت میں صرف کرینگے +

جب نوشیرواں کو اراکین سلطنت کے وعدوں سے یقین ہو گیا تو وہ تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا - اور اس نے اراکین کو مخاطب کر کے یہ تقریر کی :-

"جو اختیار مجھے میرا منصب عطا کرتا ہے اسے میں صرف تمہارے جسموں" "پر چلا سکتا ہوں - نہ کہ تمہارے دلوں پر - صرف خدا ہی دلوں پر" "قبضہ کر سکتا اور اثر ڈال سکتا اور اختیار چلا سکتا ہے - وہی لوگوں" "کے پوشیدہ خیالات کو جان سکتا اور بدل سکتا ہے - میری خواہش" "ہے کہ میرے اس کلام سے تم یہ سمجھو کہ میری نگہبانی اور میرا اختیار" "صرف تمہارے افعال پر حاوی ہو سکتا ہے - نہ کہ تمہارے ضمیر پر" "میرے اصول ہمیشہ سچے انصاف پر مبنی ہونگے - نہ کہ میری ذاتی" "مرضی یا خواہش یا طمع پر - اور جب میں ان اصول کے ذریعہ" "سے ان برائیوں کی اصلاح کرونگا جو کہ انتظام حکومت ہیں"

"داخل ہو گئی ہیں تو سلطنت طاقتور ہو جائیگی۔ اور
"آئندہ نسلیں میری تعریف کرینگی"

نوشیروان کچھ عرصہ تو اپنی ان باتوں پر قائم رہا۔ لیکن بعد میں اُسے ان سے دست بردار ہونا پڑا۔ مگر مجبوراً اور مصلحتاً کیونکہ مزدک نے جن مذہبی عقاید کی تعلیم دی تھی۔ وہ ملک کے لئے نقصان رساں اور خطرناک تھی۔ یہ تعلیم اول تو ملکی مذہب کے خلاف تھی۔ دوسرے اُس کا منشا یہ تھا۔ کہ ہر شخص کی جان و مال کو غارت کیا جائے۔ اس سے ملک میں جھگڑے فساد ہوتے تھے۔ جب ایک شخص نے نوشیروان سے یہ فریاد کی کہ مزدک کے ایک معتقد نے میری بیوی زبردستی چھین لی ہے تو نوشیروان نے مزدک سے کہا کہ تم اس شخص کی بیوی کو واپس کرادو۔ لیکن بجائے اس کے کہ نوشیروان کا یہ مفید حکم مانا جاتا۔ اُلٹی اس کے حکم کی ہنسی اڑائی گئی۔ اس پر تو نوشیروان ناخوش ہو گیا۔ اس نے اول تو مزدک کو قتل کرایا۔ پھر اُس کے بہت سے معتقد ہلاک کرائے۔ اور اس کی تعلیم کو مٹوا دیا۔ اور ملک سے خارج کر دیا۔

نوشیروان نے اپنے ملک کو آباد و شاد بنانے اور عروج پر پہنچانے کے لئے بڑی تندہی سے کوشش کی۔ تمام شکستہ شدہ پلوں کو مرمت کرایا۔ بہت سی نئی عمارتیں بنوائیں اور ہر برباد گاؤں اور شہروں کو از سر نو آباد کرایا۔ بہت سے مدرسے قایم کئے۔ علم و ہنر کی وہ قدر دانی کی کہ اس کا دربار یونان کے حکما و فضلا کا مرکز بن گیا۔ اس نے کل سلطنت کو چار صوبوں میں تقسیم کیا۔ اور اس کے انتظام کے متعلق عمدہ

قوانین جاری کئے۔ تاکہ ان کے حکام اور عمال ظلم و جبر نہ کر سکیں۔ اسے اپنے ارادوں میں زیادہ تر کامیابی لائق و قابل وزیر بزرجمہر کی رائے سے حاصل ہوئی ٭

نوشیرواں کو مورخ اور ایران کے لوگ "عادل" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اس لقب کا مستحق تھا۔ وہ عدل و انصاف میں کبھی کسی کی طرفداری نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا بیٹا نوشزاد جو ایک عیسائی بیوی سے تھا۔ وہ اپنی ماں کی مانند مسیحی مذہب کا قائل تھا۔ مگر وہ نادانی سے مجوسیوں کے مذہب سے اس قدر نفرت کرتا تھا۔ کہ **نوشیرواں** اس سے ناخوش ہو گیا۔ اور سزا کے طور پر اُسے قید کر دیا ٭

کچھ عرصہ بعد جب نوشیرواں ملک شام میں تھا۔ تو وہاں وہ بیمار ہو گیا۔ اور اس کی وفات کے متعلق ایک افواہ پھیل گئی۔ **نوشزاد** افواہ سنتے ہی قید خانہ سے نکل گیا اس نے اور قیدیوں کو بھی رہا کر دیا۔ اور بہت سے عیسائیوں کو جمع کر کے فارس وغیرہ میں حکومت قائم کر لی۔ اس کی خبر نوشیرواں کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ایک سپہ سالار رام برزین کو لکھا کہ "تم نوشزاد سے کہو کہ وہ اطاعت قبول کرے۔ اور قیدیوں کو واپس قید خانہ میں بھیج دے۔ تم ان حکام کو قتل کر دو جنہوں نے نوشزاد کو مدد دی ہے۔ اگر شہزادہ ان باتوں کو مان لے تو میں اسے معافی دے دوں گا۔ لیکن اگر وہ سرکشی سے باز نہ آئے۔ تو تم اس پر فوج کشی کر دو۔ اور اگر وہ مقابلہ میں مارا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر وہ جنگ میں گرفتار کر لیا جائے تو اسے

اُسے قید خانہ میں قید کر دو۔ اور بدستور اُس کی آسایش کا سامان مہیا کرو۔ اگر کوئی شخص اسے برا بھلا کہے تو اس شخص کی اول تو زبان کھنچواؤ اول پھر اسے قتل کراؤ۔ رام برزین نے نوشزاد کے پیغام بھیجا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس لئے اس پر فوجکشی کی گئی۔ اور نوشزاد میدان جنگ میں مارا گیا +

نوشیروان کا دربار بڑا شاندار تھا۔ اور نہایت قیمتی چیزوں سے جو جواہرات سے مرصع تھیں آراستہ تھا۔ اس کے دربار میں بہت سے ملکوں کے سفیر رہتے تھے۔ جن میں زیادہ با وقعت ہندوستان اور چین کے سفیر تھے۔ اس نے کئی ملک فتح کئے۔ مگر ان باتوں کا مفصل ذکر بخوف طوالت قلم انداز کر دیا گیا +

ایک واقعہ سے متاثر ہو کر نوشیروان نے ملک میں جاسوس مقرر کئے۔ ان کی رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ باوجود سخت نگرانی کے بہت عمال ظلم کرتے اور رشوت لیتے ہیں۔ اس پر نوشیروان نے تحقیقات کی۔ اور بیس گورنروں کو ہلاک کرایا +

نوشیروان نے مقدور بھر اپنی رعایا کی خوشی اور خوشحالی اور ملک کے عروج کو مدنظر رکھا اور جہاں تک اُس کے قبضہ اختیار میں تھا۔ رعایا کی بھلائی کے لئے کوشش کی۔ اگرچہ وہ بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اس کا ملک بحر روم سے لیکر دریائے اندس تک۔ بحر احمر سے لے کر بحیرۂ اخضر تک اور ریوکساین سے لے کر دریائے جیحوں تک چلا گیا تھا۔ لیکن نہ تو اس نے عیش پرستی کو اپنے لئے روا رکھا اور نہ دوسروں کے لئے۔ وہ انصاف اور راستی کا خواہاں تھا۔ اور ملک کا سچا خیرخواہ

اُس نے ملک کا انتظام نہایت عمدہ طور پر کیا۔ اور ایسے قوانین بنائے جس سے ملک کی آبادی۔ زرخیزی۔ دولت طاقت اور خوشحالی کو ترقی ہوتی ہے۔ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے سارا عالم اسے مہذب ملک کہتا ہے۔ اور بادشاہوں کو ہونا بھی ایسا ہی چاہئے جیساکہ نوشیروان عادل تھا۔

شاہ عباس اعظم

شاہ عباس اپنے بڑے بھائی حمزہ مرزا کے قتل کئے جانے پر فارس کے تاج و تخت کا مالک قرار دیا گیا۔ اس نے ۱۵۸۶ء میں عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ جس کے بعد ہی اس نے خراسان کا رخ کیا۔ عباس ایران کا بادشاہ بنائے جانے سے پیشتر خراسان کا گورنر تھا۔ خراسان سے چلے آنے کے بعد ہی ازبک ترکوں نے خراسان پر حملہ کردیا ان ترکوں نے ہرات پر قبضہ کرکے اور وہاں کے گورنر کو ہلاک کرکے شہر اور نواحی ملک کو تباہ کردیا۔ عباس خراسان کے پایہ تخت مشہد کی طرف بڑھا۔ لیکن چونکہ وہاں اندرونی مشکلات برپا تھیں۔ اس لئے وہ وہاں تو نہ گیا۔ بلکہ قزوین چلا گیا۔

ترکوں کے سپہ سالار عبدالمومن خاں نے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت شاہ عباس پایہ تخت طہران میں بیمار پڑا تھا۔ اس سے کل ملک میں پریشانی پھیل گئی۔ ازبک ترکوں کو ملک بدر کرنے کے لئے اسے مغرب کی طرف سے ترکوں کی روک کرنا پڑی۔ اس نے جارجیہ کے فرمانروا مراد سوئم سے

صلح کر لی۔ حالانکہ اس صلح سے طبریز ایرانیوں کے قبضہ سے جاتا رہا۔ اور بحیرہ کاسپین میں کی ایک یا دو بندرگاہ بھی ÷

۱۵۹۷ء میں اس نے ازبک ترکوں کو ہرات اور خراسان سے نکال دیا۔ مشرق کی جانب اُس نے بلخ تک اپنی حکومت قائم کر لی جنوب میں بحرین تک اور عرب کی طرف خلیج فارس تک ہرمز۔ بدیں لوہستان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نے خراسان میں اپنی حکومت کو تقویت دینے کی غرض سے کردوں کی ایک نوآبادی سرحدی پر بسائی۔ ۱۶۰۳ء میں اُس نے سلطنت عثمانیہ سے ازسرنو جنگ کا آغاز کیا۔ اور اُن صوبوں کو ایک ایک کرکے فتح کر لیا۔ جو ترکوں نے سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیے تھے۔ ۱۶۲۲ء میں اس نے قندھار کو فتح کر لیا ÷

شاہ عباس "اعظم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کا انتقال ۷۰ سال کی عمر میں فرح آباد کے مقام پر ۲۷ جنوری ۱۶۲۹ء میں ہوا۔ وہ ایرانی بادشاہوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے دربار میں انگلستان۔ روس۔ اسپین۔ پرتگال۔ ہالینڈ اور ہندوستان کے سفیر رہتے تھے۔ وہ اپنی عیسائی رعایا پر بڑا مہربان تھا۔ اور دوسرے مذہب کے لوگوں کے ساتھ تعرض نہیں کرتا تھا ÷

اگر اس کے فتوحات سے قطع کرکے اس کی خصلت اور ملکی خیرخواہی کو دیکھا جائے۔ تو وہ علاوہ ایک بے نظیر فرمانروا کے ایک محب وطن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے ملکوں کو نہ صرف دشمنوں اور غیر قوموں کی مخالفت ہی سے بچایا بلکہ اُسے ہر طرح پر ترقی دی۔ اور حتی الامکان ترقی کے سارے وسائل بہم پہنچائے۔ ملک کا اندرونی انتظام کرکے امن و امان قائم کرنا۔ غیر ملک والوں کو ملک سے نکالنا۔ عمدہ اور نفع بخش قوانین جاری کرنا۔ رفاہ عام کے

کاموں کو اور باتوں کو ترقی دینا۔ علوم و فنون کو وسعت دینا۔ تہذیب و شائستگی کو پھیلانا۔ انصاف اور رحمدلی کی حکومت کرنا۔ اور اپنے ملک والوں کی بھلائی مدنظر رکھنا۔ یہی ایسی باتیں ہیں۔ جن کے باعث کوئی شخص یا بادشاہ محب ملک کہلا سکتا ہے۔ اس کے دل میں اپنے ملک اور اپنی رعایا کی خیرخواہی کا ایک سچا شوق اور جوش تھا۔ اہل ایران اُسے ایرانیوں میں سے زبردست اور ملک کا سچا خیرخواہ جانتے اور مانتے ہیں ٭

ایک قدیم مصری محب وطن

مصر پر مسیح سے کوئی دو ہزار سال قبل ایک قوم نے حملہ کیا۔ یہ قوم گلہ بان تھی۔ اور مویشی چرانے کا پیشہ کرتی تھی۔ اس کا نام ہکسوس تھا۔ وہ عرب سے چل کر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس نے متواتر حملے کر کے تھیبس کے فرمانرواں پر غلبہ حاصل کر لیا ٭

یہ ایک وحشی قوم تھی۔ ملک پر قبضہ کرنے کے بعد اُس نے شہروں میں آگ لگا دی۔ عبادت گاہوں کو غارت کر دیا کیونکہ وہ اہل مصر کے مذہب کو حقیر جانتے تھے۔ اور بے رحمی کے ساتھ باشندوں کو قتل کیا۔ عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سے اہل مصر کا دم ناک میں کر دیا اس وحشی اور ظالم قوم میں سے کئی بادشاہ مصر میں گزرے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا فرمانروا سلاطس تھا جس نے شہر موف کو پایہ تخت قرار دیا ٭

ہکسوس قوم میں سے مصر میں دو شاہی خاندان گزرے ہیں۔ جو سولھویں اور سترھویں شاہی خاندان کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اور ان کی حکومت سوائے تھیبس کے جہاں ایک قدیم شاہی خاندان

حکمران تھا باقی کل مصر پر قائم ہو گئی تھی ÷

جب مصر کے لوگ اس قوم کی حکومت اور ظلم و ستم سہتے سہتے بالکل تنگ آ گئے تو انہوں نے اس کی حکومت کو مٹا دینے کے لئے ارادہ کیا اس خیال کے پیدا ہوتے ہی ملک میں محبان وطن کی ایک خاص جماعت بن گئی جس نے آزادی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کیا۔ اور جب لوگ آزادی کرنے پر تیار تھے تو تھیبس کے بادشاہ نے ان کی مدد کی۔ اور آخر کار آزادی حاصل کرنے کے لئے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ایک خوفناک جنگ کی ابتدا ہوئی جس میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں یہ جنگ مدتوں جاری رہی جس میں کبھی ایک فریق غالب آتا تھا تو کبھی دوسرا فریق۔ محبان وطن اور آزادی کے حامیوں کا سرغنہ اہمس تھا ÷

جنگ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مصر نے جو تعداد میں زیادہ تھے ہکسیس قوم کے لوگوں کو قلعہ اوارس میں گھیر لیا محصورین کی تعداد ۲ لاکھ ۴۰ ہزار تھی اور محاصرین کی ۴ لاکھ ۸۰ ہزار۔ محاصرہ مدت تک جاری رہا۔ آخرکار ہکسوس قوم کے لوگوں نے تنگ آ کر صلح کے لئے درخواست پیش کی جس میں یہ التجا تھی کہ اگر محاصرین یہ وعدہ کریں کہ وہ محصورین کو ملک سے بلا تعرض چلا جانے دیں گے تو محصورین اطاعت قبول کر لیں گے۔ ان کی یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اور ان کو ملک سے چلے جانے کے لئے اجازت دے دی گئی ÷

جس شاہی خاندان اور جس محب ملک نے ہکسوس قوم کے ساتھ آزادی کی جنگ کی ابتدا کی تھی۔ اس کا خاتمہ دوران جنگ ہی میں ہو چکا تھا۔ اور ہکسوس قوم کے ملک بدر ہونے کے بعد مصر میں نیا اٹھارہویں خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کا پہلا بادشاہ آہمس تھا ہکسوس قوم کے جانے کے بعد مصر کی اس حقیقی اقبالمندی

دور شروع ہوا جس کے لئے وہ دنیا میں آج تک مشہور ہے +

مصر کی آزادی کا حامی

موجودہ زمانہ میں مصر کی آزادی کا خیال اہل مصر میں دن بدن بڑی تیزی اور جوش کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ آج کل وہاں ایک نیشنلسٹ پارٹی اپنے آزادی کے پروگرام کو بڑی قابلیت اور تندہی کے ساتھ مکمل کر رہی ہے۔ اس ساری تحریک کا بانی مبانی مرحوم مصطفےٰ کامل پاشا تھا جس کی وفات کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ اس وطن پرست نے اپنے ملک والوں کے دل پر اس بات کو نقش کر دیا کہ مصر مصریوں ہی کے لئے ہے اس کی یہ تعلیم کہ مفتوح قوموں اور ملکوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی پالیسی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ اپنی تمام ہمت کے ساتھ کامل حریت (آزادی) کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں +

جو لوگ حقیقی انسان کا لقب پانے کے حقدار ہیں اور جو ملک و قوم کے لئے ایک رحمت الٰہی اور برکت ایزدی کہے جا سکتے ہیں صدیوں اور قرنوں کے بعد پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اور اس لئے "سنز آف سنچوریز" یعنی صدیوں کے فرزند کہلاتے ہیں۔ مصطفےٰ کامل اسی قسم کا آدمی تھا۔ وہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور یکم رجب ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۴- اگست ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوا۔ ۶ سال کی عمر میں اس کی تعلیم شروع ہوئی اور ۹ سال کے سن میں پوری ہو گئی +

مصطفےٰ کامل کیلئے اگرچہ ذاتی فائدہ کی بہت بڑی بڑی شاہراہیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن اس نے نہ کوئی ملازمت پسند کی۔ نہ کوئی اور دنیاوی کام اختیار کیا۔ بلکہ یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنی تمام کوششوں اور

تمام قوتوں کو ملک اور قوم کی خدمت میں صرف کرونگا ۔

بچپن ہی سے مصطفیٰ کامل پالیٹکس سے بہت کچھ دلچسپی رکھتا تھا جس زمانہ میں وہ قانون کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت کم از کم نصف درجن انجمنوں کا ممبر تھا۔ اور ہر ایک میں اسپیچیں اور لکچر دیا کرتا تھا۔ مزید براں اخبار المؤید اور الاہرام میں مضامین لکھتا اور ساتھ ہی کچھ تصنیف بھی کرتا رہا ۔

علمی زندگی ختم کرتے ہی مصطفیٰ کامل نے بلا پس و پیش ملکی خدمت شروع کر دی۔ اوّل اوّل اس نے ایک رسالہ نکالا جو بڑی وقعت سے دیکھا گیا۔ اور جس کی ۵۰ کاپیاں محکمہ تعلیم نے بھی خریدیں۔

اس کا پہلا ملکی کام یہ تھا کہ اُس نے ۴ جون ۱۸۹۵ء کو فرانس کے پریزیڈنٹ کے پاس ایک عرضداشت معہ ایک کارٹون یعنی تصویر کے بھیجی۔ جس میں مصر کی حالت زار اور انگریزوں کی مداخلت کا نقشہ پُردرد شکل میں تھا ۔

اس تصویر میں ایک نازنین کھڑی ہے جس کے سر پر فرانس کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ مصر کی طرف اسکی فریاد کی درخواست لینے کے لئے بڑھا رہی ہے۔ اس کے پیچھے ۴ نازنین کھڑی ہیں جن کو فرانس کی مدد سے نجات ملی تھی۔ یعنی یونان بلجیم۔ اٹلی اور ممالک متحدہ امریکہ یہ چاروں حسینہ اپنے اپنے ملکی لباس میں اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے کھڑی ہوئی ہیں۔ جو ان کی آزادی کا ثبوت ہے ۔

فرانس کی نازنین کے سامنے نیچے کو مصر ایک نوجوان نازنین کی شکل میں کھڑی ہے لیکن وہ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس کے ناگنی بال بڑھ کر اس کے اوپر کے لباس کا کام دے رہے ہیں سوائے سر کے پریشان بالوں کے اس کے جسم پر اور لباس بھی نہیں ہے۔

قبیلکی سختی سے اس کے چہرے کی رونق و تازگی جاتی رہی ہے۔ زنجیریں جن میں وہ جکڑی ہوئی ہیں ایک سفید شیر کے چنگل میں ہیں جسے ایک نہایت خوفناک شخص لئے ہوئے ہے۔ وہ غضبناک نگاہوں سے مصر کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ اسے نگل جائے۔ یہ تصویر جان بل کی ہے جو مصر پر زبردستی اپنا چنگل گاڑے ہوئے ہے۔

اس خوفناک شخص کی تصویر کے پاس ایک بڈھا آدمی ایک مٹکے سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ جس میں سے پانی نکل رہا ہے۔ یہ نیل کی تصویر ہے۔ جان بل نے اپنا ایک پاؤں اس مٹکے میں ڈالے ہوئے ہے جس سے ایک دقیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ مصر میں مداخلت کر رہا ہے تصویر میں نیچے عربی کے اشعار ہیں اور ان کے مقابل ان کا ترجمہ فرانسیسی میں درج ہے۔ ان اشعار کا مطلب یہ ہے:۔

"اے فرانس تو نے کئی قوموں کی مصیبت دور کر دی جس سے تیرا نام ہمیشہ قائم رہیگا۔ مصر کو دیکھ وہ بہت بری حالت میں ہے اور نیل کو ہلاکت سے بچا لے"

تصویر کے ساتھ جو درخواست تھی اس میں نہایت درد کے ساتھ فرانس کی گورنمنٹ سے یہ التجا کی گئی تھی کہ وہ مصر کی آزادی میں مدد دے کیونکہ فرانس نے انسانی حقوق کی حفاظت اور آزادی کی حمایت کا کئی جگہ ثبوت دیا۔ مصر یہ امید لے کر آیا ہے کہ اس کی مدد فرانس ضرور کریگا۔

اس درخواست کے مضمون پر فرانس کے اخباروں میں ایک عرصہ تک بحث چھڑی رہی۔ آخر کار گورنمنٹ فرانس نے مصطفیٰ کامل کو طولون میں بلایا۔ وہاں اس نے ایک فصیح لیکچر ہزاروں لوگوں کے مجمع میں دیا جس میں اعیان و ارکان جمع تھے۔ یہ پہلا لیکچر تھا۔ جو اس نے یورپ میں دیا لیکچر فصاحت اور وطن پرستی کا بے مثل نمونہ تھا۔ اس کے اثر سے فرانس کا پولیٹیکل حلقہ بیحد متاثر ہوا۔ اور فرانس میں مصری پالیٹکس کی صدا گونج

اٹلی اور نوجوان مصطفےٰ کامل کا تمام یورپ میں چرچا پھیل گیا ✦

اس کے بعد اس نے اسکندریہ اور قاہرہ میں پولیٹکل اسپیچوں کا تار باندھ دیا اور اپنی پرجوش اور دردمندانہ تقریروں سے ملک کو بیدار کر دیا۔ جب کوئی واقعہ یا معاملہ غیر ملکوں کے ساتھ آ پڑتا تو وہ نہ صرف ملک والوں ہی کو اس کی مداخلت کے لیئے آمادہ کرتا۔ بلکہ براہ راست یورپین سلطنتوں سے گفتگو کرتا اور حتے الامکان اپنے ملک کے لئے جان لڑا دیتا تھا ✦

جب آرمینیہ کے معاملہ میں ٹرکی کے خلاف انگریزوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ اور خود غرض لوگوں کے خاص کر مسٹر گلیڈ اسٹون کے بہکانے سے سارے انگریز ٹرکی کے خلاف ہو گئے تو مصطفےٰ کامل نے مسٹر گلیڈ اسٹون کو ایک خط مصر کی آزادی کے بارہ میں لکھا۔ اس کے جواب میں مسٹر گلیڈ اسٹون نے تسلیم کیا کہ تخلیہ مصر کی مدت کو گزرے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں ✦

سلطان ٹرکی نے مصطفےٰ کامل کی صداقت اور ان کی کوششوں کے عوض میں خوشی کا اظہار کیا۔ اور ۱۸۹۶ء میں ایک تمغہ خالص سونے کا جس پر سلطان کا دستخطی طغرا تھا اور بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے مصطفےٰ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد دو اور نشان اعزازی عطا کیئے ✦

جب مصطفےٰ کامل کی پولیٹکل کوششیں بار آور ہونے لگیں تو اس نے ملک و قوم کی خدمت کے لیئے ایک روزانہ اخبار ۲۔ جنوری ۱۹۰۰ء کو نکالنا شروع کیا۔ اس سے مصطفےٰ کامل کی وقعت خاص و عام میں اور زیادہ ہو گئی اس اخبار میں اس نے ملکی خدمت اور وطن پرستی کے فرائض خوب عمدگی سے ادا کیئے۔ اس اخبار کی ایڈیٹری کے زمانہ میں بھی مصطفےٰ کامل نے اسپیچوں اور تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا اور ان سب کوششوں سے ملک کو بالکل بیدار کر دیا ✦

مصطفےٰ کامل کی صداقت اور قومی جوش کا اندازہ ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے

جو یہ ہے کہ ڈنشوائے کا حادثہ ہوا اور برطانیہ کے وزیر خارجہ نے خلاف حق و انصاف سارا الزام اہل مصر کے سر تھوپنا چاہا اور اپنے ہم قوموں کو بری کیا تو مصطفےٰ کامل جوش میں آکر سیدھا لنڈن گیا۔ وہاں اس نے اس معاملہ کے متعلق ایک زبردست لکچر دیا اور خود وزیر اعظم سے ملا۔ اور یہاں تک کر دکھایا کہ اس قانون کو بدلوا دیا ساتھ ہی اپنی کوشش سے بہت سے انگریزوں کو مصر کے حقوق کی حمایت کے لئے آمادہ کر دیا۔

مصطفےٰ کامل نے یورپ کے متعدد سفر کرنے کے بعد اپنے روزانہ اخبار اللوا کو انگریزی اور فرانسیسی دونوں زبانوں میں نکالنا شروع کیا تاکہ اس کی آواز برطانیہ اور فرانس دونوں ملکوں میں پہنچتی رہے۔ اس کی اس تدبیر سے مصر کو بہت فائدہ پہنچا۔

پھر اس نے ڈنشوائے کے قیدیوں کی رہائی کے لئے بارہ ہزار مصریوں کے دستخطوں سے ایک درخواست سلطان ٹرکی کی خدمت میں روانہ کی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ خدیو مصر کی سالگرہ کے موقع پر رہا کر دئے گئے۔ اس نے کوشش کر کے ایک ایسا مدرسہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۸۹۹ء کو قائم کیا جس میں طلبا کو حمایت اسلام اور ملک و قوم کی خدمت کرنے کی تعلیم دی جائے۔ یہ مدرسہ خود اس کے نام پر قائم کیا گیا۔ مصطفےٰ کامل نے اپنے آخری ایام میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے بھی چندہ جمع کرنا شروع کیا تھا۔ اس کے لئے بہت کچھ چندہ جمع ہو چکا ہے اور امید ہے کہ یہ کام جلد درجہ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ مصطفےٰ کامل ۳۴ سال ۶ ماہ ۸ دن زندہ رہا۔ اس نے سنہ ۱۳۲۶ھ میں ماہ محرم کی ۹ تاریخ کو وفات پائی۔ اس کی موت موت نہیں بلکہ ملکی زندگی ہے اسکے جنازہ پر ۳ لاکھ آدمیوں کا ہجوم تھا۔ اسکی کوششوں سے نہ صرف مردوں ہی میں بیداری پیدا ہو گئی۔ بلکہ مصری عورتوں میں بھی جوش ہے کا بہت اسکندریہ

اور قاہرہ میں نصب کرنے کے لئے چندہ جمع کر رہی ہیں +

مصطفےٰ کامل نے اپنے ملک کے لوگوں کو یہ سبق سکھایا کہ :-

"جو لوگ اپنے ملک کی خدمت میں اپنی عمریں فنا کرتے ہیں اور اپنی طاقتوں"
"کو صرف کرتے ہیں ، وہ وطن پرستی کی تحریک سے اپنے وجود کو علیحدہ نہیں جانتے"
"بلکہ اسی تحریک میں گھل کر فنا ہو جاتے ہیں - دنیا کی قومیں اپنے ہی کابل پر ترقی"
"کرتی ہیں - اگر ان کی آزادی چھین لی جائے تو وہ صرف اپنی ہی کوششوں"
"اور سرگرمیوں سے اس نعمت کو واپس لے سکتی ہیں کوئی قوم دنیا میں محفوظ"
"نہیں رہ سکتی اور نہ سلامت - جب تک کہ وہ اپنی ذات سے طاقتور نہ ہو اور"
"اس کے پاس مدافعت کے ایسے کامل سامان موجود نہ ہوں جن سے کہ وہ"
"اپنی عزت اور اپنی دولت اور اپنی زندگی کو بچا سکے - جو قومیں اپنے ہمسایوں"
"اور دوستوں کی مدد سے ترقی کرنا چاہتی ہیں اور اپنی آزادی کی حفاظت میں"
"غیروں کی محتاج ہیں ان کی زندگی نہایت خطرناک ہے اور وہ کبھی ترقی"
"اور کامیابی کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتیں"

مصطفےٰ کامل پاشا کے آخری الفاظ جو نزع کی حالت سے پہلے اس نے اپنے بھائی علمی فہمی کو مخاطب کر کے کہے تھے وہ یہ تھے :-

"عزیز بھائی ! تم دلیر اور ثابت قدم رہنا - اور میرے نقش قدم پر چلنا اور میری"
"طرح کام کرنا ، اور یقین کرنا کہ تمہارا بھائی مرا نہیں ہے - کل قوم تمہاری مدد"
"مدد اور حمایت پر کمربستہ ہے - پیارے بھائی ! - ہم حق پر ہیں - اس لئے کبھی"
"مغلوب نہ ہونگے - دشمن میرے مرنے پر خوش ہونگے مگر آخر کار ان"
"کو بھی ایک دن مرنا ہے - خدا کا شکر ہے کہ میں نے وطن پرستوں کی"
"انجمن کی بنیاد ڈالی اور ایسے لوگوں کو چھوڑ چلا ہوں جو اس بنیاد پر وطن"
"کی شان اور عظمت کی بلند عمارتیں کھڑی کرینگے" +

مصر سے غیر ملک والوں کی حکومت کا اٹھایا جانا

جب مصر میں انیسویں شاہی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو غیر ملک والوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ کیونکہ ایک شامی ارسو نامی نے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔ اور مصر کے سارے امرا کو ملک سے نکال باہر کیا۔ اس فرمانروا کے وقت میں ملک میں خانہ جنگی کا زور رہا اور دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں مصر کمزور ہوتا گیا۔ خیر ارسو کو ایک شخص سیت نخت نے ملک سے نکالا اور خود راج پاٹ کرنے لگا۔ اس نے مصر کی طاقت کو بڑھایا۔ سیت نخت نے ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی +

سیت نخت کے بعد اس کا بیٹا فرمانروا بنایا گیا۔ جس کا نام رامسس تھا۔ اس نے ۳۰ سال کی حکومت میں ملک کی بہت خدمت کی۔ اور ان ایشیائی قوموں کا زور گھٹایا جو مصر کے لئے خوفناک ثابت ہوتیں۔ مزید براں ملک میں بھی امن و امان قائم کیا۔ جس وقت وہ فوت ہوا تو ملک آباد و خوشحال تھا لیکن یہ خوشحالی تھوڑے ہی عرصہ تک رہی۔ رامسس کے جانشین عیش پسند تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت تفریح اور آرام میں گزرتا تھا۔ اسلئے وہ ملک کی نگرانی بذاتِ خود نہیں کر سکتے تھے حکام کا زور بڑھتا گیا اور وہ رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے رہتے۔ رعایا سے جبریہ خدمت لی جاتی تھی۔ غربا اور پیشہ ور ستائے جاتے تھے۔ پوجاریوں یا دینی پیشواؤں کا ملک میں بڑا رسوخ تھا۔ ان کا اقتدار بادشاہوں کی غفلت سے بہت بڑھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تو برائے نام حکمران ہوتا تھا۔ اسلئے حکمران تو یہی پوجاری تھے۔ بادشاہ انکے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلیوں کی مانند تھے۔ پوجاریوں کا زور یہاں تک ہو گیا کہ شہر تھیبس میں جو مشہور امون دیوتا کا تھا اسکے سردار پوجاری کی عزت و وقعت بادشاہ سے بھی زیادہ ہونے لگی پہلے تو اس سردار پوجاری کا جانشین بادشاہ منتخب کرتے تھے۔ اور جانشین بعض اوقات شاہی خاندان کا خیر اندیش اور خیر خواہ ہوتا تھا۔ لیکن رامسس سوم کے عہد میں سردار پوجاری نے اپنا جانشین خود ہی منتخب کیا اس وقت سے تو یہ انتخاب سردار پوجاری ہی کی رائے اور مرضی پر موقوف

ہو گیا اور اس طرح سردار پجاری کا منصب موروثی ہو گیا ؛

پجاری کا زور خود بادشاہوں نے بڑھایا۔ بادشاہ جو عیش پسند تھے وہ خود اپنے اختیارات پجاری کے سپرد کر دیتے تھے۔ یہ وطیرہ مدتوں جاری رہا۔ اس سے پجاریوں کا اقتدار اور زیادہ ترقی کر گیا۔ رامسس نام کے تیرھویں بادشاہ کی وفات پر جس سے بیسویں شاہی خاندان کا خاتمہ ہوا۔ ہرحور نامی سردار پجاری نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اور بادشاہ بن بیٹھا ؛

ہرحور نے اکیسویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ مگر اسے سارے ملک نے بطور بادشاہ منظور نہیں کیا۔ بلکہ غاصب سمجھتے رہے۔ ہرحور کی حکمرانی کے وقت سے مصر میں دو بادشاہتیں قائم ہوئیں۔ ایک خود ہرحور کی۔ اور دوسرے تانس کے خاندان کے امیروں کی۔ اگرچہ اس وقت شاہی خاندان کا کوئی وارث نہیں رہا تھا۔ لیکن تانس کے امرا کا خاندان ایک قدیم شاہی خاندان کی یادگار ہونے کے باعث اپنے کو کل ملک کا جائز فرمانروا سمجھتا تھا ؛

پجاری بادشاہوں کے عہد میں بڑی بدامنی رہی۔ زراعت کا برا حال ہو گیا۔ لٹریچر نے کوئی ترقی نہیں کی۔ قوم کا اخلاق بگڑ گیا۔ اور لوٹ مار بے حد بڑھ گئی۔ سارا ملک تباہی کا منظر بن گیا۔ اسی ابتر حالت میں پجاری خاندان اور تانس کے خاندان میں شادی ہو گئی۔ مگر اس سے بھی ملک کو کوئی نفع نہیں ہوا ؛

جب تانس کے خاندان اور پجاری خاندان کا خاتمہ ہوا تو فوج کا سپہ سالار جو کسی دوسرے ملک کا شخص تھا۔ اس نے تخت شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اس کا نام شیشنق تھا۔ اس نے بائیسویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اس نے اپنے قوت بازو سے سارے ملک میں امن تو قائم کر دیا۔ لیکن اور طرح پر ملک کو کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ شیشنق کے بعد کوئی بیس فرمانروا اور گزرے۔ مگر سب عیش پسند تھے۔ اس لئے ملک پر دوسرے ملک والوں نے قبضہ کر لیا ؛

خاندان شیشنق کے بعد مصر میں ایتھوپیا یعنی زمانہ حال کے سوڈان

کے ایک خاندان نے حکومت شروع کی۔ اسے تخت سے اتار کر اتھوپیہ کے اور بادشاہ شباکتا نے مصر میں حکومت قائم کی۔ اُسنے ۲۳ ویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی ۶۸۱ سنہ قبل مسیح میں اس خاندان کا بادشاہ ترہاقہ حکمران تھا +

ترہاقہ کے بعد مصر میں کچھ عرصہ اسوریہ والوں کی حکومت رہی اسوری بادشاہ اسا یا سامتخ نے اتھوپیہ کے شاہی خاندان میں شادی کی۔ جس کے باعث اتھوپیہ کے شاہی خاندان کا اثر مصر سے بالکل جاتا رہا۔ اسوری خاندان نے مصر میں تھوڑے ہی عرصہ حکومت کی کیونکہ مصری جو مدتوں غیر اقوام کی حکومت سہتے سہتے تنگ آگئے تھے انہوں نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو سکے مصر میں مصر والوں ہی کی حکومت قائم کی جائے +

ایک شخص سامتک نامی نے حب الوطنی کے جوش میں آکر اپنے ملک والوں کو آمادہ کیا کہ وہ غیر ملک والوں کو نکال باہر کریں۔ جب محبان ملک کا زور بڑھنے لگا تو ان کی خوش قسمتی سے اسوریہ میں بغاوت ہو گئی۔ اسوری شاہی خاندان جو مصر پر حکمران تھا اسکی ساری توجہ اسوریہ کے معاملات کی طرف مبذول ہو گئی۔ اس سے محبان ملک کو اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں بے حد مدد ملی۔ سامتک نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر مصر کے بارہ حصوں کے فرمانرواؤں میں اتحاد پیدا کرا دیا اور شاہ لیڈیہ کے ہاں سے ایک فوج منگائی۔ اس فوج کی مدد سے اہل مصر نے اسوریہ والوں کو ملک سے باہر کر دیا +

اسکے بعد سامتک ہی کو کل ملک نے اتفاق رائے سے مصر کا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ وہ بڑا دوراندیش اور جفاکش تھا اس کے عہد میں ملک میں از سر نو امن و امان اور خوشحالی آگئی۔ اس نے نہریں اور سڑکیں درست کرائیں بنجر زمینوں میں کاشت کرائی۔ مندروں اور شہروں کو از سر نو تعمیر کرایا۔ ملک کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ تجارت کو ترقی دی۔ جب یہ بادشاہ جس نے ۲۶ ویں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی فوت ہوا تو سارے ملک نے اس کا ماتم کیا اور اس کی خدمات کا پبلک طور پر اعتراف کر کے باتفاق رائے اُسے ملک کا خیر خواہ اور محب وطن قرار دیا +

فرانس کا ایک محب ملک

یہ محب ملک میرابیو تھا۔ اُسکا پورا نام ہنواور گبریل ریکوئٹی میرابیو تھا۔ وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا مدبر اور فصیح البیان تھا۔ اور ۱۷۴۹ء میں نوابی خاندان میں پیدا ہُوا تھا۔ اس مدبر اور فصیح البیان شخص کی ابتدائی زندگی کے حالات جو عشق و عاشقی اور ایسی باتوں سے متعلق تھے۔ اُن کو ہم اسلئے قلم انداز کئے دیتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے مدعا سے متعلق نہیں ہے۔ اُسکی ملکی زندگی جسکا آغاز اُسوقت سے ہُوا۔ جب کہ شاہ فرانس نے "انقلاب" سے پیشتر اسٹیٹس جنرل کی مجلس منعقد کی تھی۔

میرابیو کی رائے ملکی گورنمنٹ کے بارہ میں یہ تھی۔ کہ "گورنمنٹ کا وجود اس لئے ہوتا ہے۔ کہ عام لوگ یا رعایا اپنے روزمرہ کے کاموں کو امن اور اطمینان کے ساتھ انجام دے سکیں۔ وہی گورنمنٹ کامیاب ہوسکتی ہے۔ جو مضبوط ہوتی ہے۔ اور وہی گورنمنٹ مضبوط ہوسکتی ہے۔ جو عام لوگوں کی خواہش کے مطابق کام کرے"۔ چونکہ شاہ لوئی چہاردہم کی گورنمنٹ میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ اسی لئے اسے زوال ہوتا جاتا تھا۔

میرابیو اس اصول سے خوب واقف تھا۔ کہ "بادشاہ بغیر ذمہ دارانہ مجلس وزرا مضبوط ہو۔ ملکی انتظام میں رعایا کو قائم مقامی کے ذریعہ سے دخل حاصل ہو"۔ میرابیو کی عین خواہش تھی۔ کہ فرانس میں بھی اس قسم کی حکومت قائم ہوجائے۔ اسٹیٹس جنرل کی تاریخ کا ابتدائی حصہ میرابیو کی کوششوں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ اپنی قابلیت کے باعث جلد لیڈر تسلیم کرلیا گیا۔ اُسی کے باعث قومی مجلس کو روز اور استواری حاصل ہوئی جب قلعہ بسٹائل پر لوگوں کا قبضہ ہوجانے سے

"انقلاب" کی کامیابی کا یقین ہوگیا۔ تو میرابیو نے "قومی مجلس" کو مطلع کیا۔ کہ ایسے قوانین اور احکام جاری کرے جو مضبوط۔ مناسب اور دور اندیشی پر مبنی ہوں۔ اُس نے لوگوں کو بھی سمجھایا۔ کہ دہشتیانہ کارروائی سے آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُس نے "قومی مجلس" سے یہ بھی کہا۔ کہ فیوڈل سسٹم یعنی جاگیرداری بعوض خدمات فوجی کے مٹ جانے سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اُن کو جلد دور کیا جائے۔ لیکن چونکہ مجلس میں زیادہ تر ناتجربہ کار لوگ شامل تھے۔ اس لئے اُس نے دو چار ٹکا دئے۔ اور کچھ بھی کام نہ کیا۔ اس عرصہ میں ملک میں کشت و خون ہوتا رہا اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ پھر پیرس میں آگیا۔ اور معاملات کی صورت دگرگوں ہونے لگی۔ اُس وقت میرابیو نے خیال کیا۔ کہ وہ کسی دوسرے زبردست لیڈر کے ساتھ ملکر کام کرے۔ اُس نے اول لیفائیٹ سپہ سالار کو ملانا چاہا۔ مگر اُس کے خیالات نے اُس سے میل نہ ہونے دیا۔ پھر اُس نے نیکر کے ساتھ میل کرنا چاہا۔ اس عرصہ میں ملکہ فرانس نے رشوت کے ذریعہ میرابیو کو اپنا طرفدار بنانا چاہا۔ مگر اُس نے ملکہ کی استدعا قبول نہ کی ◆

میرابیو کا ایک دوست "کولمٹ ڈی لی مارک" تھا۔ اُس نے اُس وقت جبکہ فرانس میں کشت و خون ہو رہا تھا۔ میرابیو سے دریافت کیا۔ کہ "آپ بادشاہ کو کونسی تدبیر سے کام لینا چاہئے"۔ میرابیو نے اس سوال کے جواب میں ایک "اصلاح نامہ" تیار کیا۔ جس میں یہ تدبیر بتائی کہ "بادشاہ پیرس میں محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے اُسے پیرس چھوڑ کر کسی صوبہ کے پایہ تخت میں مثلاً روان میں چلا جانا چاہئے۔ اور اُمرا سے نہیں۔ جیسا کہ ملکہ نے مشورہ دیا بلکہ عام لوگوں سے میل کرنی چاہئے۔ جب پارلیمنٹ منعقد ہو تو بادشاہ کو اس بات کے تسلیم کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کرنی چاہئے۔ کہ ملک میں بہت تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ فیوڈل سسٹم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو چکا۔ اور یہ کہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان نئے تعلقات پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کو آئندہ طرفین کو وفاداری کے ساتھ

بٹھانا اور عمل میں لانا چاہیئے تھا۔

افسوس کہ یہ تدبیر جو عاقلانہ اور مدبرانہ تھی بادشاہ کی عقل سے باہر تھی۔ "قومی مجلس" کے سرغنہ اپنے اپنے خیالات کے مطابق ایک نیا نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ قاعدہ منظور کر لیا کہ "قومی مجلس" کا کوئی ممبر وزیر نہیں ہونا چاہیئے۔ اس سے میرابو کی آئندہ امیدوں پر پانی سا پھر گیا کیونکہ اس کے ذریعہ سے وزرا اور عوام الناس میں اتفاق نہیں رہ سکتا تھا۔ ملکہ نے بھی میرابو کی صلاح پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد میرابو کو دولت کا لالچ دیکر بادشاہ کا طرفدار بنانے کے لئے کوشش کی گئی۔ مگر اس پر اس لالچ کا مطلق اثر نہ ہو سکا۔ میرابو جس خیال کا آدمی تھا۔ اس خیال کا ایک ممبر کبھی نہ تھا۔ اس نے اپنے دوست رومیلی سے انگلستان کے ہاؤس آف کامنز کے فرائض اور قواعد لکھوائے۔ ان کو فرنچ زبان میں ترجمہ کیا۔ اور قومی مجلس میں بطور تجویز پیش کیا۔ لیکن مجلس نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فارن پالیٹکس یعنی غیر ملک کے ساتھ ملکی تعلقات کے بارے میں میرابو کی رائے بہت درست تھی۔ اسکا خیال تھا۔ کہ اگرچہ فرانس کے بادشاہ اور ملکہ نے غیر ممالک سے مدد مانگی ہے۔ لیکن غیر ممالک کو مدد نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ ان کو دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ وہ وزیر خارجہ کو ہر معاملہ میں رائے دیتا تھا۔ اور اس رائے کی تائید فرانس کی "قومی مجلس" میں کرتا تھا۔ اس سے وزیر خارجہ اور دیگر وزرا کے ساتھ کچھ عرصہ تک "قومی مجلس" اتفاق رکھ سکے۔

سنہ ۱۷۹۱ء میں میرابو جس کی جوانی کی بے عنوانیوں نے جسم کو کمزور کر دیا تھا اور ملکی تفکرات اور کوششوں نے دماغ پر برا اثر کیا تھا۔ سخت بیمار ہو گیا۔ تمام لوگوں کو یقین تھا۔ کہ میرابو ہی ملک فرانس کو آفت سے بچا سکتا تھا۔ وہ اسکی

علالت کے زمانہ میں بڑے متفکر تھے۔ وہ اُسکے گھر کے سامنے والے راستہ میں کسی قسم کا شوروشر نہیں ہونے دیتے تھے۔ اُنہوں نے اُسکا علاج اور تیمارداری خوب ہی کی۔ لیکن موت کے سامنے کسی کی کب پیش آتی ہے۔ آخر کار ۲ راپریل ۱۷۹۱ء کو فرانس کا خیرخواہ اور سچا محب وطن میرابیو فوت ہو ہی گیا۔

میرابیو کی وفات کے ساتھ ہی فرانس سے ایک قانونی بادشاہ کا وجود جو ملکی پارلیمنٹ کا تابع ہوکر رہے مٹ گیا۔ بعد میں جس قدر انقلاب سے متعلق واقعات کا ظہور ہُوا۔ ان سب کی بابت میرابیو کی پیشین گوئی درست نکلی۔ کیونکہ بادشاہ اور اُس کے خاندان کو پیرس سے بھاگنا پڑا۔ اُسیسے فرانس والوں نے شاہی خاندان کو دغاباز اور غدار قرار دیا۔ اور اُن کو آخر کار قتل کرایا۔ غیر ملک کے اُمرا اور فرمانرواؤں کی مدد بیکار ثابت ہوئی۔ ملک کے امرا فوج کا کام نہیں دے سکے غیر ملک کے دخل سے "انقلاب" کو ترقی ہوئی۔ اور ملک پر آفات کی بھرمار قومی مجلس نے اگرچہ عمدہ نظام حکومت بنایا۔ لیکن اُسکے ممبروں میں میرابیو کی رائے کے مطابق عملی قابلیت نہ تھی۔ اسلئے وہ نظام بیکار ثابت ہوا۔

میرابیو کی حب الوطنی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ "نہ تو ملکہ کی دولت کا لالچ اور نہ کسی اور شخص کی رشوت۔ میرابیو سے ایسی بات کرایا کھلواسکی جس پر اُسے اعتبار اور یقین نہ تھا۔ اور جسے وہ درست نہیں سمجھتا تھا۔

لیجئے حب الوطنی کی حد ہو گئی

جب تھیبس کے اُن محبانِ ملک کو کہ جو جلا وطنی کے ایام ایتھنس میں گذار رہے تھے اپنے ملک کو اسپارٹا والوں کے ظلم سے سنہ ۳۷۸ق مسیح میں رہائی دلانے میں کامیابی حاصل ہو گئی تو اسپارٹا کے بادشاہ نے بیوشیا پر فوج کشی کر کے اہلِ ایتھنس سے یہ جواب طلب کیا کہ انہوں نے اسپارٹا کے دشمنوں کو اپنے ہاں کیوں پناہ دی۔ اُس وقت اہلِ ایتھنس میں اسپارٹا کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے دو سپہ سالاروں کو تاوان میں اسپارٹا کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اُن میں سے ایک قتل کر دیا گیا۔ مگر دوسرا بھاگ گیا اس لئے اُس کے لیے جلا وطنی کا حکم صادر کیا۔ ان [illegible] نے اہلِ تھیبس کی مدد کی تھی ٭

اب تو اہلِ تھیبس کو یہ خوف دامنگیر ہوا۔ کہ کہیں وہ بے یار و مددگار نہ رہ جائیں۔ اس لیے انہوں نے اہلِ ایتھنس کو اپنا مددگار بنانے کے لیے اسپارٹا کے سپہ سالار اسفوڈریاس کو رشوت دے کر ایتھنس پر فوج کشی کرنے کے لیے آمادہ کیا یہ سپہ سالار چپکے سے رات کو ایتھنس کے شہر ایٹیکا میں فوج لیکر داخل ہوا اور کشت و خون کر کے واپس چلا گیا۔ جب اسپارٹا سے شکایت کی گئی تو وہاں کی گورنمنٹ نے کہا کہ ہمیں اس بات کا مطلق علم نہیں۔ مگر گورنمنٹ اسپارٹا نے اسفوڈریاس پر مقدمہ قائم کر دیا۔ لیکن وہ ایجیسی لاؤس کی کوشش سے بری کر دیا

گیا۔ اس پر ایتھنس نے فی الفور تھیبس سے دوستی کر کے اسپارٹا سے جو اُن کا قدیمی رقیب اور دشمن تھا جنگ چھیڑ دی ✚

اُس وقت یونان کی ریاستوں میں اسپارٹا کے خلاف ایک نئے اتحاد کی بنیاد پڑی۔ جس میں ۷۰ زرخیز اور دولتمند شہر داخل ہو گئے۔ ایتھنس ان سب کا سرغنہ قرار دیا گیا۔ کل متحدہ ریاستوں کی آزادی کی بڑی احتیاط سے حفاظت کی گئی ایتھنس کی کانگرس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ کل ریاستوں سے بحصّہ رسدی صرفہ جنگ کا لیا کرے۔ ایک جنگی بیڑہ بنایا گیا۔ پیریئوس کے مورچے اور قلعہ مضبوط کیا گیا۔ تمام متحدہ ریاستوں کی فوج وہاں پہنچ گئی۔ تھیبس نے تین سو چیدہ جانباز جوانوں کی ایک جماعت "گروہ مقدس" کے نام سے جنگ کے لئے منتخب کی۔ یہ سب لوگ عالی خاندان تھے۔ اور آپس میں رشتہ دار۔ تھیبس میں دو بڑے زبردست سرغنہ تھے۔ ایک پیلوپیڈس جس نے تھیبس کو اسپارٹا کے ظلم سے رہائی دلائی تھی۔ دوسرا اُس کا دلی دوست ایپامینونڈس۔ اگر اول الذکر بڑی قابلیتوں اور استوار خصلت کا شخص تھا۔ تو آخر الذکر قدرتی طور پر اور تعلیم کے ذریعہ سے نہایت نیکدل — یہ فوج کو فن حرب کی تعلیم دینے اور قواعد پریڈ سکھلانے میں بڑا ماہر تھا ✚

ایپامینونڈس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ اگرچہ وہ واجبی طریقہ میں سلطنت و شہرت و دولت کو حاصل کرنے سے متنفر نہیں تھا۔ تاہم وہ اُن کا لالچ کبھی نہیں کرتا تھا۔ وہ ملکی

زندگی کو اس لئے پسند کرتا تھا کہ اُس کے ملک کو اُس کی خدمات کی ضرورت تھی۔ وہ اپنی فوجی خدمات کو اس شان اور عمدگی کے ساتھ انجام دیتا تھا کہ اُس خدمت کی وقعت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ مگر جب اُس کی خدمات کی ضرورت نہیں رہتی تھی تو وہ خلوت کی زندگی بسر کرتا اور فلسفیانہ کتابوں کے مطالعہ میں لگا رہتا تھا۔ اگرچہ وہ اپنے ہم رتبہ اور ہم مرتبہ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح البیان تھا لیکن تقریر بہت ہی کم کرتا تھا۔ وہ اپنے زمانہ میں نہ صرف ایک نہایت قابل سپہ سالار ہی تھا۔ بلکہ نہایت عقلمند مدبر اور نہایت عمدہ فرد ملک۔

یہ دونوں سرغنہ ایک دوسرے کے ساتھ نہایت کامل اور اعلےٰ درجے کی مگر بے غرض دوستی اور محبت رکھتے تھے۔ اگرچہ ملکی خدمت میں ایک دوسرے کے رقیب اور مدمقابل تھے۔ لیکن ایک دوسرے کا بہت لحاظ کرتا تھا اور حفظ مراتب کا بڑا پابند تھا۔ ایجیسی لاؤس جو اسپارٹا کی کونسلوں کا پیشوا تھا اُسے ان دونوں کے مقابلہ میں زیادہ جدوجہد اور کوشش کرنے کا خیال ہوا۔ وہ بذات خود میدان جنگ میں آیا اور اپنے ہمراہ ۱۸ ہزار پیادہ فوج اور ۱۵ سو سوار لایا۔ اور بیوٹیہ پر دوبارہ یورش کر کے اُسے تاخت و تاراج کردیا۔ اور تھیبس اور اُس کے رفیق شہروں پر دھاک بٹھا دی۔ لیکن پیلوپیڈس اور اپامینونڈس اور اُن کے دوست چابریس (یہ ایتھنس کا سپہ سالار تھا) کی کوشش کے مقابلہ میں ایجیسی لاؤس کو کوئی بڑی معرکتہ الآرا فتح حاصل نہیں

ہوئی۔ یہ سنہ ۳۷۸-۳۷۶ قبل مسیح کے واقعات ہیں ۔

جنگ جاری رہی۔ کبھی اسپارٹا والے غالب رہے اور کبھی مغلوب۔ آخرکار سنہ ۳۷۴ قبل مسیح میں وہ بیوٹیشیا سے بالکل نکال دیئے گئے۔ اس کے بعد اہل تھیبس نے اہل فوکیہ کو اس لئے سزا دینا چاہی کہ اُس نے تیس سال پیشتر اہل اسپارٹا کو وسطی یونان میں آنے کے لئے راستہ دیا تھا۔ اہل تھیبس نے اس کے عوض ڈیلفی کے مندر پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر شاہ اسپارٹا کی مدد سے فوکیہ محفوظ رہ گیا ۔

اس کے بعد اہل ایتھنس نے اہل اسپارٹا سے صلح کرنا چاہی۔ یہ صلح ایک وجہ خاص سے نہ ہو سکی۔ بلکہ صلح کی جگہ دونوں میں جنگ چھڑ گئی اور اسپارٹا کو دو بڑی جنگوں میں شکست فاش دی گئی ۔

اب تھیبس کو وہ عروج حاصل ہو گیا کہ اُس سے شاہ فارس نے مصر میں بغاوت فرو کرنے کے لئے مدد مانگی۔ لیکن تھیبس نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ مزید برآں اُس نے بیوٹیشیا کے چند مخالف شہروں کو مسمار کرا دیا۔ اس پر دوست ریاستیں ناخوش ہو گئیں۔ تھیبس نے سب سے صلح کرنا چاہی۔ یہ سنہ ۳۷۱ قبل مسیح کا واقعہ ہے ۔

صلح کی کانگریس میں ایتھنس کا ایلچی کالیکس تھا اسپارٹا کا ایجیسی لاؤس اور تھیبس کا ایپامینونڈس۔ اسپارٹا اور ایتھنس جنگ و جدل سے دل برداشتہ تھے۔ دونوں نے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ ایتھنس اور اُس کی دوست ریاستوں نے جدا جدا دستخط کئے۔ اسپارٹا نے اپنی اور دوست ریاستوں کی

طرف سے۔ یہ عہدنامہ ہی تھیبس اور اسپارٹا میں از سر نو نزاع کا موجب ہوا۔ اپامینونڈس نے کہا کہ میں اس وقت دستخط کروں گا جب کہ بیوٹیشیہ کی مجلس میں شرکت رکھنے والی ساری ریاستیں مجھے اپنی طرف سے دستخط کا مجاز بنائیں گی۔ اس نے ایک تقریر میں کہا کہ جس طرح اسپارٹا سرزمین لاکونیہ میں سرغنہ ہے اسی طرح سرزمین بیوٹیشیہ میں تھیبس ہے۔ مگر اسپارٹا نے اس بات کو منظور نہیں کیا۔ اپامینونڈس حق بجانب ہونے کے باعث اپنی بات پر اڑا رہا۔ انجام یہ ہوا کہ کانگریس برخاست ہو گئی اور اسپارٹا اور تھیبس میں جنگ شروع ہو گئی۔ مگر اور ریاستوں میں باہم صلح ہو گئی۔

تھیبس کا ساتھ کسی ریاست نے نہ دیا مگر اسپارٹا کا ساتھ اس کی دوست ریاستوں نے دیا۔ سارے یونان کو امید تھی کہ اسپارٹا اپنی فوج سے تھیبس کو تباہ کر ڈالیگا۔ مگر اپامینونڈس کی بہادری اور فوجی قابلیت کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ اسپارٹا کے سپہ سالار کے پاس ۲۴ ہزار پیادے اور ۱۶ سو سوار تھے مگر اپامینونڈس کے پاس اس سے نصف فوج بھی نہیں تھی۔ تاہم اس نے کامل فتح حاصل کی خود اگیسی لاؤس سخت زخمی ہوا۔ اپامینونڈس کی اس فتح نے ثابت کر دیا کہ اس جیسا دوسرا سپہ سالار یونان میں پیدا نہیں ہوا۔

تھیبس کو یہ بے نظیر فتح لیوکٹرا کی جنگ میں حاصل ہوئی تھی۔ اس فتح سے اسپارٹا کا زور بالکل گھٹ گیا۔ اس کے کچھ شہر تھیبس نے فتح کر لئے۔ اور پھر تھسلی کے بادشاہ جیسن

والے تھیبن نے ایتھنس سے مدد مانگی۔ مگر حسد کے مارے اس نے مدد نہیں دی۔ پھر تھیبس نے جیسن سے مدد مانگی۔ مگر اُس نے دونوں میں صلح کرا دی۔ یہ ۳۷۱؁ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔

اہل مانٹینیا جن پر اسپارٹا نے ظلم کیا تھا اب اس ظلم کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوئے اُنھوں نے ایپامینونڈس سے مدد مانگی وہ فوج لیکر گیا۔ اور اسپارٹا کے شہروں پر تباہی لایا۔ پھر اُس نے ارکیڈیہ کے لوگوں کو دوست بنا لینے کے لئے ایک شہر تعمیر کیا اور میسانیہ کے لوگوں کی مدد کی جن کو تین سو سال جلاوطنی میں ہو گئے تھے اور اہل اسپارٹا اُن کے ملک پر قابض تھے اُس نے جلاوطنوں کو بلایا۔ اور مدد دی۔ اُس وقت اسپارٹا نے ایتھنس سے مدد حاصل کی۔ اور اسپارٹا کا نصف ملک چھین لیا گیا۔

دوسرے سال اہل تھیبس نے اسپارٹا اور ایتھنس کی متفقہ فوج کا مقابلہ کیا۔ مگر خفیف سی شکست کھا کر ایپامینونڈس تھیبس کو واپس چلا آیا۔ اس کے بعد ارکیڈیہ کو اسپارٹا نے شکست دی اس کے بعد تھیبس نے تھسلی کے ظالم بادشاہ پر فوج کشی کی۔ بادشاہ نے خوف سے میل کر لیا۔ پھر شاہ فارس کی کوشش سے یونانی ریاستوں میں صلح ہو گئی۔

پھر پیلوپیڈس شاہ مقدونیہ کو دشمنوں کے مقابلہ میں تخت پر بٹھا لے گیا۔ راستہ میں اُسے تھسلی کے بادشاہ نے جو مخالف تھا چال سے قید کر لیا۔ اُس وقت جو فوج اُسے چھڑانے گئی اُسے اس لئے شکست ہوئی کہ ایپامینونڈس اُس کا سپہ سالار نہیں تھا جب سپہ سالاری اُسے دی گئی تو اُس نے دشمن کو پامال کیا مگر اُس کے بعد ہی اُس نے پیلوپیڈس کو قید سے چھڑایا۔

شاہ تھسلی نے صلح کر لی۔ مگر پھر کچھ عرصہ بعد ظلم شروع کیا۔ پیلوپیڈس نے اُسے شکست تو دی مگر خود بھی مارا گیا۔ لیکن تھسلی میں تھیبس کی فوج کے سپرد انتظام کیا گیا۔ مگر اب حسد کے باعث تعصب سے ریاستیں تھیبس کی مخالف ہوگئیں۔ ایپامینونڈس سنہ ۳۶۲ قبل مسیح میں تھسلی۔ ٹیگیہ اور پیلوپونیشیہ کے خلاف تھسلی میں فوج لیکر گیا۔ راستہ میں سنا کہ سپارٹا والے دشمن کی مدد کو آرہے ہیں۔ پس اُس نے اسپارٹا کی سپاہ پر رات کو چھاپا مارنا چاہا۔ مگر کسی دغا باز نے خبر کر دی اور پوری کامیابی نہ ہوئی ◦

اس پر اُس نے ارکیڈیہ اور اچیّا پر یورش کی۔ مگر ایتھنس کی فوج کی مدد سے انھوں نے ایپامینونڈس کو غالب نہ آنے دیا۔ اب تو ایپامینونڈس کو یہ خواہش ہوئی کہ کسی طرح دشمنوں کو مغلوب کر کے دم لے۔ پس اُس نے ٹیگیہ اور مانٹینیا کے درمیان مار نے چاہیے۔ جب اُس کی فوج میدان جنگ میں پہنچی تو اُس نے اُن سے ہتھیار رکھوا دیئے۔ دشمن سمجھے کہ وہ قیام کی فکر کر رہا ہے۔ اس لئے تتر بتر ہوگئے۔ اُس نے جلدی سے فوج کو اُسی طریقہ میں کھڑا کیا۔ جس طریقہ میں کہ لیوکٹرا کے مقام پر کیا تھا۔ اور حملہ آور ہو کر اسپارٹا کی فوج پر جا پڑا۔ دشمن نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن تھیبس کی فوج غالب رہی۔ مگر جنگ میں ایپامینونڈس کے سینہ میں کسی کی برچھی گھس گئی۔ اُس کی فوج نے اہل اسپارٹا کو شکست دیدی۔ یہ سنہ ۳۶۲ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ لوگ اُسے علیحدہ لے گئے۔ جنگ اب بھی جاری رہی۔ لوگ برچھی کو اس خیال سے نکالنے میں ڈرتے تھے کہ کہیں اُس کے ساتھ ہی اُس کی جان

نہ نکل جائے وہ اُس وقت تک تکلیف سہتا رہا جب تک کہ اُسے یہ اطمینان نہیں دلایا گیا کہ اُس کی فوج نے دشمن پر کامل اور بے نظیر فتح حاصل کر لی۔ تب اُس نے اپنے ہاتھ سے برچھی نکالی اور خون کا فوارہ جاری ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں اُس کا مرغ روح جسم خاکی سے پرواز کر گیا ۔

سارے مورخ جانتے ہیں کہ وہ نیک دل راستباز حق پرست اور بے غرض محب ملک تھا۔ وہ بڑا فیاض اور مجسم اخلاق تھا۔ یونان نے اُس کا نظیر پیدا نہیں کیا۔ وہ یونان کا سب سے بڑا سپہ سالار اور سب سے بڑا محب ملک تھا۔ جب تک وہ زندہ رہا تھیبس کا عروج قائم رہا۔ مگر اس کی وفات کے ساتھ ہی تھیبس کی عظمت مٹ گئی ۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ اپامینونڈس میدان جنگ میں سپہ سالاری کی خاطر نہیں۔ بلکہ محض حب وطن کی خاطر داخل ہوا۔ جب پلوپیڈس کے چھڑا لینے کے لئے ایک فوج روانہ کی گئی تو اُس وقت اُسے سپہ سالاری سے برطرف کر دیا گیا۔ مگر وہ اُس فوج کی ہمراہ ایک سپاہی کی حیثیت سے گیا۔ اپامینونڈس کی حبّ الوطنی کے ثبوت میں علاوہ اُن کاموں کے جن کا ذکر ہو چکا ہے دو باتیں اور نذر ناظرین کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں :۔

(۱) جب شاہ فارس کو معلوم ہوا کہ اُسے سپہ سالاری سے برطرف کر دیا گیا ہے تو اُس نے اُسے اپنے مدعا کی تکمیل کے لئے اپنا طرفدار بنانا چاہا۔ اور بہت سی دولت اُس کے لئے ایک قاصد کی معرفت روانہ کی۔ قاصد نے اُس کے ایک عزیز مسمی تھیس نامی

سے اپنی تجویز بیان کی۔ اُس کے ذریعہ سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ ملاقات کے بعد دولت ایپامینونڈس کو نذر کی گئی۔ وہ اُسے دیکھتے ہی غصہ کے مارے بیتاب ہو گیا اور کہنے لگا کہ:-

"ایپامینونڈس وطن اور وطن کی بہتری کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت کو ہیچ سمجھتا ہے" +

جب ایرانی قاصد ناکام رخصت ہوا تو ایپامینونڈس نے کہا کہ:-

"تمہارے ارادے سے صاف ظاہر ہے کہ تم مجھ سے واقف نہ تھے۔ لیکن سنو میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم میرے کسی ہم وطن کو بہکانے کی ناپاک کوشش نہ کرو۔ بلکہ بہتری اسی میں ہے کہ سیدھے اپنے وطن کی راہ لو" +

(۲) جب ایک موقع پر دشمن جنگ سے عاجز آ کر ایپامینونڈس سے صلح کرنے لگے تو تھسلی کے بادشاہ جیسن نے جو سردار تھیبس صلح کے لیئے روانہ کیا اُس کے ہاتھ ایپامینونڈس کے لیئے جواہرات بھی بھیجے۔ جب جواہرات اُس کے سامنے پیش کیئے گئے تو تنگ حال محب وطن کو طیش آ گیا اور وہ چشم نمائی کے ساتھ کہنے لگا کہ:-

"تم میرے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ میری ہتک عزت ہے۔ میری رائے میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تم جنگ کا اعلان دیتے ہو۔ میں زر کا بندہ نہیں۔ بلکہ وطن کا غلام ہوں۔ مجھے تھیبس کی آزاد سرزمین میں پیدا ہونے کا فخر ہے میں اپنے وطن کی آزادی کو فروخت نہیں کرونگا بلکہ اُس کے حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لیئے جان تک

لڑا دونگا"۔

حب الوطنی کی پوٹ

جس وقت طیمولیئن کو سسلی (سقالیہ) میں فوج کا کمانیر بنا کر بھیجا گیا تو اس وقت سیراکوسہ کے معاملات میں بڑی ابتری تھی۔ ڈیئون نے ڈینوئیس ظالم کو ملک بدر کر دیا تھا۔ مگر اُسے دشمنوں نے قتل کر دیا۔ اس وقت اُس کے حامیوں میں دو فریق ہو گئے۔ ایک ظالم ملک کا سرغنہ بنایا جاتا۔ وہ معزول یا قتل کیا جاتا۔ اور دوسرا ظالم سرغنہ بن بیٹھتا۔ یہ سلسلہ عزل و نصب کا یوں ہی جاری رہا۔ شہر پر مصائب کی بھرمار رہی یہاں تک کہ شہر بربادی کا منظر بن گیا۔ سسلی کے باقی شہروں کی بھی حالت ظالموں کے باعث خراب تھی۔

ڈینوئیس نے ملک بدر کیے جانے کے دس سال بعد غیر ملک والوں کی ایک جماعت فراہم کر کے سیراکوسہ کے سرغنہ نیسئیس کو ملک بدر کیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ تو باجو لوگ ملک بدر کیے گئے تو وہ پھر ملک کے مالک بن گئے۔ جو لوگ ظالم کے ماتحت بنکر نہیں رہنا چاہتے تھے وہ لیونٹائنز کے فرمانروا ایکیٹس کے ہاں چلے گئے۔ محض اس خیال سے کہ اگرچہ وہ بھی ستمگر تھا۔ تاہم ڈینوئیس سے اچھا تھا۔

جب ملک کی حالت ایسی ابتر تھی تو کارتھیج والوں نے سسلی پر چڑھائی کی۔ [illegible] اہل سسلی نے کورنتھ سے اس خیال سے مدد مانگی کہ وہ [illegible] آزادی کا حامی تھا اور ظالموں کا دشمن تھا

ایکلیس بظاہر تو کورنتھ کی مدد لینے کے لئے راضی تھا مگر درپردہ نہیں۔ بلکہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کورنتھ سے مدد نہ آسکے۔ اور وہ کارتھیج والوں سے میل کر کے سیراکوسہ پر قبضہ کر لے۔ اس لئے اپنے قاصد بھی اور قاصدوں کے ساتھ کورنتھ کو روانہ کئے۔ لیکن ان سے کہہ دیا کہ جہاں تک ہو سکے وہ ایسی چال چلیں کہ کورنتھ مدد نہ دے۔

قاصد کورنتھ گئے۔ کورنتھ نے جو اپنی نوآبادیوں کا خیرخواہ تھا مدد دینا منظور کر لیا۔ اس وقت ایک سپہ سالار کی بھی ضرورت ہوئی۔ مجسٹریٹوں نے اُن لوگوں کے نام پیش کئے جو ملک کی خدمت میں ناموری حاصل کر چکے تھے۔ لیکن ایک غریب نے اٹھ کر کہا کہ اس منصب کے لئے سب سے بہتر شخص نوجوان طیمولین ہے یہ شخص عجیب الطرفین تھا۔ ملک کا سچا خیرخواہ ظالم کا دشمن ہمیشہ جوانمرد اور فنون حرب میں قابل۔ اس کا بڑا بھائی اگرچہ کسی طرح بھی اُس کا ہم پلہ نہیں تھا۔ مگر حکومت کا خواہاں۔ سپہ سالاری بڑے بھائی طیموفینس کو دی گئی اور طیمولین کو فوج میں ایک عہدہ مگر اس نے ہر طرح بھائی کی خدمت کی اور اس کی عزت افزائی کی کے لئے کوشش کی۔

ایک جنگ میں ایک طرف کورنتھ والے تھے اور دوسری طرف ارگوس اور کلیونی والے۔ طیمولین پیدل پلٹن میں تھا۔ اس کا بھائی جو رسالہ کا افسر تھا دشمنوں میں گھر گیا۔ اس کا گھوڑا سخت زخمی ہو گیا۔ اور اس کی جان معرضِ خطر میں پڑ گئی۔ تو طیمولین اس کی مدد کو گیا۔ اس نے بھائی کو ڈھال کے نیچے پناہ دی۔ اگرچہ جسم پر کئی زخم کاری کھائے۔ لیکن جان پر کھیل کر

بھائی کو بچا لیا +

اس کے کچھ ہی دنوں بعد اہل کورنتھ جن کو یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ اُن کے دوست شہر سازش کرکے اُن کے شہر پر کوئی آفت نہ ڈھائیں سپہ سالار کو سرکی فوج کی کمان طیموفینس کو دے کر چلے گئے - اُس نے خود بادشاہ بننا چاہا - بہت سے لوگوں کو بلا مقدمہ قتل کرایا طیمولین نے اُسے سمجھایا اور ستمرانی سے باز رکھنا چاہا - مگر وہ نہ مانا - اس پر طیمولین معہ طیموفینس کے سالے اور ایک نجومی کے طیموفینس کے پاس گیا - اور دوست لیتہ عرض کی کہ وہ ظلم سے باز آجائے - اس پر طیموفینس اُس پر غصہ ہو گیا - وہ علیحدہ کھڑا ہو کر رونے لگا مگر اُس کے دونوں ہمراہیوں نے ظالم طیموفینس کو قتل کر دیا کہتے ہیں کہ یہ قتل خود طیمولین کی رائے سے ہوا تھا +

طیموفینس کے قتل کی خبر کل ملک میں پھیل گئی - کورنتھ کے بہت لوگوں نے طیمولین کی حب الوطنی کی تعریف کی - مگر زیادہ تر نے اُسے بھائی کا قاتل بتایا - خود اُس کی ماں اُس سے ناخوش ہو گئی - طیمولین کو ان واقعات سے بڑا افسوس ہوا - اُس نے فاقہ کشی کے ذریعہ خودکشی کرنی چاہی - مگر دوستوں کے اصرار سے باز رہا - تاہم وہ ملکی خدمت سے بالکل علیحدہ ہو گیا - اُس نے شہر چھوڑ دیا اور جنگلوں میں رہنے لگا - یہاں تک کہ ۲۰ سال اسی حالت میں گذار دیئے +

آخرکار اُس کی خدمت کی ضرورت پڑی اور اُسے فوج کا سپہ سالار بنایا گیا - اس وقت ٹیلی کلا یڈس نے کہا کہ اگر اس منصب پر مامور ہو کر تمہارا چال چلن اچھا رہا تو ہم تمہیں ظالم کا فنا کرنے والا سمجھیں گے - ورنہ اپنے بھائی کا قاتل ہے - جب

طیموکلین فوج فراہم کر رہا تھا تو اکیٹس کا ایک خط آگیا۔ اکیٹس نے ڈیونیسس کو محصور کر کے اہل کارتھیج کی مدد سے خود سیراکوسہ کا مالک و فرمانروا بننا چاہا ہے +

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ اب کورنتھ والوں کا آنا فضول ہے۔ اور ان کا آنا ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ کارتھیج والے ان کے خلاف ہیں۔ اور بڑے جنگی بیڑے کے ساتھ ان کا مقابلہ کرینگے۔ چونکہ کورنتھ والوں نے آنے میں دیر کی۔ اس لئے ہیں نے کارتھیج والوں کی مدد سے ظالم کو نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور جو کام مقصود تھا وہ ہو گیا"۔

اگرچہ کورنتھ کے کچھ لوگ سیراکوسہ کو فوجی مہم روانہ کرنے کے خلاف تھے۔ لیکن خط کا مضمون معلوم کرتے ہی وہ سب اکیٹس کے خلاف ہو گئے۔ اور سب نے متفقہ طور پر مہم کے جلد روانہ کرنے کے لئے مدد دی۔ غیب سے بھی کچھ ایسے آثار نمایاں ہوئے جو طیموکلین کی فتح اور کامیابی کی علامات سمجھے گئے۔ مختصر یہ کہ کورنتھ کے سات جہاز۔ کورسیرا کے دو اور لیوکیڈیہ کے دس جہاز۔ کل ۱۹ جہاز تیار۔ رات کے وقت طیموکلین روانہ ہوا اور منزل مقصود پر جلد تر پہنچ گیا۔ جہاں اسے بہت بڑی خبر ملی +

وہ منحوس خبر یہ تھی کہ اکیٹس نے ڈیونیسس کو جنگ میں شکست دیکر سیراکوسہ کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر کے اسے قلعہ میں محصور کر دیا ہے اور کارتھیج کی فوج کو اس کام پر مامور کیا ہے کہ وہ طیموکلین کو سسلی میں قدم نہ رکھنے دیں۔ اس کے بعد ہی اکیٹس کے قاصد طیموکلین کے پاس یہ پیغام لیکر

حاضر ہوئے کہ ”اگر طیمولین چاہے تو میرے پاس آ کر میری کامیابی میں حصہ دار ہو جائے۔ مگر فوج کو واپس کر دے۔ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ کارتھیج والے اُس کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں“ +

کارتھیج والوں کے پاس جہاز تعداد میں دُگنے تھے فوج زیادہ تھی۔ اس لئے طیمولین نے چال سے کام لیا۔ وہ ریجیئم کے مقام ایچیول سے آ ور ایک مجلس منعقد کرائی۔ اُس نے ایسی باتیں کارتھیج والوں سے کہیں جن سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ مگر یہ اُس کی چال ہی چال تھی۔ ریجیئم کے مجسٹریٹ دل سے طیمولین کے طرفدار تھے۔ اور چاہتے تھے کہ سسلی کے معاملات کورنتھ والوں کے ہاتھ میں رہیں مجلس میں تجاویز پیش ہوئیں۔ اُن پر تقریریں شروع ہوئیں۔ کارتھیج کے سپہ سالار مجلس میں موجود تھے۔ مگر کورنتھ کے جہاز ایک ایک کر کے تیز چال سے سسلی کی طرف روانہ ہونے لگے۔ کارتھیج والے اس انتظار میں تھے کہ طیمولین کی تقریر سنیں جب سب جہاز چلے گئے تو صرف طیمولین کا جہاز رہ گیا۔ تو وہ آنکھ بچا کر مجلس میں سے نکل گیا اور جہاز میں سوار ہو کر چل دیا +

جب مجلس برخاست ہوئی اور طیمولین نظر نہ آیا تو کارتھیج والوں کو یقین ہو گیا وہ سسلی پہنچ گیا۔ وہ بھی جہاز لیکر اس کے پیچھے لگ گئے۔ مگر اتنی دیر میں تو وہ میسینم پہنچ گیا۔ جہاں کہ فرمانروا انڈرو ماخس نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ وہ سیراکوسہ میں ظالم کی حکومت کے خلاف تھا۔ اور اپنی

فوج اُس کے سپرد کردی۔ کارتھیج والوں نے انڈروماکس کو دھمکی دی کہ وہ یا تو کورنتھ والوں کو اپنے ہاں سے نکال دے ورنہ اُس کا شہر زمین سے ملا دیا جائیگا۔ لیکن اُس نے دھمکی کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ سسلی کے لوگ جو کالپس اور فارآکس سے ڈرے ہوئے تھے سمجھے کہ کورنتھ والے بھی اُن کے ساتھ بعد میں ہاتھ کھیلینگے۔ اس لئے وہ طیمولین کی مدد سے باز رہے۔ صرف ایک اور شہر ایڈرانم نے مدد دی +

کارتھیج والوں کی فوج جو ہزاروں کی تعداد میں تھی طیمولین کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھی۔ طیمولین کے پاس صرف بارہ سو جوان تھے۔ مگر وہ ایڈرانم کے نزدیک بحفاظت تمام پہنچ گیا۔ اور کارتھیج کی سپاہ پر جو ٹھہرنے کا سامان کر رہی تھی جا پڑا۔ اُس فوج پر خوف غالب آیا۔ اُس کے قدم اُکھڑ گئے۔ تین سو جوان مارے گئے اور اس سے دوچند طیمولین نے گرفتار کر لئے۔ ایڈرانم کے لوگوں نے شہر کے پھاٹک کھول کر طیمولین اور اُس کی فوج کو اندر داخل کر لیا۔ اس فتح کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے شہروں نے طیمولین سے میل کر لیا۔ شہر کٹانہ کا فرمانروا میمرکس بھی جو بڑا جنگجو اور دولتمند تھا اُس نے بھی طیمولین سے اتحاد کر لیا +

ادھر طیمولین کو فتح نصیب ہوئی۔ اُدھر ڈیونیسس نے اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اُسے طیمولین نے قید کر کے کورنتھ بھیجدیا۔ مگر سیراکوس پر طیمولین کا قبضہ نہیں ہو سکا۔ بلکہ وہ ایکٹس کے قبضہ میں رہا۔ کیونکہ ڈیونیسس چھپ کر طیمولین

کے پاس چلا گیا تھا۔ اکیتھس نے دو قاتل اندرانیم طیمولین کے
قتل کے لئے روانہ کئے مگر یہ دونوں گرفتار کئے گئے۔ اکیتھس ناکام
رہا۔ اس نے کارتھج کے ۱۵۰ جہازوں کا قبضہ بندرگاہ سیراکوسہ
پر کرا دیا۔ اور قلعہ میں جو کورنتھی فوج محصور تھی اس کا خوب محاصرہ
کر لیا۔ محصورین کے پاس سامان رسد ختم ہو گیا تو طیمولین نے
کٹانہ سے چالاکی سے خفیہ طور پر رسد بھجوا دی۔ اس کا حال
اکیتھس کو بھی معلوم ہو گیا +

اکیتھس کٹانہ کی طرف فوج لیکر گیا اس کی غیر حاضری میں
محصورین نے کورنتھی قلعہ کے پیچھے جو کنارہ تھا اس کو شکست دے
کر خالی کر دیا اور ایک مضبوط مقام میں جہاں کافی رسد اور
روپیہ تھا قبضہ کر لیا۔ اس خبر کو سنتے ہی اکیتھس واپس آیا۔
اس عرصہ میں کورنتھی فوج جو تھیوریم میں تھی وہ ریجیم پہنچ گئی
اکیتھس نے سیراکوسہ واپس آکر اپنی سپاہ کو تاریخنا سے اور
ان سے فتح کے جھوٹے نعرے بلند کرائے۔ تاکہ محصور کورنتھی
فوج پر رعب جما اور خوف بٹھا سکے۔ مگر اس جانباز فوج
پر مطلق اثر نہ ہوا +

طیمولین نے فوج لیکر اول تو میسانہ کو فتح کیا اور پھر
سیراکوسہ جا پہنچا۔ اس وقت اس کے پاس ۲ ہزار فوج تھی
لیگو کو جو کارتھج کا سپہ سالار تھا کچھ شبہ یونان کی طرف سے ہوا
وہ اپنی فوج لیکر کارتھج کو چلا گیا۔ حالانکہ اکیتھس اسے روکتا
رہا اس کے چلنے کے بعد دوسرے ہی دن طیمولین اپنی فوج
میدان جنگ میں لے گیا۔ اس وقت کارتھج کی فوج کو جو
شہر میں تھی معلوم ہوا کہ ان کا سپہ سالار جنگی بیڑے لیکر

چلا گیا۔ وہ سمجھے کہ خوف کے مارے چلا گیا ہوگا۔ اُنھوں نے سارے شہر میں منادی کرائی کہ جو کوئی یہ بتلائے کہ سپہ سالار کہاں چلا گیا اُسے انعام ملیگا۔ اب تو اکیٹس کی ہمت ٹوٹ گئی تاہم اُس نے شہر کے ایک حصّہ پر سے قبضہ نہیں اُٹھایا۔ طیمولین نے اپنی فوج کے کئی حصّے کئے۔ اُن پر ایک ایک سپہ سالار مقرر کیا۔ اور کئی طرف سے دشمن کی فوج پر حملہ کر کے اُسے شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ اکیٹس کسی ترکیب سے نکل کر بھاگ گیا +

طیمولین نے قلعہ مسمار کرایا۔ مگر شہر میں باشندے کم تھے۔ کیونکہ بہت سے ظلم سے تنگ آ کر شہر چھوڑ گئے تھے۔ بہت سے جنگ میں مارے گئے۔ اس لئے نہ صرف سیراکوسہ بلکہ کئی اور شہر غیر آباد تھے۔ طیمولین نے مختلف مقامات سے لوگ بلا کر اُن شہروں کو آباد کیا اور اُن میں اراضی کو بانٹ دیا اور شہروں میں جمہوری سلطنت قائم کی۔ اور کورنتھ سے عقلمندوں کو بلا کر اُن کے لئے عمدہ قوانین مقرر کئے +

کارتھیج والوں کو میگو کی واپسی پر بڑی شرم اور بڑا غصّہ آیا۔ اُنھوں نے اسدربال اور حاملکار جیسے مشہور سپہ سالاروں کی ماتحتی میں ۷ ہزار بری فوج۔ دو سو جہاز۔ بڑے جہاز چھوٹے جہاز۔ رتھ اور لڑائی کی کلیں سسلی سے یونانیوں کو نکال دینے کے لئے روانہ کئے۔ اُس وقت طیمولین نے صرف پانچ ہزار فوج لی۔ اُس میں کورنتھ کی فوج کم تھی۔ باقی اور شہروں کی بھاڑیہ فوج کارتھیج کی ٹڈی دل فوج کے مقابلہ کے لئے آمادہ نہ تھی۔ مگر طیمولین نے اُس کا دل

بڑھایا۔ اُسے دریا سے کرہیمس پر سے پہنچا جب وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا جو دریا کے اس طرف تھی تو آندھی پانی کا طوفان نمودار ہوا۔ کہر چھا گیا۔ اُس کی فوج کو کارتھج کی فوج دیکھ نہیں سکی۔ مگر اُس نے اور اُس کی فوج نے کارتھج کی فوج کو دریا پار کرتے دیکھا۔ اُس نے نصف فوج پر جو دریا کے اس پار آگئی تھی حملہ کر دیا۔ طوفان میں کارتھج والے جو ہتھیاروں سے لدے ہوئے تھے بھیگ گئے اور اچھی طرح نہ لڑ سکے۔ اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے جان بچانے اور تیر کر دوسری طرف جانے کے لئے دریا میں کود پڑے۔ وہ غرق ہو گئے۔ کچھ پناہ لینے کے لئے پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ اُنہیں طیمولین کی پیادہ فوج نے جو پہاڑی کی چوٹی پر تھی قتل کر دیا۔ بہت سے گرفتار کر لئے گئے۔ کارتھج والوں کا بُرا حشر ہوا۔ اس جنگ میں کارتھج والوں کا سخت نقصان ہوا۔ اور طیمولین نے وہ فتح حاصل کی جو تاریخ عالم میں بے نظیر قرار دی گئی۔ طیمولین کی فوج کے ہاتھ بہت سا سامان حرب اور بے شمار مال غنیمت آیا۔

اس پر بھی اکیٹس اور میمر نیوس شرارت سے باز نہ آئے اُنہوں نے کارتھج والوں کو پھر سسلی پر فوج کشی کے لئے آمادہ کیا۔ کارتھج سے گیسکو سپہ سالار کے زیر کمان ۷۰ جہاز اور یونانیوں کی ایک فوج آگئی۔ لیکن کچھ بھی نہ کر سکی آخرکار اکیٹس گرفتار کیا گیا۔ اور قتل کیا گیا۔ پھر طیمولین نے میمرنیس پر چڑھائی کی کچھ عرصہ بعد اُس نے اپنے کو طیمولین کے

حوالے کر دیا۔ اُسے چوروں اور ڈاکوؤں کی سی سزا دی گئی +

طیمولین نے تباہ شدہ شہروں کو آباد کیا۔ اُن کے لئے قوانین بنائے ۔ اُن کی مدد کرتا رہا ۔ اور حبّ الوطنی کے جوش میں آکر اُن کی راحت اور ترقی کے لئے بہت سی فکریں اور تدابیریں کیں ۔ یونان میں اُس کے ہمعصروں میں بہت سے مشہور محبّ ملک اور سپہ سالار تھے ۔ مثلاً طیموتھینس اور ایگیسی لاؤس ۔ پیلوپیڈس اور ایپامینونڈس ۔ مگر ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی وقت ناکامی رہی ۔ اُن پہ الزام بھی لگائے گئے ۔ لیکن طیمولین ان باتوں سے بری رہا ۔ طیمولین نے اپنی ساری کامیابیوں اور فتوحات کو اپنی ذاتی کوشش ۔ قابلیت اور سپہ سالاری کا نتیجہ قرار نہیں دیا ۔ بلکہ وہ اس قدر منکسر مزاج تھا کہ اُن کو اُس نے محض دیوتاؤں کے فضل کا نتیجہ بتایا +

طیمولین اپنے وطن میں اس لئے واپس نہیں آیا ۔ کہ وہاں حسد کا شکار ہو سکتا تھا ۔ بلکہ سسلی ہی میں رہ گیا ۔ وہیں اُس نے بیوی بچوں کو بلا لیا ۔ اُس نے سیراکوس میں سکونت اختیار کی ۔ آخری عمر میں اُس کی بینائی جاتی رہی اور وہ اندھا ہو گیا ۔ اُس کے خاندان میں اکثر لوگ بڑھاپے میں اس مصیبت کا شکار ہو چکے تھے ۔ مگر اس سے اُس کی مسرّت میں فرق نہ آیا +

اہل سیراکوس اُس کی بڑی عزت کرتے تھے ۔ جب وہ اندھا تھا تو اُس کے پاس آتے اور اہم معاملات میں اس کی رائے

لیتے۔ غیر ملک کے جو لوگ سیراکوسہ آ جاتے اُن کو لوگ اُس کے گھر ضرور لاتے۔ اہل سیراکوسہ اُسے اپنا باپ سمجھتے تھے۔ جب وہ تھوڑے دن بیمار رہ کر فوت ہو گیا تو سیراکوسہ اور نواح کے شہر کے لوگ جمع ہوئے۔ جنازہ بڑی دھوم سے اٹھایا گیا۔ بے شمار آدمی جنازے کے ساتھ روتے اور مرحوم کی صفات بیان کرتے جاتے تھے۔ ہر شخص کے چہرے سے عیاں تھا کہ ملک کا سچا خیر خواہ اُن سے جدا ہو گیا۔

جنازہ دفن کر کے اور جنازے کی تقریریں کر کے جن میں اُس کی خدمات اور حب الوطنی کا ذکر کیا گیا تھا۔ اُس کی یادگار سر بازار قائم کی گئی۔ اُس کا بت نصب کیا گیا اور اُس پر چھتری بنائی گئی۔ اس یادگار کا نام طیمو لین تھیم رکھا گیا۔ وہاں سیراکوسہ کے نوجوان فن حرب کی مشق کرتے تھے۔ جو قوانین اور جو طرز حکومت اُس نے سیراکوسہ کے لئے مقرر کئے تھے لوگ اُن پر عمل کرتے رہے اور اسی لئے خوش حال رہے۔

بے نظیر حب الوطنی

سقراط کے نام سے دُنیا واقف ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ اُسے صرف ایک فلسفی اور معلّم اخلاق ہی سمجھتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کا مطالعہ وسیع ہے وہ زور کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس سے بھی بڑھکر تھا۔ یعنی وہ پکّا اور سچّا محب ملک تھا۔ اُس کی زندگی کے حالات اور اُس کی ملکی خدمات زبان حال سے اُس کے محب ملک ہونے کا اٹل ثبوت دے رہی ہیں۔

سقراط حضرت عیسےٰؑ سے ۴۷۰ سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ معمولی درجہ کا سنگتراش تھا۔ اور ماں دائی کا پیشہ کرتی تھی۔ بچپن میں سقراط اپنے باپ کو سنگتراشی کے کام میں مدد دیتا رہا۔ لیکن جوان ہو کر اُس نے اس پیشہ کو ترک کر دیا اور معلّم اخلاق کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اگرچہ اُس کے باپ کی آمدنی محدود تھی۔ لیکن اُس نے عمدہ تعلیم حاصل کی۔

اس زمانہ میں یونان کے معلّم کچھ اسرار اور نمائش کے ساتھ بڑی فصاحت و بلاغت سے کام لیکر لوگوں سے اپنی عزت کرا لیتے تھے۔ لیکن سقراط کا طرز بیان اور طرز تعلیم اس قدر سادہ اور تصنّع سے اس قدر مبرّا تھا کہ اُسے بلا دقّت ہر شخص سمجھ سکتا تھا۔ اسی لئے بحیثیت ایک معلّم کے اُس کی شہرت دن بدن ترقی کرتی گئی۔ وہ ہر فصل پر ننگے پاؤں سا اور ایک معمولی لباس پہنکر جاتا اور بڑی بڑی شاہراہوں کے اندر وعظ و نصیحت کرنے کی جگہ گذر گاہوں پر کھڑا ہو کر

وعظ کرتا تھا۔کبھی سیرگاہوں میں۔کبھی شہر بازار جہاں لوگ خرید فروخت کے لئے جاتے تھے۔کبھی عدالتوں کے صحن میں اور کبھی کسی اور مقام پر جہاں جہاں لوگوں کی آمد رفت بکثرت رہتی تھی۔جاکر وعظ سُناتا جس میں حکمت و دانش کی بیش قیمت اور لازوال باتیں ہوتی تھیں۔وہ امیر غریب سب سے جن سے اُس کا واسطہ پڑتا تھا اخلاق اور فلسفہ کے مسائل متانت اور سنجیدگی اور خوش بیانی سے بیان کرتا تھا +

بہت سے لوگ اُس کی شاگردی کے حلقہ میں داخل ہوگئے تھے۔اُن میں سے اکثر ہر وقت اس کی صحبت میں رہتے تھے۔اور جہاں کہیں وہ جاتا اس کے ساتھ جاتے تھے اس سے شاگردوں نے آزادانہ تحقیقات کا شوق حاصل کیا۔اور اُس کی اُس سچی سرگرمی سے بہرہ اندوز ہوئے جو مذہب نیکی۔حق اور راستبازی کے لئے بیحد مفید تھی۔اُس کے زیادہ مشہور شاگرد یہ تھے۔کریٹو۔السیبیاڈس۔زینوفن۔افلاطون ارس ٹیپس۔فائیڈون۔سیبس۔اقلیدس اُس نے انہیں ان باتوں کی تعلیم دی :۔علم اخلاق یا نیتی ودیا۔علم سیاست مدن یعنی ملکی باتوں کا علم یا راج نیتی۔منطق۔علم فصاحت و بلاغت علم حساب۔علم ہندسہ۔مزید براں وہ اُنہیں چوٹی کے شاعروں کا کلام سُناتا اور اُن میں جو نکات ہوتے تھے وہ بھی سمجھاتا تھا +

سقراط نے مذہب اور بہبودی کا فرق بڑی عمدگی سے بتایا۔اُس نے یہ بھی سکھایا کہ انصاف کیا ہے اور بے انصافی

کیا۔ دانش کیا ہے اور بیوقوفی کیا۔ ہمت کیا ہے اور بزدلی کیا شرافت کیا ہے اور رذالت کیا۔ اُس نے یہ بھی تعلیم دی کہ گورنمنٹ یعنی نظام حکومت کیا اور کیسی ہونی چاہئے اور یہ کہ اس کے لئے کون کون سے اوصاف لازمی ہیں۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ ذی عزت اور نیک لوگوں کو کن باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔

وہ ایک قادر مطلق (سرو شکتی مان)، عالم الغیب (سرو گیانی) ہمہ حاضر و ناظر (سرو بیاپک) اور مہربان (کرپالو) خدا کا جو کل کائنات یا دنیا کا سبب اول اور حکمران ہے ایمان اور دل سے قائل تھا۔ مظاہر قدرت اور خاصکر انسان کا جسم اُسے ایک ذی فہم خالق کا کافی سے زیادہ ثبوت دیتے تھے۔ وہ اس خیال میں دماغ پچانے کو کہ اُس عظیم ہستی کی جو کائنات کا خالق و مالک ہے نوعیت کیا ہے یا یہ کہ وہ کن اجزا سے بنی ہے داخل حماقت سمجھتا تھا۔ بلکہ صرف اسی بات کو کافی سمجھتا تھا کہ اُس کے روحانی پرتو کو ایک قابل فہم یا سمجھ میں آنے والی روشنی میں ظاہر کیا جائے۔

اگرچہ وہ ایک واحد خدا کا قائل تھا جو کل کائنات کا حاکم ہے تاہم وہ اور اور معبودوں کی ہستی کا بھی معتقد تھا۔ جن کو وہ خدا سے کمتر ذی فہم ہستیاں خیال کرتا تھا۔ اور اُن کی نسبت اس کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ انسان کے معاملات پر کچھ اثر و اختیار رکھتے ہیں اور اس لئے عزت اور عبادت کے حقدار ہیں۔ وہ یونان کے قومی مذہب یعنی راج دھرم کا ہمیشہ ادب کے ساتھ ذکر کرتا اور اس کے مقررشدہ رسوم

کو باقاعدہ طور پر مانا اور انجام دیا کرتا تھا۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ اُس پر جو الزامات اس کے دشمنوں نے لگائے وہ بالکل بے بنیاد تھے۔

سقراط بڑا حلیم الطبع تھا۔ اُسے سخت سے سخت مصیبت کے وقت بھی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کی طبیعت میں قدرتی طور پر بڑا اطمینان و سکون تھا۔ مگر اُس کی بیوی بڑی تند خو اور تنک مزاج تھی تاہم سقراط اُس کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ اور ہمیشہ اسی کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح اس کے مزاج کی سختی کو دور کر سکے۔

سقراط میں ایک بڑی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے جسم کو اپنا آقا نہیں۔ بلکہ خادم اور غلام سمجھتا تھا۔ اور ریاضت اور فاقہ کشی کی تکلیف دیا کرتا تھا۔ وہ کھانے پینے اور بات چیت میں اعتدال کا زیادہ لحاظ رکھتا تھا۔ اسی لئے بڑھاپے میں اُس کا جسم اور جسمانی طاقت سے نوجوانی کے آثار پائے جاتے تھے۔ وہ ملکی خدمت کو نہایت خوشی اور مستعدی سے انجام دیتا تھا۔ چاہے ایسا کرنے میں اس کی تعلیم گری اور کتب بینی میں کیوں نہ حرج ہوتا ہو۔

سقراط کی ساری زندگی ملک کی خدمت میں صرف ہوئی۔ اُسکی پند و نصائح۔ اُس کے اخلاق اور علوم۔ حق پرستی اور راستبازی کی تعلیم یہ سب ملک کے نفع کی خاطر سے تھیں۔ مزید برآں اُس نے اُس طریقہ میں بھی ملکی خدمت بڑے پیمانے پر ادا کی۔ جو بظاہر اور عام طور پر ملکی خدمت کہلاتی ہے۔

چنانچہ اُس نے اپنے ملک کی بہبودی کی خاطر فوج میں شریک ہو کر تین بار جانبازی کے جوہر اسی طرح دکھلائے جس طرح کہ کسی دلاور سے دلاور اور مشہور سے مشہور نبرد آزما سپہ سالار اور محبِ ملک نے دکھلائے تھے۔

اوّل بار اُس نے ۳۹ سال کی عمر میں پوٹیڈیہ کے محاصرہ میں ہتھیار اُٹھائے۔ اور جاڑے کی سختی برداشت کرنے اور لڑنے میں اپنے رفیقوں پر سبقت لے گیا۔ اپنی بہادری سے بہت نام پیدا کیا۔ اپنی جوانمردی کا سکہ بٹھا دیا۔ اپنے نوجوان شاگرد السیبیاڈس کی جان بچائی۔ اور جس انعام کا وہ اپنی بہادری کے صلہ میں حقدار ثابت ہوا اُسے اُس نے لینے سے انکار کر دیا۔

دوسری بار اس جنگ کے کوئی سات سال بعد یعنی ۴۶ سال کی عمر میں اُس نے ڈیلیئم کے خونریز جنگ میں ہتھیار اُٹھائے اور میدانِ جنگ سے سب کے پیچھے واپس آیا۔ واپسی کے وقت اُس نے زینوفن کی جان بچائی جو دشمنوں کے مقابلہ میں زخموں سے چور چور ہو گیا تھا۔ اس شاگرد نے اس خدمت کے صلہ میں سقراط کی زندگی اور تعلیمات کا حال لکھ کر آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے چھوڑا۔ اس جنگ سے واپسی کے وقت خود سقراط دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہوتا مگر اتفاق سے السیبیاڈس نے اُس کی جان بچا لی اور اُس مہربانی کا بدلہ دیا جس کے ساتھ سقراط نے اس کی جان بچائی تھی۔

اپنی عمر کے آخری ایام میں سقراط نے ایتھنس کی [illegible]

سلطنت کی ایک سول حاکم کی حیثیت سے خدمت کی۔ چنانچہ ۶۵ سال کی عمر میں وہ "پانسو کی مجلس" کا ممبر اور آخرکار اُس کا میر مجلس بنایا گیا۔ اس مجلس کی میر مجلسی ایسا اہم اور سخت کام تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُسے ایک دن بھی نہیں چلا سکتا۔ اس منصب پر مامور ہونے کے ایّام میں اُس نے ایک دن اپنا فرض منصبی بڑی جرأت اور انصاف کے ساتھ انجام دیا۔ چنانچہ اُس نے ۱۰ ایسے گنا ہوں کو جن پر شہریوں کی ایک جماعت نے ناخوش ہو کر جھوٹا الزام لگایا تھا اور جو عدالت میں اُن کی قتل کے لئے شور و شر کرتے رہے صاف چھوڑ دیا۔ الزام لگانے والوں کی دھمکیوں اور زبان درازیوں کا سقراط کے سچّے انصاف پر مطلق اثر نہیں ہُوا +

سقراط کے زمانہ میں یونان میں معلّموں کا ایک اور فرقہ تھا جو سوفسطائی کہلاتا تھا۔ جو غلط دلیلوں سے صحیح نتائج نکالنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور جو راستبازی اور ناراستی دونوں کی حمایت کرنے کے لئے آمادہ رہتا تھا۔ اُن کی تعلیم سے اہل ملک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے سقراط نے ایتھنز کی سڑکوں پر وعظ کہنا شروع کیا۔ اور بارہا اس فرقہ کے ہٹ دھرم لوگوں کو قائل کر کے ان کی زبان سے یہ اقرار کرا لیا کہ واقعی اُن کی تعلیم نادرست ہے۔ اگرچہ سقراط نے کسی قسم کے فلسفہ کی تعلیم نہیں دی۔ لیکن اُس نے اس مسئلہ پر زیادہ زور دیا کہ اپنی ذات کو پہچانو۔ اس

سے اس کی مراد یہ ہے کہ حق کا پتہ لگاؤ۔ اور اسے دریافت کر کے اس پر کاربند ہو جاؤ +

سقراط کی زندگی کے آخری ایام میں سوفسطائی اس کے جانی دشمن ہو گئے۔ اور چونکہ خود ملک کی حالت خراب ہو گئی تھی کیونکہ مظالم اور بد افعالیوں کا زور ہو گیا تھا اس لئے ان کی دشمنی رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی سینہ زوری کی خواہش نے لوگوں میں باہم حسد اور نفرت کو بڑھا دیا۔ اور ایک شخص کی ماتحتی میں بہت سے لوگوں نے سقراط پر جھوٹی تہمتیں لگائیں۔ جو یہ تھیں کہ :-

(۱) وہ ملک میں نئے دیوتاؤں کی پرستش کو رواج دینے کے لئے کوشش کرتا ہے +

(۲) وہ پرانے دیوتاؤں اور ملکی مذہب کا انکار اور توہین کرتا ہے +

(۳) ان باتوں اور نیز دیگر خراب باتوں کے ذریعے وہ ملک کے نوجوانوں کو بگاڑتا ہے +

دشمنوں نے سقراط پر بڑے زور شور سے ملکی مجلس کے سامنے الزام لگائے۔ مگر سقراط نے ان سے بریت کے لئے کوشش نہیں کی کیونکہ وہ مرنے سے ڈرتا نہیں تھا۔ جب اسے ملکی عدالت میں جواب دہی کے لئے بلایا گیا تو اس نے ایسی دلیری۔ بیباکی اور آزادی سے تقریر کی کہ منصف صاحبان دنگ رہ گئے مگر ان کی یہی باتیں اس کے اور زیادہ خلاف پڑیں۔ جاہل۔ نادان اور متعصب منصف اس سے ناخوش ہو گئے۔ اور کثرت رائے سے عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ اسے زہر کا پیالہ پلا کر ہلاک کیا جائے +

لوگ عدالت سے اُسے قید خانہ میں لے گئے۔ جہاں اُسے اُس دن تک محبوس رہنا پڑا جس دن کہ اُسے "جام ہلاہل" پلا یا گیا۔ لیکن سقراط کو مطلق فکر نہیں ہوئی۔ اس کے مذہبی اور اخلاقی خیالات اور اُس کا پاک وصاف ضمیر اس کے اطمینان کا باعث ہُوا۔ اُس کی موت ایک وجہ سے تیس دن کے لئے ملتوی کردی گئی۔ اُس کے دوست اور شاگرد قید خانے میں اُس کے پاس جاتے رہے۔ وہ اُن سے بدستور سابق ملتا اور باتیں کرتا رہا۔ اُس نے نہ کبھی سزائے موت کا ذکر کیا اور نہ کبھی پریشان نظر آیا۔ بلکہ اُن باتوں پر جن کی اُس نے تحقیقات کی تھی لوگوں سے گفتگو کرتا تھا۔ اور لازوال اور بیش قیمت باتوں کے خزانے لوگوں کو حصّہ دیتا تھا +

اس قید کے ایام میں اُس نے اپولو دیوتا کے نام پر اور اُس کی تعریف میں ایک راگ تصنیف کیا۔ اور حکیم لقمان کی بہت سی کہانیوں کو نظم کا لباس پہنایا۔ اُس کے دوست اور شاگرد دن بدن اُس کی جدائی کے خیال سے زیادہ مغموم ہوتے جاتے تھے۔ لیکن اُس کے استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ نہ اُس کے پاس غم تھا نہ فکر اور نہ کسی قسم کی پریشانی +

اُس کے مغموم دوستوں اور شاگردوں نے اُسے یہ ترغیب دینا چاہی کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے قید خانے سے بھاگ جائے لیکن جب اُسے یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے انکار کردیا۔ کیونکہ ایسا کرنا اُس کے اپنے وضع کردہ اصول کے خلاف اور اُس کے لئے باعث ہتک تھا +

آخر کار وہ منحوس دن بھی آگیا جس کا دوستوں کو کھٹکا

لگا ہوا تھا۔ اُس کے دوست۔ شاگرد۔ رشتہ دار اور بیوی صبح ہی اُس کے پاس پہنچ گئے۔ بیوی غم کے مارے زار و قطار رونے لگی۔ سقراط نے اپنے شاگرد کریٹو سے کہا کہ اُسے میرے سامنے سے دور کر دو۔ کیونکہ میں اپنا آخری وقت اطمینان کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ پھر وہ دوستوں سے باتیں کرنے لگا۔ اپنے اشعار پڑھتا رہا۔ پھر اُس نے خودکشی پر تقریر کی جس میں خودکشی کی سخت مذمت کی۔ سب کے بعد میں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ روح غیر فانی ہے اور وہ اُس کے غیر فانی ہونے کا قائل ہے۔ پھر وہ لوگوں سے اس امر پر گفتگو کرتا رہا۔ کہ وہ بہت خوش و مسرور ہے۔ اُسے یہ امید ہے کہ آئندہ دُنیا یعنی عقبےٰ میں اُسے نیکوں کی صحبت نصیب ہو گی۔

آخرکار آفتاب کا شانہ مشرق سے جلوہ گر ہوا۔ اور اُس کے زہر کا پیالہ پینے کا وقت آ گیا۔ اُس نے دریافت کیا کہ کیا پیالہ تیار ہے۔ افسر قید خانہ نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے آبدیدہ ہو کر مہلک پیالہ اُس کے حوالہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اُس کے دوست وغیرہ چیخیں مار کر رونے لگے۔ لیکن سقراط کا سکون طبع غیر متاثر رہا۔ اور وہ زہر کا پیالہ غٹ غٹ چڑھا گیا اور اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اور دوستوں وغیرہ کو تسلی دینے لگا۔ لیکن جب زہر کے اثر سے اُس میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تو وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور دم نکلنے سے پیشتر اُس نے کہا کہ "دوستو۔ ہم پر ایک مرغ فرضہ کا قرض۔ مرغ زندگی کی علامت ہے۔ یہ قرضہ ایسکیولاپیئس کو دینا ہے"۔ ایسکیولاپیئس یونانیوں میں "ادویہ کا دیوتا" تھا۔ اس آخری بات سے سقراط

کی مراد یہ تھی کہ وہ اپنے ملک کی مذہبی رسوم کی عزت کا خواہشمند تھا۔ اس کے بعد اُس نے اپنا مُنہ لبادہ سے ڈھک لیا۔ اور اس کا مُرغ روح قفس تن سے پرواز کر گیا۔ یہ سنہ ۳۹۹ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ سقراط نے ۷۰ سال کی عمر پائی۔

سقراط کی وفات کے بعد ہی اس کے ملک کے لوگوں کو جو متلون مزاج تھے معلوم ہو گیا کہ انہوں نے سقراط کے ساتھ نہایت بدسلوکی اور ظلم کیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ سقراط بے گناہ تھا۔ اور یہ کہ انہوں نے اُسے خلاف انصاف ہلاک کیا۔ اور یہ کہ اُن پر کوئی مصیبت نازل ہوگی۔ انہوں نے حکم سزا کو خارج کر دیا۔ جن لوگوں نے اُس پر الزام لگایا تھا انہیں قتل کرایا۔ اور جن لوگوں نے اُس کی ہلاکت کے لئے سازش کی تھی اُن کو جلاوطن کیا۔ اور اُس کی یادگار میں اور اُس کی عزت کے اظہار میں اُس کا ایک بت پیتل کا کھڑا کیا۔ اس کے بعد جس قدر فلسفی فرقے ملک یونان میں ہوئے وہ اپنے کو اُسی کی تعلیم کا پیرو اور اُسی کا شاگرد سمجھتے تھے۔ اور اُس کا نام لینے والوں میں شمار کیا جانا عزت سمجھی جاتی تھی۔ جو لوگ اُس کی تعلیم۔ اصول و مسائل کے خلاف تھے وہ بھی اس کی عزت کرتے اور اپنے کو اس کا شاگرد بتلاتے تھے۔ لوگوں کا یہ خیال کہ سقراط کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اُس سے ملک پر کوئی مصیبت نازل ہوگی سچا نکلا۔ کیونکہ اس کی وفات کے بعد ایک جنگ چھڑ گئی جس میں ایتھنس سے وہ برتری و عزت جو اُسے یونان کی کل ریاستوں میں حاصل تھی اسپارٹا کے ہاتھ میں چلی گئی۔

سقراط کی زندگی اور موت اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ وہ

حق کا طالب اور حامی تھا۔ بڑا ہی مستقل مزاج تھا۔ اُسمیں اخلاقی جرأت ایسی تھی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ حق کی حمایت میں جان دیدینا فخر سمجھتا تھا۔ اُس کی زندگی کی ایک ایک بات زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ

"وہ سچا محب ملک تھا" ۔

جھوٹے اور سچے محبِ ملک کی داستان

تاریخ یونان میں ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ یونانیوں اور ایرانیوں میں سالہاسال تک بڑی خونریز جنگ وجدل جاری رہی۔ ابتدا میں تو ایرانی غالب آئے اور انہوں نے خشکی اور تری دونوں میں یونانیوں کو پے در پے شکست دی۔ لیکن جب یونان کی وطن پرست اور محبِّ ملک جماعت نے زور مارا تو حالت دگرگوں ہوگئی۔ یہاں تک کہ یونان کے جن مقامات یا نوآبادیوں اور جزیروں پر ایرانیوں نے قبضہ کرلیا وہ سب ایک ایک کرکے یونانیوں نے فتح کرلئے۔ یونانیوں نے جو ازل سے آزادی اور خودمختاری پسند ہیں نہ صرف اسی پر اکتفا کی۔ بلکہ اب ایرانیوں کی نوآبادیوں اور جزیروں پر جو بحیرۂ روم کے ساحل پر اور اُس کے اندر واقع تھے فتوحات کے ذریعہ قدم جمانا شروع کردیئے گئے ۔

اس جنگ میں اگرچہ بہت سے محبِّ ملک یونانیوں نے اپنے ملک اور قوم کی آزادی کے لئے جانیں لڑادیں۔ لیکن ان میں سے ہم صرف ایک نہایت باموقع مشہور اور سچے محبِّ

وطن اور ساتھ ہی ایک جھوٹے محبّ ملک کے حالات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ سچی حبّ وطن کیا ہے +

جب جنگ یونان و ایران میں یونانیوں کو متعدد لڑائیوں اور معرکوں میں کامیابی رہی تو یونان کے صوبوں میں جن کا انتظام جدا جدا تھا اور جو ایک اتحاد میں شریک تھے ایتھنس کی شان و شوکت زیادہ بڑھ گئی۔ اور اسپارٹا جو کل یونان کا رہنما تھا اُس کی وقعت گھٹنے لگی۔ اس ترقی اور تنزّل کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یونان میں جمہوری خیال اور جمہوری طرز حکومت کو زیادہ تقویت حاصل ہو گئی۔ جمہوری فریق کا سرغنہ ارسٹیڈس تھا۔ اُس نے ملکی مجلس میں جو اُس زمانہ میں موجودہ زمانہ کی پارلیمنٹوں کی قائم مقام تھی ایک قانون منظور کرایا جس کا منشا یہ تھا کہ "ہر باشندے کو جو سمجھ اور اخلاق سے بہرہ ور ہو بلا لحاظ اس بات کے کہ کسی منصب پر مامور ہے یا یہ کہ وہ صاحب جائداد ہے جمہوری سلطنت میں دخل حاصل ہو اور اُس کی رائے غور سے سُنی جائے۔"

اس قانون کا نتیجہ جمہوری سلطنت کے حامیوں کے حسب منشا نکلا۔ کیونکہ آرکن (حاکم اعلےٰ) کا عہدہ ہر قابل شخص کے لئے قابل حصول ہو گیا +

اسی زمانہ میں یونانیوں میں ایک اور مشہور محبّ ملک تھمسٹوکلس تھا۔ وہ اپنے کارہائے نمایاں اور ملکی خدمتوں کے باعث بہت ہر دلعزیز تھا۔ اُس نے اُن جذبہ ولی پیدا کیا ٹیکس لگایا جنہوں نے جنگ ایران و یونان میں ایرانیوں

کو مدد دی تھی۔ اور اس ٹیکس کی آمدنی سے شہر ایتھنس کی شہر پناہ کو درست کرایا۔ چونکہ تھمسٹوکلیس کی تجویز سے ایتھنس کی طاقت اور زیادہ بڑھ جاتی۔ اس لئے اہل اسپارٹا تھمسٹوکلیس سے حسد کرنے لگے اور انہوں نے اہل ایتھنس کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم اپنے شہر اور صوبہ کو یونان کے دوسرے شہروں اور صوبوں کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور بنانا چاہتے ہو۔ شہر پناہ کے مضبوط کرنے سے ایرانیوں کو جنگ کے وقت ایک مضبوط جگہ ہاتھ آسکتی ہے۔ جہاں مقام کرکے وہ کل یونانیوں کے دانت کھٹے کر سکتے اور دلاوروں کے مان مار سکتے ہیں ۔

اہل ایتھنس نہیں چاہتے تھے کہ وہ اہل اسپارٹا سے جھگڑا کریں یا اُن کے خیال کی مخالفت کریں۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُن کا شہر نہایت مضبوط ہو جائے ۔

اس لئے انہوں نے پیغام بر کے ہاتھ جواب میں کہلا بھیجا کہ ہماری غرض شہر پناہ بنانے سے صرف اس قدر ہے کہ ساحل سمندر کی طرف سے بحری ڈاکوؤں یا غنیم کی روک ہو جائے۔ ساتھ ہی ہم نے تین ایلچی اہل اسپارٹا کو اطمینان دلانے کے لئے بھیجے ہیں۔ ان تینوں کے نام یہ ہیں ۱۔ تھمسٹوکلیس۔ ارسٹیڈس اور ابرونیکس ۔

اہل ایتھنس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے قاصدوں کے روانہ کرنے سے اتنا وقت مل جائیگا کہ وہ شہر پناہ کو مکمل کر سکیں گے۔ سب سے اول تھمسٹوکلیس اسپارٹا گیا۔ اور اس نے بیان کیا کہ جو پیغام مجھے دیا گیا ہے اسے میں اس وقت بیان کروں گا جبکہ میرے دوسرے دونوں ساتھی آجائیں گے۔ اُدھر تھمسٹوکلیس۔

اسپارٹا میں مقیم رہا۔ ادھر دونوں ساتھیوں نے جانے میں قصداً دیر کر دی۔ اور اہل ایتھنس بڑی محنت و سرگرمی سے شہر پناہ کو بناتے رہے۔

جب اہل اسپارٹا کو اہل ایتھنس کی اس کوشش کی خبر ملی تو وہ سخت برہم ہوئے۔ تھمسٹوکلیس نے جو سچا محبّ ملک تھا اور ایتھنس کو یونان میں سب سے مستحکم اور زبردست بنانا چاہتا تھا اہل اسپارٹا سے کہا کہ تم افواہوں پر یقین نہ کرو۔ بلکہ چند معتبر لوگوں کو بھیج کر معلوم کر لو کہ کیا واقعی اہل ایتھنس شہر پناہ بنا رہے ہیں۔ جب چند لوگ اسپارٹا سے اس بات کے معلوم کرنے کے لئے روانہ کئے گئے تو تھمسٹوکلیس نے ایک قاصد کے ذریعہ اہل ایتھنس کو خبر کر دی اور جب یہ اسپارٹا کے قاصد ایتھنس کے قریب پہنچے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ اہل اسپارٹا کو اصلیت کا پتہ لگانے میں دیر ہو جائے اور شہر پناہ مکمل ہو جائے۔ الغرض یہ کہ شہر پناہ اور مورچے مکمل ہو گئے۔ اس وقت تھمسٹوکلیس نے اہل اسپارٹا سے اصل غرض بیان کر دی۔ اہل اسپارٹا بہت غضبناک ہوئے مگر کر کیا سکتے تھے۔ انہوں نے تھمسٹوکلیس اور اس کے ساتھیوں کو بلا تعرض ایتھنس واپس چلا جانے دیا تاہم دل میں وہ اہل ایتھنس اور خاص کر تھمسٹوکلیس کے جانی دشمن ہو گئے۔

اس کے بعد تھمسٹوکلیس نے اہل ایتھنس کو بحری تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے یہ صلاح دی کہ ایتھنس سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک مضبوط شہر اور بندر بنایا جائے۔ لوگوں نے

اس صلاح پر عمل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک شہر جس کے چاروں طرف مورچے تھے بنا دیا گیا اور ایک بڑی وسیع اور مستحکم بندرگاہ بھی بنا دی گئی ✦

انسان میں حسد کا مادّہ فطری ہے۔ تھمسٹوکلس نے اپنی تجاویز کے ذریعہ جن سے ایتھنس کی طاقت اور شان و شوکت کو ترقی ہوئی ایک طرف تو اہل اسپارٹا کو اپنا دشمن جانی بنا لیا۔ اور دوسری طرف چند حاسد اپنے ہی شہر میں پیدا کر لئے تھے۔ اگرچہ وہ اپنے ملک میں بیحد ہر دلعزیز ہو گیا۔ لیکن اُس کی یہی ہر دلعزیزی اُس کی بربادی کا باعث ثابت ہوئی۔ اہل اسپارٹا جن کی نگاہوں میں تھمسٹوکلس خار کی مانند کھٹکتا رہتا تھا۔ ہر دم اسی فکر میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح اس کو جلا وطن کرا دیں۔ ایسا کرنے سے وہ ایتھنس کی طاقت و عظمت کو ضعف پہنچا سکتے تھے ✦

اہل اسپارٹا نے تھمسٹوکلس کے حاسدوں سے میل کر کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانی شروع کی کہ تھمسٹوکلس جمہوری سلطنت کو مٹا کر خود یونان کا مالک و مختار بننا چاہتا ہے مثل مشہور ہے کہ "انسان کا شیطان انسان ہے" اُس کے بدخواہوں کی کوششیں رنگ لائیں اور نادان لوگ اُس سے بدظن ہو گئے اور خوف کھانے لگے ✦

ایک طرف تو اہل اسپارٹا اور حاسدوں کی کوششیں تھمسٹوکلس کے خلاف پڑیں۔ دوسری طرف اہل ایتھنس جن کے سامنے پسٹرا سٹوس کی مثال تھی۔ یہ شخص ایک رکن تھا مگر جب اُس کی ہر دلعزیزی اور طاقت انتہا درجہ پر پہنچ گئی تو ایتھنس کا مالک

وہ مختار بن گیا۔ اور لوگوں کی آزادی و حقوق کو پامال کرنے لگا اپنی آزادی کے تلف ہو جانے کے خیال سے اپنے سچے خیرخواہ تھمسٹوکلیس سے سخت بدظن ہو گئے۔ اور اگرچہ ارسٹیڈس نے جو تھمسٹوکلیس کا رقیب تھا لوگوں کی رائے کی سخت مخالفت کی۔ لیکن ایک بھی پیش نہ گئی اور محبّ ملک تھمسٹوکلیس کو جلاوطنی کا منہ دیکھنا پڑا ✤

تھمسٹوکلیس کے جلاوطن کئے جانے کے بعد ایتھنس کا سرغنہ ارسٹیڈس بنایا گیا۔ اُس نے ہر طرح ملک کو ترقی دی۔ اگرچہ وہ اپنے زمانہ میں مختار کل رہا۔ اور ملک کے بہت سے معزز منصبوں کے فرائض انجام دیتا رہا۔ لیکن اُس نے کبھی لوگوں کو اس بات کے شبہ کرنے تک کا موقع نہیں دیا کہ وہ ملک کا بدخواہ ہے۔ وہ غریبی کی حالت میں فوت ہوا۔ لیکن ایتھنس کو یونان کا سرتاج چھوڑ گیا۔ اہل ملک نے اُس کی خدمات کی قدر کی۔ اُس کی تجہیز و تکفین ملک کے روپیہ سے کی گئی۔ اور فہالیرم کے مقام پر اُس کی یادگار قائم کی گئی۔ اُس کے بیٹیوں میں سے ہر ایک کو زمین عطا کی گئی۔ اور اُس کے بیٹے لیسماخس کو پنشن ✤

ارسٹیڈس کی وفات کے بعد ایتھنس کا سرغنہ سیمون بنایا گیا۔ یہ ایک بڑا اقبال شخص تھا۔ اُس کے باپ نے ایک بڑی آمدنی والی جائداد چھوڑی تھی۔ لیکن وہ اُس ساری آمدنی کو ملک کی ترقی کے کاموں میں صرف کر دیتا تھا۔ اُس نے ایرانیوں کے خلاف جنگ شروع کی۔ اُس نے اول تھراس (ادن) فتح کیا۔ پھر سکیرس۔ خشکی پر کئی جنگوں کے فتح کرنے کے بعد

سیمون نے تھمسٹوکلس کی حکمت عملی پر عمل کیا۔ اور جنگی جہازوں کے بیڑے کو مضبوط کر کے بحری لڑائیوں میں ایرانی سپاہ کو زک پر زک دی اور بہت سے مقامات فتح کر لیئے۔ اُس نے شہر ایتھنس میں بہت سی ترقیاں اور اصلاحیں کیں۔ یہ شخص اُس دولت کو جو مالِ غنیمت میں سے بہ حیثیت ایک سپہ سالار کے اس کے حصے میں آتی تھی نہیں لیتا۔ بلکہ رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرتا تھا۔ اُس نے ایتھنس میں سایہ دار سڑکیں بنوائیں اور بازار کو درست کرایا۔ سیرگاہیں بنوائیں۔ عالی شان نفیس عمارتیں تعمیر کرائیں۔ تھیٹروں کو درست کرایا۔ میوے کے باغ لگوائے۔ وہ بڑا فیاض تھا۔ حاجتمندوں کی حاجت روائی میں ہر دم کوشاں رہتا تھا۔ اس کا دسترخوان وسیع تھا ✦

اب ہم تھمسٹوکلس کی طرف پھرتے ہیں جو جلاوطنی میں دن گذار رہا ہے اور اگرچہ اسے بہت سی آزمائشیں پیش آتی ہیں اور بہت سے لالچ دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اُس کی حب الوطنی میں سرمو فرق نہیں آتا ✦

تھمسٹوکلس کی بربادی میں سب سے زیادہ حصہ پوسانیس نے لیا تھا۔ خفیہ طور پر یہ بیوفا شخص اسپارٹا کا ایک سرغنہ تھا تھمسٹوکلس کی جلاوطنی کے حالات بیان کرنے سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بیوفا اور جھوٹے محبِّ ملک کے مختصر حالات نذرِ ناظرین کیئے جائیں تاکہ ناظرین جھوٹے اور سچے محبِّ وطن میں تمیز کر سکیں ✦

جب جنگ یونان و فارس (ایران) میں بائزنٹیم موجودہ قسطنطنیہ کو ایرانیوں سے فتح کر لیا گیا تو پوسانیس کے پانیہ

کو فتح کیا اور اس فتح کے حالات ایک سنہری تختی پر کندہ کرا کر اپولو دیوتا کے مندر میں رکھوا دیئے۔ ان حالات میں پوسانیس نے اپنے آپ کو فاتح قرار دیا۔ اسپارٹا کی گورنمنٹ کو یہ بات بری لگی۔ اس نے اس کتبہ کو برباد کرا کر دوسرا کتبہ بنوایا جس میں یونان کی متحدہ ریاستوں کو فتح کا باعث قرار دیا۔

پوسانیس گو بہادر تھا لیکن ناموری کا دلدادہ اور مغرور۔ جب اس نے اپنی ناموری کو اس طریقہ میں مٹتے دیکھا تو اور طریقہ میں حاصل کرنا چاہا۔ وہ اسپارٹا کا بادشاہ نہیں تھا۔ بلکہ ایک سرغنہ اور لیونیڈس مشہور محبّ ملک کے بیٹے کا اتالیق تھا۔ اس نے اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے ان ایرانیوں سے جو جنگ میں قید کر کے لائے گئے تھے باتیں کیں۔ ان میں سے چند خود شاہ ایران کے رشتہ دار تھے۔ اس نے شاہی رشتہ داروں کو رہا کرا دیا اور ان کی معرفت زرکسس شاہ ایران کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ "اگر شاہ ایران اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کر دے اور مجھے اس قدر روپیہ اور ایسا اعلےٰ منصب عطا کرے کہ میں شاہانہ شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ زندگی بسر کروں تو میں اسپارٹا اور کل یونان پر اس کا قبضہ کرا دوں"۔ شاہ ایران نے یہ درخواست بخوشی قبول کر کے فیصلہ کے لئے پوسانیس کے پاس قاصد روانہ کئے۔ اب تو اس بیوفا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اس نے ایرانی سپہ سالار کا لباس زیب تن کیا اور مشرقی شان و شوکت کے ساتھ تھریس کا دورہ کیا۔ اپنی ہمراہ ایرانیوں اور مصریوں کا حفاظتی بدرقہ رکھنے لگا۔ اور یونانی سپاہیوں کو دُرّے لگوانے لگا۔ اس

وقت ارسٹیڈیس زندہ تھا۔ جب اُس نے پوسانیس سے اس
بڑی روش کی وجہ دریافت کی تو پوسانیس نے اُس کی تحقیر
کی۔ شدہ شدہ گورنمنٹ اسپارٹا کو بھی پوسانیس کے بُرے ارادے
کی کچھ خبر لگ گئی۔ بقول حافظ شیرازی

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

گورنمنٹ نے اُسے طلب کیا۔ اُس پر عدالت میں الزام
لگایا اور مقدمہ چلایا گیا۔

اُسے جسمانی اور دیگر قسم کی تکالیف دی گئیں۔ لیکن
بغاوت اور بیوفائی کا جرم اُس پر ٹھیک ٹھیک ثابت نہ ہو
سکا۔ اسپارٹا سے وہ بلا اجازت پھر قسطنطنیہ چلا گیا اس پر یونان
کی متحدہ ریاستوں نے اُس پر بغاوت و بیوفائی کا الزام لگا
کر جلاوطنی کا حکم صادر کیا۔ اُسے پھر اسپارٹا بلایا گیا۔ اور
مقدمہ چلا کر اور جرم ثابت کر کے قید خانے میں بھیجا گیا۔
مگر جیل سے وہ کسی حکمت سے نکل کر بھاگ گیا۔ اور شاہ ایران
اور اسپارٹا کے غلاموں سے سازش شروع کی۔ غلاموں کو
اُس نے امید دلائی کہ اگر وہ اُسے اسپارٹا کی گورنمنٹ کے
ہٹا لینے اور اُس کے اسپارٹا کے فرمانروا بنا لینے میں مدد دیں
تو وہ اُنہیں یونانی شہریوں کے سے حقوق عطا کر دیگا۔

پوسانیس کی یہ سازش ظاہر ہو گئی۔ اُس نے ایک
شخص ارگیلیس کی معرفت ایرانی سپہ سالار ارطابازس
کے پاس ایک خط روانہ کیا۔ وہ پہلے بھی کئی خط روانہ کر چکا
تھا۔ جن میں قاصدوں کے ہلاک کر دینے کی اس لئے ہدایت
تھی کہ راز فاش نہ ہو سکے۔ اس لئے قاصد واپس ہی نہیں

آتے تھے۔ اس خط میں بھی یہ ہدایت درج تھی۔ ارگیلیئس کو قاصدوں کے واپس نہ آنے پر کچھ شبہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اُس نے خط کھولکر پڑھوایا۔ اور حالات سے واقف ہو کر خط اسپارٹا کی ملکی مجلس میں پیش کر دیا۔ اب تو پوسانیئس کی بیوفائی کا حال بالکل آشکارا ہو گیا۔ ملکی مجلس نے اُس کی گرفتاری کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ جس کی اُسے بھی کسی طرح خبر ہو گئی اور اُس نے ایتھنی دیوی کے ایک مندر میں پناہ لی مگر لوگوں نے مندر کی چھت توڑ کر اُسے باہر نکالا۔ لوگوں نے اُس پر پتھراؤ کیا۔ سب سے پہلا پتھر خود اُس کی ماں نے مارا۔ شاباش ہے ایسی ماں پر جس نے ملک کی طرفداری کی اور بیٹے کی نہیں۔ الغرض یہ کہ مندر کے باہر نکالکر اُسے زمین پر ڈالدیا گیا۔ جہاں وہ فوت ہو گیا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ تھمسٹوکلس محبّ وطن کی جلاوطنی کا خاص باعث بھی دغا باز پوسانیئس تھا۔ جب ایام جلاوطنی میں تھمسٹوکلس شہر ارگوس میں مقیم تھا تو پوسانیئس اُس سے ملنے کے لئے گیا۔ اور اُس سے کہا کہ وہ بھی سازش میں شریک ہو جائے۔ لیکن اُس نے اس رائے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مثل مشہور ہے کہ "ہمسایہ ضرور رنگ لاتی ہے"۔ اس لئے پوسانیئس کی بدبختی سے تھمسٹوکلس بیچارے پر بھی مفت مصیبت نازل ہوئی۔

پوسانیئس کی وفات کے بعد کچھ کاغذات برآمد ہوئے جن سے تھمسٹوکلس کی نسبت یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ بھی سازش میں شریک تھا۔ پس اہل اسپارٹا نے جو تھمسٹوکلس کے خون کے پیاسے تھے ایتھنس میں قاصد اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ تھمسٹوکلس کو

جلا وطنی سے واپس بلا کر اس پر بغاوت کا مقدمہ چلایا جائے
اس وقت چونکہ ایتھنز اور اسپارٹا میں گہری دوستی تھی۔ اس
لئے اس پیغام کو قبول کر لیا گیا۔ تھمسٹوکلیس کو بلایا گیا۔ لیکن وہ
نہیں آیا۔ اور آرگوس سے بھاگ کر ایپیرس چلا گیا۔ لیکن وہاں بھی
خطرے میں پڑ کر وہ شاہ موسالیہ کے ملک میں داخل ہوا جو اس
کا جانی دشمن تھا۔ اور شاہی محل میں ملکہ کے پاس پہنچا۔ اس نے
اصلی حال بیان کر دیا۔ ملکہ کی رائے کے مطابق اس نے اس کے
ایک بچے کو اپنی گود میں لیا اور بادشاہ کے خانگی دیوتا کے آگے
سرنگوں ہوا۔ بادشاہ نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو
اس کے حالِ زار پر بڑا ہی رحم آیا اور اس نے اسے اپنے ہاں
پناہ دی +

ابھی مصیبت زدہ تھمسٹوکلیس کو اطمینان بھی نہیں ہونے
پایا تھا کہ ایتھنز اور اسپارٹا سے پیغامبر آ گئے۔ جو یہ پیغام
لائے کہ تھمسٹوکلیس کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن بادشاہ نے
اس کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تھمسٹوکلیس نے یہ سوچ کر کہ
کہیں اس کے باعث شاہ اڈمیٹس اور یونان میں جنگ نہ چھڑ
جائے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ اور مقدونیہ کی راہ سے بندرگاہ
پائڈنہ پر پہنچا اور وہاں سے نام بدل کر ایک تجارتی جہاز کے ذریعہ
سے شاہ ایران کی سلطنت میں داخل ہوا اور ناکسوس کے مقام
سے شاہ ارتخششتا کو اطلاع دی کہ میں نے سابق بادشاہ ایران
کی خدمت کی ہے۔ اس لئے مجھے پناہ دی جائے۔ شاہ ایران اس
کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور اپنی بارگاہ واقع سوسہ میں
طلب کر کے اسے دو سو ٹیلنٹ (یہ ایک سکہ ہے جو امریکہ

سکے موجودہ سکہ دو ہزار ڈالر کے برابر ہوتے ہیں۔ ایک ڈالر چھ سکہ ہندوستانی کی برابر ہے) اُس کے نذر یہ کہہ کر کئے کہ یہ تمہارے سر کی قیمت ہیں اور تمہارے سر کے لانے والے کے لئے انعام تجویز کئے گئے تھے۔ چونکہ تم خود میرے ملک میں چلے آئے ہو اس لئے یہ رقم تم ہی کو نذر کی جاتی ہے۔

تھمسٹوکلس پہلے بھی شاہ ایران کے دربار میں رہ چکا تھا۔ اس لئے ایرانی زبان سے خوب واقف تھا۔ اُس نے بادشاہ سے ایسے پر اثر پیرایہ اور لہجہ میں گفتگو کی کہ بادشاہ کو مہربان کر لیا۔ بادشاہ نے اُسے ایشیائے کوچک کی سپاہ کا سپہ سالار بنا دیا اور تین شہروں کی آمدنی اُس کے گذارے کے لئے مقرر کر دی۔ اُس نے شہر میگنیشیہ میں قیام کیا اور مشرقی طرز پر اپنی زندگی بڑے آرام سے گذارنے لگا۔ لیکن اُسے اس بات کا قلق ہر دم رہتا تھا کہ اس کے اہل ملک نے اُس کے ساتھ بُرا اور ظالمانہ سلوک کیا۔

جب مصر نے ایران کے خلاف بغاوت کی اور یونان نے مصر کی طرفداری کی تو شاہ ارتخشستا نے تھمسٹوکلس سے کہا کہ تم یونان کے خلاف جنگ کرو۔ بھلا یہ بات تھمسٹوکلس جیسے محب ملک کو کب گوارا ہو سکتی تھی کہ وہ ایتھنس کے خلاف جسے اُس نے اپنے ہاتھ سے اس قدر عروج پر پہنچا دیا تھا اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اُس کی ترقی کے لئے صرف کر دیا تھا۔ محض ایک غیر قوم اور غیر ملک کے بادشاہ کے فائدے کی غرض سے اُس کی تباہی کے درپے ہو سکے۔ اُس کے نزدیک یونان پر جو اُس کا مولد و مسکن تھا خروج کشی کرنا مر جانے سے بدتر اور سخت بیوفائی

ہیں داخل تھا۔ اُس نے اس ذلت سے بچنے کے لئے تدبیر کی یعنی اپنے دیوتاؤں کو قربانی چڑھائی اور دوستوں سے رخصت ہو کر زہر کا پیالہ پی لیا اور جان دیدی ✦

ایسے ہوتے ہیں سچے محبّ ملک۔ اور جھوٹے محبّ ملک ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ بدذات پوسانیئس تھا۔ جو دُنیوی عزت اور دولت کی خاطر اپنے ملک کو دشمن کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اگر تھمسٹوکلس شاہ ایران کی رائے پر عمل کرتا تو اُسے بڑی سے بڑی دُنیوی عزت دولت اور حشمت نصیب ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ ناموس فروش نہ تھا۔ بیوفا نہ تھا۔ بلکہ اپنے ملک کا سچا خیرخواہ۔ اُس کی غیرت کب قبول کر سکتی تھی کہ دشمن کی خاطر اپنوں کو نقصان پہنچائے۔ اگرچہ اُسے اپنی زندگی میں ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے اہل ملک پر اپنی بے گناہی ثابت کر سکتا۔ لیکن اس کی موت کا واقعہ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ بے گناہ تھا۔ اُس پر جھوٹا الزام لگایا گیا۔ وہ حاسدوں اور دشمنوں کا شکار ہو گیا تھا۔ اور درحقیقت سچا اور بے نظیر محبّ ملک تھا۔ اس بات کو ساری دُنیا تسلیم کرتی ہے ✦

ہر ہندوستانی پر واجب ہے کہ وہ حب الوطنی میں تھمسٹوکلس کی پیروی کرے ✦

ملک کی خاطر قربانی

جب ایران کے بادشاہ زرکسیز نے یونان پر فوج کشی کی تو یونانیوں کو اپنے ملک کے بچانے کی فکر پڑی۔ اور کرنتھ کے مقام پر یونانیوں کی متحدہ سلطنتوں کی ایک کانگریس جمع ہوئی تاکہ جو تجاویز یونان کے بچانے کے متعلق قرار پائیں اُن پر عمل کیا جائے۔ ابھی کانگریس اپنا اجلاس ختم نہ کرنے پائی تھی کہ تھسلی سے پیغامبر امداد مانگنے کے لئے آ گئے مقدونیہ سے ایک راستہ تھسلی کو ایک تنگ پہاڑی درّے میں ہو کر آتا تھا۔ اگر سپاہ فارس کا اُس پر قبضہ ہو جاتا یونان کا فتح کرنا ایک آسان بات ہو جاتی۔ یونانیوں نے ایک فوج اہل تھسلی کی امداد کے لئے روانہ کی جس نے وادی میں پہنچ میں مقیم ہو کر فارسی لشکر کو روکنا چاہا۔ لیکن فارسی لشکر نے سمندر کی طرف سے آگے بڑھ کر اُن کو آ لیا۔ اور درّے سے تھرما پلی کا رخ کیا۔ اس درّے پر ایرانی فوج کا قبضہ ہو جاتا ہے تو یونان کی فتح کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا۔

تھرما پلی کا درّہ صرف اس قدر کشادہ تھا کہ اُس میں ہو کر ایک رتھ گذر سکے۔ پس یونانیوں کو اس درّے کی حفاظت کی فکر لاحق ہوئی اور صلاح و مشورہ کے بعد قرار پایا کہ اسپارٹا کا سورما لیونیڈس معہ ایک جانباز فوج کے اُسی درّے پر جائے اور ایرانی ٹڈی دل لشکر کو روکے۔ یہ شخص بڑا جانباز اور اپنے ملک کا سچا خیر خواہ تھا۔ ملک کی بہبودی کی خاطر

وہ جان قربان کرنا ایک ادنےٰ سی بات سمجھتا تھا۔ اُس نے اسپارٹا کے تین سو بے جگر اور جانباز بہادر اپنے ساتھ لئے اور درّے پر ڈیرہ جما یا۔ اور چوکی پہرہ مقرر کرکے ایرانی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔ سات ہزار جرّار یونانی درّے کے پیچھے گھات میں لگے رہے ۔

جب زرکسیس کو معلوم ہُوا کہ درّے پر صرف چند سو جانباز یونانی ہیں تو اُسے مطلق فکر نہ ہوئی۔ اُس نے خیال کیا کہ اُن کو تو ایک حملہ ہی میں پیس ڈالونگا۔ مگر اُس نے ایک جاسوس یہ معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جاسوس نے جاکر بیان کیا کہ یونانیوں نے اپنی ڈھالیں زمین پر گاڑ دی ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں ۔

زرکسیس کو کھیل کود پر بڑا تعجب ہُوا۔ کیونکہ غنیم کی یورش کے وقت کسی ملک کے باشندے کھیل کود روا نہیں رکھ سکتے تھے۔ اُس نے خیال کیا کہ یہ لوگ بیوقوف ہیں۔ جو تھوڑی ہی سی جماعت کے ساتھ ایرانی سپاہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا خون کرنا اچھا نہیں۔ جب وہ ایرانی فوج کی طاقت اور شمار سے واقف ہونگے تو خوف کھاکر خود ہی چلے جائینگے۔ اس خیال سے زرکسیس چار دن تک ایک مقام پر مقیم رہا۔ مگر جب کہ مایوسی ہوئی تو اُس نے پیش قدمی کی۔ اور اپنی فوج کو یونانیوں کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ الغرض ایرانی فوج بڑھی اور جانباز یونانیوں سے مقابل ہوئی۔ دونوں میں مقابلہ ڈٹا اور دو دن تک خونریز جنگ رہی۔ ایرانیوں کا زور شور سے حملہ کرنا اور یونانیوں کا اُن کو پسپا کردینا ایک عجیب سماں تھا۔ جانبین سے

تک سورما لڑتے ۔ کٹتے اور مرتے رہے ۔ لیکن یونانیوں نے ایرانیوں کو درّے کے پاس تک نہیں پھٹکنے دیا ✦

تیسرے دن ایک دغاباز یونانی کی مدد سے ایرانی سپاہ کو درّے تک راستہ پر قبضہ کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ اُسے معلوم ہوا کہ درّے سے فوکیا کو عبور کر کے درّے تک راستہ پر قبضہ ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ ایک مضبوط فوج فوکیا کی طرف روانہ کی گئی ۔ اہل فوکیا نے مقابلہ کیا ۔ مگر شکست کھا کر بھاگ نکلے ۔ اور ایرانی لشکر آگے بڑھا تاکہ پیچھے سے جانبازیونانیوں پر حملہ کرے ۔ چنانچہ دونوں طرف سے جانباز یونانی ایرانی فوج میں گھر گئے ۔ اُن کی وہی مثل ہوئی کہ "نہ پائے رفتن، نہ جائے ماندن"۔ مگر اس کی خبر لیونیڈس کو بھی مل گئی ۔ اس وقت یونانی فوج پر بڑا خوف غالب آیا ۔ مشورے کے بعد قرار پایا کہ اہل اسپارٹا اپنے ملکی قانون کے مطابق واپس نہیں جا سکتے ہیں ۔ البتہ دیگر یونانی اگر چاہیں تو واپس چلے جائیں ۔ اس لئے سات ہزار یونانی سپاہ ایک طرف چلتی بنی ✦

اسپارٹا والے بڑے غیرتمند اور باحمیت تھے ۔ اُن کے ہاں یہ قانون تھا کہ میدان جنگ میں جا کر واپس نہیں آنا چاہئے ۔ اور نہ دشمن کو پیٹھ دکھانی چاہئے ۔ بلکہ مقابلہ میں کٹ کر مر جانا چاہئے ۔ اُن پر سعدی کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے ۔ کہ

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
ایں منم کندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

جب ایرانی سپاہ درّے کے نزدیک پہنچی تو لیونیڈس نے

کھلے میدان میں اُن کا مقابلہ کیا۔ اور حملہ آور ہو کر ایرانیوں کی پہلی صف ہلاک کر دی اور باقی صفوں کو پراگندہ کر دیا۔ اہلِ فارس کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مگر اُن میں جانباز بہت ہی کم تھے۔ برخلاف اس کے ایک ایک یونانی اپنے ملک کی آزادی کے لئے جان دینے پر تلا ہوا تھا۔ لڑائی جاری رہی سینکڑوں ایرانی کام آئے یونانی بھی مارے گئے۔ مگر لیونیڈس کی جماعت کے دم خم میں فرق نہ آیا۔ آخر کار جنگ میں لیونیڈس بھی مارا گیا۔ مگر یونانیوں کی ہمت فسخ نہ ہوئی۔ بلکہ مقابلہ پر ڈٹے رہے اور پہلے کی نسبت زیادہ جانبازی دکھائی۔ اور چار مرتبہ سپاہ فارس کا منہ موڑ دیا۔ مگر جب لڑتے لڑتے اور مرتے مرتے ان کی تعداد بہت ہی کم رہ گئی تو وہ لیونیڈس کی لاش کو بیچ میں لے کر ایک ٹیلہ پر جا بیٹھے۔ جہاں سپاہ فارس نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر تہ تیغ کر دیا۔

یہ ہے سچی حب الوطنی کی مثال۔ درّے تھرماپلی پر ایک سنگین کتبہ ہے جس میں لیونیڈس اور اُس کے ہمراہیوں کے بہادرانہ کارناموں کے حالات کندہ ہیں۔ جو اہلِ یونان کو اب تک حبّ الوطنی کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔

محبِ ملک لکرگس

بہت سے انقلابات دیکھنے کے بعد یونان میں آرگوس، ایتھنز اور اسپارٹا کی ریاستیں بڑے عروج پر پہنچ گئیں۔ اُن میں سے اسپارٹا زیادہ عروج پر تھا۔ اُس کی عظمت و عروج اور ترقی کا باعث شاہی خاندان کا ایک نیک دل اور محبِ ملک شخص لکرگس تھا۔

زمانہ دراز سے اسپارٹا کا شاہی خاندان لوگوں پر دن بدن زیادہ سختیاں کرتا گیا۔ اور رعایا ظلم و ستم کے باعث سخت تکلیف اور حکمرانوں سے بیزار رہنے لگی۔ جب لکرگس کے باپ نے انتقال کیا تو تاج و تخت کا وارث لکرگس کا بڑا بھائی پولی ڈکٹس ہوا۔ لیکن وہ بھی تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہو گیا۔ اور لوگوں نے ایک دل ہو کر لکرگس کو بادشاہ بنانا چاہا۔ اُس نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ لیکن بادشاہت کرنے کی نیت سے نہیں۔ بلکہ اس نیت سے کہ جب تک اُس کی بیوہ بھاوج جو حاملہ تھی کوئی بچہ نہ جنے تب تک ملک کا انتظام کرے۔

یہ ارادہ کر کے لکرگس نے اعلان کر دیا کہ اگر اُس کے بھائی کی بیوہ بیوی کے بیٹا پیدا ہوا تو وہ وارثِ تاج و تخت سمجھا جائیگا۔ اور اُس کے ایام نابالغی ختم ہونے تک میں ملک کا نظم و نسق کرتا رہونگا۔ اسی لئے لکرگس نے شاہی اتالیق کا لقب اختیار کیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد بیوہ ملکہ نے لکرگس

سے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ شادی کرے تو میں اپنے بچے کو ہلاک کر دونگی۔ لکرگس کے لئے یہ بڑی آزمائش تھی۔ اگر وہ بادشاہی کا خواہاں ہوتا یا کمزور طبیعت کا شخص تو اس تجویز کو فی الفور قبول کر لیتا ۔

لکرگس نے اُس وقت چال سے کام لینا چاہا۔ اس نے بظاہر ملکہ سے وعدہ کر لیا کہ وہ اُس کے ساتھ شادی کر لیگا لیکن ساتھ ہی ملکہ سے یہ بھی کہا کہ تم حمل گرانے کی غرض سے کوئی دوا وغیرہ نہ کھانا۔ کیونکہ اس سے تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائیگی جس وقت بچہ پیدا ہوگا تو میں اُسے خود کسی ترکیب سے ہلاک کر دونگا۔ بیوقوف ملکہ لکرگس کا جواب سنکر بہت خوش ہوئی

لکرگس نے ملکہ کو صرف دھوکا دیا۔ ورنہ اُس کا دلی ارادہ تو یہ تھا کہ جب بچہ پیدا ہو تو وہ اُس کی بڑی حفاظت کے ساتھ پرورش کرے اور اُس کے بالغ ہونے پر تاج و تخت اُس کے حوالے کر دے۔ جب لکرگس کو معلوم ہوا کہ ملکہ دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اُس کے بچہ پیدا ہونے کو ہے تو اُس نے کئی آدمی تعینات کر کے اُن کو یہ فہمائش کی کہ دیکھو بچہ ہلاک ہونے نہ پائے۔ اگر لڑکی پیدا ہو تو اُسے ملکہ کے حوالے کر دو اور لڑکا ہو تو اُسے فی الفور میرے پاس لاؤ۔ اور میں چاہے کیسے ہی کام میں مصروف ہوں اور چاہے کوئی وقت ہو تم لڑکے کو مجھ تک پہنچا دو۔

کہتے ہیں کہ جب وہ شہر کے حاکموں کے ساتھ شب کا کھانا کھا رہا تھا تو لوگ لڑکے کو لائے۔ لکرگس نے اُسے ہاتھوں پر لے کر حاکموں سے کہا کہ دیکھئے یہ آپ کا نیا بادشاہ ہے"

اُس نے اُسی وقت بچے کو تختِ سلطنت پر رکھکر اس کا نام

چار بلاؤس رکھدیا۔ حاضرین اُس کی عالی حوصلگی اور بے غرضی کو دیکھ کر عش عش کرنے لگے۔ اور اس طرح لکرگس کی حکمرانی کا زمانہ صرف ۸ ماہ تک رہا +

رعایا لکرگس کے نیک اوصاف کی دلدادہ تھی۔ اور اسی لئے اُس کی بڑی قدر و قعت کرتی تھی۔ وہ اُس کے اشاروں پر چلتی تھی۔ اگر وہ چاہتا تو ننھے بادشاہ کو ہلاک کرا دیتا۔ اور لوگ اُسے بخوشی بادشاہ قبول کر لیتے۔ لیکن وہ غاصب فرمانروا نہیں بننا چاہتا تھا۔ بلکہ وہ حکمرانی سے نفرت رکھتا تھا کیونکہ وہ ایک اور ہی خدمت کو انجام دینا چاہتا تھا جس میں کل ملک کی بہتری ہو سکتی تھی +

جب ملکہ نے دیکھا کہ لکرگس نے بچے کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور اُس کی پرورش بڑی حفاظت کے ساتھ ہونے لگی۔ لکرگس اُس کا اطالیق رہنا چاہتا ہے۔ اور جب لڑکا بالغ ہو گا تو لکرگس اُسے بادشاہ بنا دیگا۔ تو اُس کی اپنی امیدوں پر پانی سا پھر گیا۔ اور یقین ہو گیا کہ لکرگس اُسے نہ اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے اور نہ خود بادشاہ بننا۔ پس اُسے بے حد ملال ہوا۔ اور اب اُس نے اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر یہ بات نقش کرنا چاہی کہ لکرگس اُس کے بیٹے کے خون کا پیاسا ہے۔ اُس نے لوگوں سے کھلم کھلا کہا کہ اگر اُس کے بیٹے پر کوئی حادثہ گزر ا یا اُس کی جان پر کوئی آفت آئی تو یہی سمجھا جائے کہ اُس کا باعث لکرگس ہے +

جب نیک دل اور خدا ترس لکرگس نے سمجھ لیا کہ اُس کی شہرت معرض خطر میں ہے اور اُس کی نیک نامی اور نیک

بیتی پر حرف آنے والا ہے۔ تو اُس نے اپنے کو الزامات سے بچانے کے لیئے یہ تجویز نکالی کہ وہ نئے بادشاہ کو قابل اعتبار لوگوں کی ایک جماعت کی حفاظت میں چھوڑ کر غیر ممالک کو اُس وقت تک کے لیئے چلا جائے جب تک کہ نیا بادشاہ بالغ ہو کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لے لے اور اُس کے ایک فرزند بھی پیدا نہ ہو جائے۔ الغرض یہ کہ وہ سیر و سیاحت کی غرض سے اسپارٹا کو خیر باد کہکر چلتا بنا ؂

اسپارٹا سے روانہ ہو کر وہ کریٹ پہنچا۔ جہاں کے ملکی قوانین کی خوبی۔ لوگوں کی سخت جانی اور جانفشانی۔ طرز معاشرت کی سادگی دیکھ کر اُسے بڑی ہی حیرت ہوئی۔ اُس نے اُن کے بہت سے قوانین کو اپنے ملک میں جاری کرنا چاہا۔ کچھ عرصہ کریٹ میں قیام کر کے لکرگس ایشیا کو گیا۔ جہاں کے باشندوں کو اُس نے عیش پرست اور فضول خرچ پایا۔ پھر وہ مصر کو گیا جہاں اُس نے علم و فنون سیکھے۔ اس ملک میں انتظام سلطنت عمدہ تھا۔ پیشوں کے مطابق لوگوں کی تقسیم فرقوں اور ذاتوں میں تھی۔ یہ دونوں باتیں لکرگس کو پسند آئیں ؂

لکرگس کی غیر حاضری میں اہل اسپارٹا کو اُس کے جاری کردہ قوانین کی خوبی محسوس ہوئی۔ اور انہوں نے اسپارٹا کے دونوں بادشاہوں کی منظوری سے اُسے واپس بلانے کے لیئے اُس کے پاس پیغامبر روانہ کیئے۔ واضح رہے کہ اسپارٹا کے تخت پر ایک ہی وقت میں دو بادشاہ حکمرانی کرتے تھے۔ لکرگس واپس آیا اور اُس نے ملکی قوانین محض ملک کے

لوگوں کی بہتری کے لئے ترمیم کرنا شروع کئے +

سب سے اول اُس نے بادشاہوں کے باہمی تنزاع کو مٹانا چاہا۔ اور اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے اُس نے اُن کے اختیارات محدود کئے۔ اور مملکت کی تکمیل کے لئے اُس نے تیس بزرگوں کی ایک مجلس مقرر کی۔ جس میں دونوں بادشاہ اور ۶۰ برس سے زیادہ عمر کے ۲۸ باشندے انتخاب کے ذریعہ داخل کئے جاتے تھے۔ یہ شاہی مجلس کہلاتی تھی۔ ان ۲۸ لوگوں کا انتخاب اس طریقہ میں کیا جاتا تھا کہ جن لوگوں کی رائے سے انتخاب کیا جاتا تھا وہ ایک مکان میں اجلاس کرتے تھے۔ اُس کے پاس ہی ایک مکان میں وہ لوگ جمع ہوتے تھے جو اُس مجلس میں اپنا انتخاب چاہتے تھے۔ اور اُن میں سے ایک ایک کر کے یہ سارے لوگ انتخاب کرنے والی جماعت کے سامنے سے گذرتے تھے۔ لوگ اُن کی تعریف میں نعرے بلند کرتے تھے جن کو کچھ مقرر شدہ لوگ درج کرتے جاتے تھے۔ جس کی تعریف میں سب سے زیادہ نعرے یا مقررہ تعداد نعروں کی نکلتی تھی وہی منتخب کر لئے جاتے تھے۔ یہ ۲۸ ممبر بادشاہوں اور رعایا کی طاقت کو ایک برابر یعنی ایک ہی پیمانے پر رکھتے تھے۔ جب وہ رعایا کو زیادتی کرتے دیکھتے تو بادشاہ کی طرفداری کرتے اور جب بادشاہ کو زیادتی کرتے دیکھتے تو رعایا کی طرفداری +

لکرگس نے ایک اور مجلس مقرر کی جس میں تیس سال کی عمر تک کے اصلی شہری شامل کئے جاتے تھے۔ اس کا اجلاس ہر ماہ میں ایک بار کھلے میدان میں ہوا کرتا تھا۔ اس

مجلس کو مجلس شاہی کے فیصل کیئے معاملات پر بحث کرنے کا اختیار نہیں حاصل تھا۔ بلکہ اُن کی بابت صرف "ہاں" یا "نہیں"، یا "منظوری" یا "نامنظوری" کی رائے دینے کا۔ اس مجلس کے متعلق یہ بھی قرار پایا کہ اگر عام لوگ کسی قانون کے خراب کرنے کے لیئے کوشش کریں تو شاہی مجلس اور بادشاہ اُن کا اجلاس چھوڑ کر چلے جائینگے۔ گویا اجلاس برخاست کردیا جائیگا +

پھر لکرگس نے لوگوں میں مساوات کا درجہ قائم کرنا چاہا۔ اُس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ بالکل غریب ہیں اور بہت سے دولت مند۔ پس اُس نے اسپارٹا کی اراضی کو نو ہزار حصوں میں تقسیم کیا۔ جسے اُس نے نو ہزار شہریوں میں تقسیم کردیا۔ لاکونیہ کی باقی اراضی کو اُس نے ۳۰ ہزار حصوں میں تقسیم کرکے اُسے ۳۰ ہزار لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر حصے میں اس قدر اراضی شامل تھی کہ اُس میں۔ مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوسکتی تھیں ا۔ ۰ ۷ بُشل (ایک بُشل برابر ۳۲ سیر کے) گندم ایک مرد کے لیئے۔ اور ۱۲ بُشل گندم ہر عورت کے لیئے۔ مزید برال ایک خاص مقدار تیل اور اُن چیزوں کی بھی پیدا ہوتی تھی جن سے شراب بنائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قید لگا دی کہ کوئی شخص اس سے زیادہ اراضی نہ رکھ سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے سے زیادہ مالدار نہ ہوسکے +

پھر لکرگس نے مساوات قائم رکھنے کی غرض سے ایک اور تدبیر یہ نکالی کہ سونے چاندی کے سکہ کا رواج ملک سے

اُٹھا دیا۔ اس سے لوگوں میں بےحد سادگی آ گئی۔ کیونکہ وہ اس سکّے کے ذریعہ سے سازوسامان بہم نہیں پہنچا سکتے تھے آہنی سکّے کے رواج سے ملک سے نا انصافی بہت کچھ دور ہو گئی ۔

پھر لکرگس نے مساوات کے اصول کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے یہ قانون جاری کیا کہ سوائے خاص حالتوں کے سارے لوگ خواہ بادشاہ ہو یا رعایا۔ حاکم ہو یا معمولی شہری ایک ہی جگہ اور ہی سا کھانا کھائیں۔ صرف بادشاہ کو دُہرا حصہ اعزازی طور پر دیا جاتا تھا۔ ہر دستر خوان پر ۱۵ شخص کھانا کھاتے تھے۔ کھانے پینے کے لئے ہر شخص کو مسکوٹ میں ہر ماہ ۲۲ سیر غلہ۔ آٹھ گیلن شراب۔ ڈھائی سیر پنیر سولہ سیر انجیر اور گوشت مچھلی کے لئے کچھ دام دینا ہوتے تھے۔ کھانے کے لئے یہ چیزیں ملتی تھیں :- دلیا۔ شوربا۔ روٹی۔ پنیر۔ شراب۔ ترکاری۔ اور قربانی چڑھانے والے گوشت کا ایک حصہ مسکوٹ میں جیسے بنتے تھے۔ مسکوٹ میں بچّوں کو بھی کھانا کھانا پڑتا تھا۔ اس تجویز پر امیر لکرگس سے ناخوش ہو گئے۔ اور انہوں نے اُسے مار پیٹا۔ اور اُس کی آنکھ میں ضرب آئی ۔

پھر لکرگس نے یہ قانون جاری کیا کہ نہ رات کو یہاں تک کہ اندھیری رات کو بھی سڑکوں پر روشنی کی جائے اور نہ کسی کو مشعل یا لالٹین رکھنے کی اجازت ہو۔ اس میں یہ نفع تھا کہ لوگوں کو جنگ کے وقت چلنے میں دقت نہ ہو۔ اور یہ کہ اُن کو اندھیرے میں چلنے کی عادت پڑ جائے ۔

ایک مفید قانون لکرگس نے یہ جاری کیا کہ اہل اسپارٹا کسی ایک ہی قوم سے بار بار جنگ نہ کریں۔ کیونکہ اس سے اُس قوم میں فن حرب کی قابلیت۔ سپاہیانہ اطوار اور سخت جانی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک جنگجو قوم بنکر خوب مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس سے اہل اسپارٹا اُس قوم کو مغلوب نہیں کر سکینگے۔ اس کی سچی مثال اہل بوئیشیہ ہیں۔ جو مسلسل جنگ وجدل کے ذریعہ اچھے سپاہی بن گئے یہانتک کہ اسپارٹا والوں پر بھی سبقت لے گئے ✦

لکرگس نے یہ قانون بھی جاری کیا کہ لڑکیوں کو بھی ناچنے کودنے۔ کشتی گیری اور دیگر ورزشوں کی مشق کرنی چاہیئے۔ تاکہ اُن کی جسمانی طاقت عمدہ ہونے کے باعث وہ اچھی اولاد پیدا کر سکیں۔ نیز اپنی اولاد میں جوانمردی کا جذبہ پیدا کر سکیں۔ اس لئے لڑکیاں سرکاری نگران کی نگرانی میں رکھی جاتی تھیں۔ اور مائیں جبکہ اُن کے بیٹے جنگ میں شریک ہونے جاتے تھے تو یہ کہتی تھیں کہ یا تو ڈھال واپس لانا یا اُس پر پڑ کر آنا۔ ڈھال اس قدر بھاری ہوتی تھی کہ اُس سے خلاصی حاصل کرنا دشوار تھا۔ اور اُسے چھوڑ کر بھاگنا نامردی سمجھی جاتی تھی۔ جو لوگ جنگ میں مارے جاتے تھے وہ گھروں کو ڈھالوں پر ڈال کر بھیجے جاتے تھے۔ عورتیں مردوں کو شریفانہ اور حب الوطنی کے کاموں کے لئے تحریک دلاتی تھیں ✦

لکرگس کا قانون لڑکوں کے حق میں نہایت سخت تھا۔ چنانچہ لڑکوں کی تعلیم اس طریقہ میں کی جاتی تھی کہ وہ ...

ہو کر سخت جان اور جنگجو سپاہی۔ وفادار شہری اور محبِّ وطن نکلیں۔ بچے پیدا ہوتے ہی ایک مجلس میں حاضر کئے جاتے۔ جہاں اُن کی جسمانی صحت کا امتحان کرایا جاتا تھا۔ جو کمزور ہوتے وہ ہلاک کر دئیے جاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نہ اپنی ذات کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے تھے اور نہ ملک کو۔ پیدا ہوتے ہی اُن کو پانی کی جگہ شراب میں غسل دیا جاتا تھا کہ وہ سخت جان اور مضبوط ہو جائیں۔ سات سال تک لڑکے اور لڑکیاں گھروں میں عورتوں کی نگرانی میں رہتے تھے جو ان کو ورزشوں کی مشق کراتی تھیں۔ اس کے بعد سرکار کے مقرر کردہ نگرانوں کی نگرانی میں۔ اُن کو جماعتوں میں تقسیم کر کے ان سے ورزش کرائی جاتی تھی۔ سات سے ۱۸ سال تک لڑکے لڑکے۔ ۱۸ سے ۲۰ تک کے نوجوان۔ ۲۰ سے ۳۰ تک کے جوان۔ اور تیس کے اوپر کے شہری کہلاتے تھے۔

لڑکوں کو ہر طرح سخت جانی سکھائی جاتی تھی۔ سادہ غذا اور سخت ترین ورزش۔ جاڑوں میں تن ڈھکنے کے لئے ذرا سا کپڑا۔ جوتے ندارد۔ ہر سال بڑے لڑکوں کو کوڑوں کی مار لگائی جاتی تھی۔ بچوں کو تھوڑا سا لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ مگر یہ تعلیم اُن کی اصلی تعلیم و تربیت کا کوئی لازمی جزو نہیں تھا۔ البتہ دوڑ بھاگ۔ نیزہ بازی۔ کشتی۔ کود۔ پھاند وغیرہ کی ورزش خوب کرائی جاتی تھی۔ الغرض یہ کہ لڑکے والدین کی ملکیت نہیں سمجھے جاتے تھے بلکہ سلطنت اور ملک کی ملکیت۔

لکرگس کے ایک قانون کی رو سے نہ اسپارٹا والوں کو غیر

ممالک میں چلنے اور رہنے کی اجازت تھی اور نہ غیر ممالک والوں کو اسپارٹا میں آنے اور رہنے کی اجازت۔ کیونکہ اس سے اسپارٹا والے دوسری قوموں کی عادات سیکھ کر بگڑ سکتے تھے۔ اور دوسری اقوام کے لوگ اُن کی عادات سیکھ کر سُدھر سکتے تھے +

مختصر یہ کہ لکرگس نے اپنے ملک والوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنی ذات پر بھروسہ رکھیں اور شہد کی مکھیوں کی مانند ملکی مجلس اور بادشاہ کی رائے پر چلیں۔ اور کل ملک کو نفع پہنچائیں۔ وہ عزت کے دلدادہ ہوں۔ وہ سرگرم ہوں اور اپنے ملک کا فائدہ مدنظر رکھیں۔ اور سچی حب الوطنی سیکھیں اور اُس پر عمل کریں +

جب لکرگس کو اطمینان ہو گیا کہ لوگ اُس کے قوانین پر عمل کرنے لگے تو اُس نے اُن کو لازوال بنانے کی فکر کی۔ اور ایک مجلس میں درخواست کی کہ ابھی اصلی بات جسے وہ انجام دینا چاہتا ہے نامکمل ہے۔ اس لئے یہ وعدہ کرو کہ میری عارضی غیر حاضری میں میرے قوانین کی خلاف ورزی نہ کرو گے۔ انہوں نے وعدہ کیا۔ اور ڈیلفی کے مندر میں مکاشفہ لینے کے لئے حاضر ہوا کہ آیا اُس کے قوانین جاری رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ مکاشفہ کا یہ جواب ملا کہ رہ سکتے ہیں۔ پس اُس نے واپس آکر لوگوں کو مکاشفہ سنا کر کہا کہ میری اصلی غرض پوری ہو گئی۔ جب تک تم ان قوانین پر عمل کرتے رہو گے تب تک دنیا میں خوش حال اور فاتح رہو گے۔ اُس کی یہ رائے بالکل درست نکلی کیونکہ جب تک اسپارٹا

والے اُس کے قوانین پر عمل کرتے رہے۔ تب تک یونان بھر میں سب سے زیادہ خوشحال اور زور دار رہے ۔

اس کے بعد لکرگس نے یہ سمجھ کر کہ کسی وقت اسپارٹا والے اُسے اُس کے جاری کردہ قوانین کو منسوخ کرنے کے لئے مجبور نہ کریں وہ اسپارٹا سے چلا گیا اور اُس نے اپنی زندگی کا اپنے ہاتھوں سے خاتمہ کر دیا ۔

"وہ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے محبّ وطن کے نقش قدم پر چلنا اپنا فخر سمجھتے ہیں" ۔

محبِّ ملک سولن

سولن ایتھنس کے ایک نہایت معزز و شریف خاندان سے اور شاہ کوڈرس کی نسل سے تھا۔ چونکہ اُس کا باپ اپنا سارا مال و دولت لٹا چکا تھا اور سولن نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی کا دستِ نگر بنکر رہے۔ اس لئے اُس نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ۔ اس پیشہ کے باعث اُسے مختلف ملکوں کا سفر کرنا پڑا۔ سفر میں اُسے بہت سے فلاسفروں۔ مدبّروں اور عقلمندوں سے ملنے جلنے اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا خوب ہی موقع ملا۔ اُس نے علوم کی تحصیل کی اور خاص کر فلسفہ اخلاق کی۔ یہاں تک کہ یونان کے سات بڑے عقلمندوں میں شمار کیا گیا ۔

اہل ایتھنس نے لڑاکی ریاستوں سے جنگ و جدل کی

جس میں اُنہیں بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔ اول تو ملک میں اُمرا کی حکومت نے غضب ڈھایا۔ اُنہوں نے ایسے قوانین بنائے جن سے اُن ہی کا نفع ہو سکتا تھا۔ رعایا کی گویا عام لوگوں کی بھلائی مطلق نہ ہو سکتی تھی۔ انجام یہ ہُوا کہ ملک میں فتنہ و فساد اور جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ پھر غیر ملک والوں سے جنگ و جدل میں سخت ناکامی اور نقصان اُٹھانا پڑا جس وقت ایتھنس اس کشمکش اور جان کنی کی حالت میں تھا تو سولن نے ان آفت خیز باتوں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا +

ایتھنس کو میگیرا کی چھوٹی سی ریاست سے جزیرۂ سلامس پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے جنگ کرنی پڑی۔ مگر متواتر ناکامی رہی۔ اس لئے اہل ایتھنس نے یہ قانون بنایا کہ جو کوئی آیندہ سلامس کو فتح کرنے کے لئے جنگ کی رائے دیگا اُسے سزائے موت دی جائیگی۔ اگرچہ ہزاروں دلاوروں کو یہ قانون پسند نہ آیا لیکن جان کے خوف سے چپ رہے۔ تاہم سولن نے ہمّت باندھکر اس معاملہ کو ایک دن لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ وہ پرانی وضع کا لباس پہنکر سر بازار کھڑا ہو گیا۔ اور جب لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ تو اُس نے اپنے طبع زاد اشعار پڑھے۔ جن سے لوگوں میں نہ رکنے والا جوش پیدا ہو گیا۔ اور وہ اُس کی سپہ سالاری میں جہازوں پر روانہ ہو کر سلامس جا پہنچے۔ اور اہل میگیرا کو شکست فاش دے کر جزیرہ پر پھر قبضہ کر لیا +

اس واقعہ سے لوگوں کو سولن کی ذات پر بڑا اعتبار ہو گیا۔ وہ اُس سے ہر بات میں رائے لینے لگے۔ سولن نے

ملک کے اندرونی جھگڑوں کو طے کرنے کی غرض سے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ الکمیاین کے طرفداروں کا مقدمہ ورزبین سو کی مجلس سے طے کرایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُسے اور اُس کے طرفداروں کو جلا وطن کیا گیا۔ اس خاندان کے جو لوگ فوت ہو چکے تھے اُن کی لاشیں سرزمین اٹیکا سے کھود کر ملک کے باہر پھنکوائی گئیں۔ اور اس طرح ملک میں کچھ عرصہ کے لئے امن و آمان ہو گیا۔

اس کے بعد سولن کی رائے کے مطابق ایتھنس ایک مقدس جنگ میں شریک ہوا۔ جس میں سولن نے کامیابی حاصل کی۔ اب تو سولن کی ملک میں سب سے زیادہ عزت ہونے لگی۔ اگر وہ چاہتا تو لوگ اُسے بادشاہ بنا دیتے لیکن اُسے یہ منظور نہ تھا۔ بلکہ اُس کی دلی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح ایتھنس کو امن و امان اور خوشحالی نصیب ہو۔ جب لوگوں نے اُس پر بہت زور دیا تو مجبوراً آرکن یعنی حاکم اعلےٰ کا عہدہ قبول کر لیا۔

اس زمانہ میں ملک اٹیکا کی حالت بہت خراب تھی۔ زرخیز زمینیں امیروں کے قبضہ میں تھیں۔ اور بنجر غریبوں کے پاس۔ غریب امیروں سے قرض لئے بغیر کاشتکاری نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اُنہیں قرض پر بڑا بھاری سود دینا پڑتا تھا۔ فصل اچھی نہ ہونے کی حالت میں وہ قرضخواہ کو قرضہ کے عوض میں زمین دے دیتے تھے۔ اور اس طرح بہت سے لوگوں کو ننھے حاکموں کا دست نگر بنکر گذارہ کرنا پڑتا تھا۔ جن لوگوں کے پاس زمین نہ تھی اُن کی حالت بہت ہی

ابتر تھی۔ اگر وہ قرض لیتے تو کفالت میں اپنے جسم و جان رکھ دیتے تھے۔ اس طرح بہت سے غربا اپنے دولتمند مالکوں کی ملکیت ہو گئے۔ جن کو وہ غلاموں کی طرح بیچ ڈالتے تھے۔ بعض وقت غربا اپنی اولاد کو بیچ دیتے تھے۔ اور بہت سے غیر ملکوں کو چلے جاتے تھے۔ جب لوگ جان سے تنگ آ گئے تو انہوں نے ظالموں کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اور سولن کو اپنا سرغنہ بنایا +

اگر کوئی اور شخص ہوتا تو لوگ اسے ملکی جھگڑوں کے طے کرنے کے لئے مقرر نہ کرتے۔ لیکن سولن کو سارے لوگوں نے سرغنہ قبول کر لیا۔ امرا نے اس خیال سے کہ وہ اُن میں سے ہے۔ غربا نے اس خیال سے کہ وہ اُن کا حامی ہے۔ تیسرے فریق نے اس خیال سے کہ وہ بے امتیاز اور منصف ہے۔ اُس وقت بھی اس کے دوستوں نے اُسے مجبور کیا کہ وہ بادشاہ بن بیٹھے۔ لیکن اُس نے قبول نہ کیا۔ جب سب لوگ اُسے سرغنہ تسلیم کر چکے تو اُس نے بڑی ہمت دکھائی۔ کسی فریق کی بھی طرفداری نہ کی۔ بلکہ انصاف کی جو قوانین مناسب تھے اُن کو بحال رکھا۔ اور جو غیر مناسب تھے اُن میں ترمیم کی +

اُس نے اس قانون کو منسوخ کیا کہ لوگوں کو خفیف چوری کے جرم میں سزائے موت دی جائے۔ اُس نے امیر خاندانوں کا زور توڑا۔ دولتمندوں کی طاقت کو کم کیا۔ اہل ایتھنس میں سے کوئی شخص دوسرے کا غلام نہ بنایا جائے۔ جو لوگ غلام بن چکے تھے انہیں رہائی دلوائی گئی۔ اگر کوئی شخص قرضہ کی کفالت میں اپنا جسم و جان رکھے تو عدالت اُسے ناجائز قرار دے۔ نیز غریب والدین بچوں کو غلامی میں فروخت نہ کریں۔

سود کی ایک مناسب شرح مقرر کی گئی۔ اس وقت تک دولت کے لحاظ سے لوگوں کی قسم بندی تین درجوں میں تھی۔ مگر سولن نے ایک چوتھا درجہ بڑھایا۔ جسے اُس نے چند حقوق عطا کئے +

سولن نے جن چار درجوں میں لوگوں کو تقسیم کیا تھا وہ قسم بندی خاندانی اعزاز پر منحصر نہیں تھی۔ بلکہ دولت پر۔ اس کے ذریعہ بعض کفایت شعار غریب دولتمند بنکر امیر درجہ کے لوگوں میں شریک ہو جاتے تھے۔ اور کاہل وجود اور ناعاقبت اندیش امرا تنزل کر کے ادنےٰ درجہ کے لوگوں میں مل جاتے تھے۔ اول درجہ کے لوگ جن کو زیادہ حقوق حاصل تھے وہ ٹیکس بھی زیادہ دیتے تھے۔ اس درجہ میں آرکن اور بڑے حکّام شامل تھے۔ دوم درجہ میں فوجی سوار۔ سوم میں پیدل فوج۔ چہارم درجہ والے ٹیکس سے بری تھے۔ نہ وہ سرکاری ملازمت میں داخل کئے جاتے تھے۔ مگر جنگ کے وقت اُن سے پیادہ فوج یا فوجی قلیوں کا کام لیا جاتا تھا۔ وہ مجلس ملکی میں شریک ہوتے تھے۔ اور ملکی مجلس میں اُن قوانین کی منظوری یا نامنظوری کے متعلق اُن کو رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ جن پر "مجلس چہار صد" میں بحث ہو چکی تھی۔ تمام جوان شہری ملکی مجلس میں شریک ہوکر رائے دے سکتے تھے۔ عام لوگوں کو اُن امرا کے خلاف جو اُن کو ستاتے چارہ جوئی کا حق حاصل تھا +

اس کے بعد سولن نے مجلس ایریوپیگس کی اصلاح کی تمام آرکن اپنی خدمات سے سبکدوش ہونے پر اسی مجلس کے اراکین سمجھے جاتے تھے۔ اس مجلس کو کسی ایسے قانون کو نامنظور کرنے کا کلی اختیار حاصل تھا جو ملک کے لئے مضر ہو۔ وہ ہر شہری کی

پرائیویٹ زندگی کی تحقیقات بھی کر سکتی تھی۔ اور کاہل الوجود لوگوں اور اپنی اولاد کو تعلیم نہ دلانے والوں کو ہتھم نمائی کرتی تھی ؛

سولن نے یہ قانون بھی جاری کیا کہ چاروں درجہ کے لوگوں میں سے سو سو آدمی منتخب کر کے اُن کی ایک مجلس منعقد کی۔ اُس مجلس میں تمام مُلکی معاملات پر غور و خوض کیا جاتا تھا۔ تب کہیں وہ ملکی مجلس میں پیش ہوتے تھے۔ سب مجالس کے اوپر ایریوپیگس تھی جو جملہ قطعات زمین کی نگہداشت کرتی تھی ؛

سولن نے ایک قانون یہ بھی جاری کیا کہ لوگ مُردوں کی بُرائی نہ کریں۔ کیونکہ ایسا کرنا تقدس کے خلاف تھا۔ اور نزاع کی جڑ۔ مزید براں لوگ کسی مندر۔ عدالت انصاف۔ کسی مجلس ملکی کھیلوں کے جلسے میں ایک دوسرے کی برائی نہ کریں کیونکہ یہ جگہیں سرکاری سمجھی جاتی تھیں۔ اور اُن میں بُرائی کرنے والا مجرم۔ جس کو دو درہم عدالت میں جرمانہ دینا ہوتا تھا اور وہ بھی اُس شخص کو جس کی کہ وہ بُرائی کرتا تھا۔ اس قانون کا منشاء یہ تھا کہ لوگ برادرانہ محبت سے مل جل کر رہیں ؛

پھر سولن نے شادی اور غمی کی رسومات۔ سفر اور جہیز کے قوانین اور رسوم میں بہت کچھ اصلاحیں کر کے لوگوں کی فضول خرچی کو کم کیا۔ اور اُن کو کفایت شعاری کا پابند بنایا ؛

سولن نے لوگوں کی سستی اور کاہل الوجودی دور کرنے کے لیئے یہ قانون جاری کیا کہ ایریوپیگس مجلس لوگوں کے گذر اوقات کے ذرایع اور اُن کے اشتغال اور طرز زندگی کی نگرانی کرے۔ تاکہ لوگ محنتی بنے رہیں۔ اور

کاہل الوجود نہ ہو سکیں ۔

سولن نے ایک قانون کے ذریعہ سے تجارت اور صنعت و حرفت کے رواج کو ترقی دی اور ایک اور قانون کے ذریعہ سے غیر ملک والوں کو سرزمین اٹیکا میں آباد ہونے اور یونان کے شہریوں کے حقوق کے حقدار ہونے کو بھی رواج دیا ۔

سولن نے ایک اور قانون جاری کیا کہ اگر کسی بات پر دو فریق ہوں تو کوئی شخص دونوں سے علیحدہ نہ رہ سکے بلکہ کسی ایک فریق کے ساتھ شامل ہو جائے۔ جو شخص ایسا نہ کرے اُسے سزا دی جائے۔ وہ ۔ وہ جائداد نہ رکھ سکے۔ کیونکہ ایسا شخص ملک کا خیرخواہ نہیں ہو سکتا تھا ۔

جب سولن قوانین مرتب کر چکا اور اُنہیں ملک میں رواج بھی دے چکا اور ستونوں پر کندہ کرا کر عام راستوں اور گذرگاہوں پر نصب بھی کرا چکا تو اُس نے اہل ایتھنس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ اُس کی غیر حاضری میں دس سال تک اُس کے قوانین پر عمل کرینگے۔ اس کے بعد وہ اس خیال سے غیر ممالک کے سفر کے لیئے چلا گیا کہ کہیں اہل ایتھنس اُسے اُس کے مقرر کردہ قوانین کی ترمیم کے لیئے مجبور نہ کریں۔ دس سال تک وہ مصر ایشیائے کوچک اور دیگر ممالک کی سیر کرتا اور وہاں کے عالموں۔ فاضلوں اور مصنفوں وغیرہ کی صحبت سے فائدہ اُٹھاتا رہا۔ دس سال گذرنے پر وہ ایتھنس میں واپس آیا ۔

سولن کی دس سال کی غیر حاضری میں خود امرا نے غربا

کو دام فریب میں پھانس لیا۔ اور اُن پر ظلم و ستم کرنے لگے اور ملک سے آزادی کا فور ہونے لگی۔ ملک کے تین حصوں کے تین سرغنہ بن گئے۔ اُن میں سے ایک پیسسٹراٹیوس بھی تھا۔ جو غاصب فرمانروا بن گیا۔ اُس نے دونوں رقیبوں پر ہر طرح غلبہ حاصل کر لیا۔ جب سولن ایتھنس واپس آیا۔ تو اُسے ملک کی ابتر حالت دیکھ کر بے حد افسوس ہوا۔ اُس نے لوگوں کو آزادی کی طرف مائل کرنے کے لئے سر بازار ایک تقریر کی۔ اگرچہ وہ اُس وقت بہت بوڑھا تھا۔ اور کوئی شخص اُس کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ لیکن اُس نے اپنے فرض حب الوطنی کو ادا کرنے میں دریغ نہ کیا۔ اُس کی تقریر کے آخری جملے جو یہ ہیں قابل یادگار ہیں :-

"لوگو! تمہارے لئے یہ آسان تھا کہ ظلم و ستم کی ترقی کو روک دیتے۔ اور اُسے ملک میں قدم نہ جمانے دیتے۔ لیکن چونکہ اب اُس کے قدم خوب جم چکے ہیں اور اُس نے ملک پر تسلط کر لیا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اُسے ملک سے اُکھاڑ کر پھینک دو"۔

اس کے بعد سولن گھر چلا آیا۔ اُس نے اپنے ہتھیار اپنے دروازے کے باہر لٹکا دیئے۔ یہ اس امر کی علامت تھی کہ وہ ظالم کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا۔ ہتھیار لٹکاتے وقت اُس نے یہ بات کہی تھی :-

"میں اپنے ملک کی آزادی اور اُس کے قوانین کی حمایت حتے الامکان کر چکا"۔

اگرچہ لوگوں نے اُس سے کہا کہ پیسسٹراٹیوس تمہارا مددگار

ہے۔ اس لئے تم کو ایتھنس سے چلا جانا چاہئے۔ لیکن اُس نے اس کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ بلکہ زندگی کے آخری ایام نظمیں کہنے میں صرف کئے۔ اور جن لوگوں نے اُسے پیسٹراٹیوس کا خوف دلانا چاہا تھا اُن سے کہدیا کہ" اب میں بوڑھا ہوں مجھے ظالم کا کوئی خوف نہیں ہے"۔ الغرض زندگی کے باقی ایام گذار کر سولن فوت ہو گیا۔ اُس وقت لوگوں کو اُس کی حب الوطنی کی قدر معلوم ہوئی۔ بقول شخصیکہ ؎

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے
یاد آئیگی تجھے میری وفا میرے بعد

فرانس کا محب الملک سائیز

جوزف سائیز۔ یہ شخص ۱۷۴۸ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۳۶ء میں فوت ہوا۔ وہ انقلاب فرانس کے زمانہ میں ایک مدبر مصنف اور محب الملک گذرا ہے۔ وہ ایک پادری تھا۔ جب فرانس میں انقلاب کی ابتدا ہونے سے پیشتر ملکی معاملات میں خرابی واقع ہوئی۔ تو اُس نے اُن لوگوں کی طرفداری کی جو اصلاح چاہتے تھے جب وزیر اعظم نیکر نے فرانس کے مصنفوں سے اسٹیٹس جنرل کے انعقاد سے متعلق رائے دریافت کی تو سائیز نے یہی رائے دی۔ اُس نے پے در پے کئی رسالے ملکی حالت پر شائع کئے۔ اور اس اصول سے کہ ملک میں تین گروہ ہیں۔ ملک کو چونکا دیا۔ اور اپنا طرفدار اور ہوا خواہ بنا لیا۔ اس اصول سے متعلق اُس نے تین سوال قائم کئے۔ جو یہ تھے کہ:۔

سوال نمبر ۳ گروہ کیا ہے؟ ۔جواب۔ سب کچھ ہے۔

سوال۔ اب تک وہ ملکی حیثیت سے کیا رہا ہے؟ جواب کچھ بھی نہیں۔

سوال۔ وہ کیا چاہتا ہے؟ ۔جواب۔ کچھ ہو جانا (یا وقعت ہو جائے)۔

ان سوالات اور اصول کی بدولت وہ حقوق مانگنے اور اصلاح چاہنے والوں میں بہت ہر دلعزیز ہو گیا۔

اگرچہ فرانس میں انقلاب سے پیشتر بادشاہ۔ امرا۔ اور مذہبی پیشوا ہی ملک کے مالک تھے۔ اور اگرچہ خود سائیز دینی پیشوا تھا۔ لیکن جب حقوق طلبی کا موقع پیش آیا۔ تو سائیز نے اپنے فرقہ کی طرفداری نہیں کی۔ بلکہ ان پر سخت حملے کئے عوام الناس یعنی تیسرے گروہ کے حقوق کی حمایت کی۔ اور انقلاب سے متعلق ایک پروگرام تجویز کیا۔ اس سے اس کی ہر دلعزیزی کی زیادہ ترقی کر گئی۔

۱۷۸۹ء میں اسٹیٹس جنرل کے انتخاب کے موقع پر لوگوں نے اُسے پیرس کی طرف سے اپنا قائمقام منتخب کیا۔ اُسوقت اُس نے اسٹیٹس جنرل کے اجلاس میں یہ رائے دی۔ کہ تینوں گروہ یا طبقہ کے قائمقام اس مجلس میں شریک ہوں۔ لیکن جب اُس کی یہ تجویز نامنظور کی گئی تو اُس نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ "فرانس کے قائمقاموں کی ایک قومی مجلس منعقد کیجائے"۔ اس کے بعد اُس نے ایک رسالہ اس امر پر شائع کیا کہ بادشاہ مختارکل نہیں ہونا چاہئے۔ ۱۷۹۳ء میں اُس نے ملکی مجلس کے روبرو جو اظہار دیا۔ وہ اُسکی حق پسندی۔ ملکی خیرخواہی اور حب الوطنی کا سچا ثبوت ہے۔ وہ یہ ہے کہ "اُس نے اپنے عقیدہ سے (جیسویٹ عقیدہ رکھتا تھا) انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں تو آزادی اور برابری و مساوات کی خاطر وظیفہ سے جو مجھے سلطنت سے ملتا ہے دستبردار ہوتا ہوں"۔

ملک اور قوم کے سچے خیرخواہ اور محب وطن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ سائیز تھا۔ ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنا بہبودی کی رہنمائی کرتا ہے۔ چونکہ سائیز کے باقی حالات ہمارے مدعا سے متعلق نہیں۔ اس لئے قلم انداز کر دئے گئے۔

محب ملک ڈیسمولنس

اس شخص کا نام "لوسی سمپلائس کامیلی بینوئسٹ ڈیسمولنس" تھا۔ وہ ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوا۔ قانونی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اُس نے ۱۷۸۹ء میں پولیٹیکل زندگی کا آغاز کیا۔ اور "اسٹیٹس جنرل" کے انتخاب سے جسکا نام بعد میں "قومی مجلس" رکھا گیا۔ ایک کمشنر کی حیثیت سے بہت کام کیا۔

جب شاہ لوئی نے نیکر کو برخاست کیا تو ڈیسمولنس کا نام سارے فرانس میں محب ملک کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ ۱۲۔ جولائی ۱۷۸۹ء کو اُس نے شاہی محل میں گھس کر حاضرین کو دنگ کر دیا۔ کیونکہ یہ تقریر کی کہ "ہتھیار سنبھالو۔ بخانگی آبینٹ برتھا لیمو کی قسم حب الوطنی کے حق میں زہر ہے"۔ اور دو پستول اپنے جامہ میں سے نکال کر کہا کہ میں پولیس کے ہاتھوں میں زندہ تو نہیں جا سکونگا۔ اور محل سے اتر کر لوگوں کے ہجوم میں جا پہنچا۔ اور یہ نعرہ لگایا "ہتھیار سنبھالو"۔ لوگوں نے چاروں طرف سے یہی نعرہ بلند کیا۔ اور سارے پیرس میں پبلک زبردستی ہتھیار حاصل کیے۔ اسی ہجوم سے "قومی فوج" کی ابتدا ہوئی۔ ڈیسمولنس اُس کا بانی قرار دیا گیا۔ ۱۴ ار کو "قومی فوج" نے قلعہ بیسٹائل پر قبضہ کر لیا۔

۱۷۸۹ء میں ڈیسمولنس کی کتاب "دی فرانس برے" یعنی آزادی فرانس شائع ہو گئی جسمیں بڑی دلیری کے ساتھ بادشاہ۔ امرا۔ دینی پیشوا اور رعایا کے حقوق پر معقول بحث تھی۔ اس کتاب کی بیحد قدر ہوئی۔

ماہ نومبر ۱۷۸۹ء میں ڈیسمولنس نے ایک اخبار "انقلاب فرانس" کے نام سے جاری کیا۔ اس سے ڈیسمولنس بہت مشہور ہو گیا۔ ڈیسمولنس خیالات کے لحاظ

سے اکسٹریمسٹ تھا۔ ماہ جولائی ۱۷۹۱ء میں وہ ایک گروہ کے ڈپوٹیشن کا سرغنہ بنکر پیرس میں آیا۔ اس ڈیپوٹیشن نے لوگوں سے یہ درخواست کی کہ بادشاہ کو معزول کرلیا جائے۔ اسپر اُسکی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا گیا۔

۱۰۔ اگست ۱۷۹۲ء میں ڈینٹن "وزیر انصاف" مقرر کیا۔ اور ڈیسمولینس اُسکا سکریٹری۔ اسی سال ماہ ستمبر میں وہ "قومی مجلس" کا ممبر منتخب کیا گیا۔ وہ بادشاہ کے قتل اور شاہی حکومت اُٹھا لینے کا حامی تھا۔ اس لئے روبسپیر نے اُسے اور دوسرے اکسٹریمسٹوں کو اس خیال سے گرفتار کرایا کہ کہیں اُن کی زیادتی پسند کوشش حصول آزادی میں کوئی روک پیدا نہ کردیں۔ اور اُسے بھی ڈینٹن وغیرہ کے ساتھ پھانسی دلوا دی۔

اگرچہ یہ "انقلاب فرانس" کے اکسٹریمسٹوں کا انجام موت ہوا۔ تاہم وہ اہل ملک کے دلوں میں ایک جوش آزادی چھوڑ گئے۔ جو آخرکار جابرانہ شاہی حکومت کے مٹانے اور جمہوری سلطنت کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا۔

حب الوطنی کا پھل

پیری وکٹرنین ورگ نوڈ - یہ فرانسیسی فصیح البیان مقرر اور حامی انقلاب سنہ ۱۷۵۳ء میں ایک سوداگر کے ہاں مقام بلوجس میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۳ء فوت ہوا - تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بورڈو کی پارلیمنٹ کے میر مجلس کا سکرٹری مقرر کیا گیا - اور قانون کا پیشہ اختیار کیا - زمانہ انقلاب کے خیالات سے متاثر ہو کر وہ انقلاب کی حمایت کے درپے ہوا - اوس وقت اوسنے قومی گارد کے ایک ممبر کی جسنے ایک ہنگامہ برپا کرایا تھا بریت کے لئے پیروی کی - اسلئے خود اوس پر بھی نقض امن کا الزام لگایا - اوس وقت اوسنے ایک زبردست تقریر میں غربت زدہ پیشہ لوگوں کے مصائب کا بیان بڑے درد انگیز پیرایہ میں کیا - جس سے اوس کی فصیح البیانی کی بہت کچھ شہرت ہوئی *

سنہ ۱۷۹۱ء میں جب ملکی مجلس کے ممبروں کا دوبارہ انتخاب کیا گیا تو ورگ نوڈ بھی اس مجلس میں منتخب کیا گیا اور پیرس چلا گیا - ۲۵ - اکتوبر کو اوسنے جو تقریر اس مجلس میں کی اوس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب ملک فرانس میں ایک ایسی طاقت پیدا ہو گئی ہے جو فرانس کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرے گی - اس تقریر کے بعد ہی ورگ نوڈ مجلس کا میر مجلس بنایا گیا - جب انقلاب کا ظہور ہوا تو اوسنے یہ رائے ظاہر کی کہ ایک قانونی بادشاہت ملک میں قایم ہو - لیکن جب شاہ لوئی پیرس سے بھاگا تو اوس نے یہ رائے دی کہ فرانس کے لئے

جمہوری سلطنت مفید ہوگی۔ اوس کے خیالات سے اکشریسٹ فریق نے
بہت فائدہ اوٹھایا +

اس کے بعد ورنگ توڈ دن بدن اکشریسٹ ہوتا گیا۔ اوسنے
کشت خون میں بھی حصہ لیا۔ اور سلطنت جمہوری کے آغاز (مدعا)
کو ترقی دیتا رہا۔ اور ۲۰ مئی سنہ ۱۷۹۲ء کو اوس نے ایک تقریر میں
رائے دی کہ شاہی بدرقہ توڑ دیا جائے۔ اور اسی سال تیسری
جولائی کو اوسنے انقلاب پسندوں کے روبرو یہ تقریر کی کہ
بادشاہ نہ صرف مکار اور ظالم ہی ہے۔ بلکہ دغاباز بھی ہے
اسکے بعد اوس نے ایک کمیٹی کے روبرو یہ تقریر کی کہ ایک قومی
مجلس ملکی انتظام کے لئے مقرر کی جائے اور بادشاہ کو شرطیہ
طور پر کچھ عرصہ کے لئے معزول کر دیا جائے +

ورنگ توڈو ایک ظالم بادشاہ کی حکومت کے خلاف تھا۔
مگر کشت وخون کا حامی دل سے نہیں تھا۔ چنانچہ ۱۰ ستمبر ۱۷۹۲ء
میں جو کشت وخون ہوا اوس سنے اوسکی خلاف آواز بلند کی
جب ۱۳۔ دسمبر ۱۷۹۲ء کو ایک مجلس میں یہ بحث چھڑی کہ آیا شاہ
لوئی کا مقدمہ عدالت میں فیصل کرایا۔ اور اگر ایسا کیا جائے
تو کس عدالت میں تو ورنگ توڈ نے یہ رائے دی کہ لوگوں سے
اس بارہ میں اپیل کیا جائے۔ اور اس مضمون پر اوسنے
جو تقریر کی وہ بڑی طویل مدلل اور فصیح تھی اور فرانس کے پالیٹکس
سے متعلق لیکچر تھی۔ مگر اس تقریر میں اوسے کامیابی نہ ہوئی۔ چار
دن بعد اوس کا وہ خط پکڑا گیا جس پر گونڈ تا اور جیسنوں کے دستخط
تھے۔ اور جس میں بادشاہ کو وہ مشورہ دیا گیا تھا جسکے لفظ لفظ سے
حب الوطنی ٹپکتی تھی۔ لیکن اوسکے حاسدوں نے اوس خط کو بغاوت

پر محمول کیا۔

جب ۱۶۔ جنوری ۱۷۹۳ء کو ملکی مجلس میں بادشاہ کی سزا کے متعلق رائے لی گئی تو ورگ نوڈ نے سب سے پہلے رائے دی۔ اور قتل کی رائے اور ۱۷۔ جنوری کو اوسنے اپنی زبان سے بادشاہ کے قتل کا فتوے سنایا۔ حالانکہ وہ دل سے اسکے خلاف تہا۔ لیکن ملکی بہبودی کے خیال سے حامی۔ ورگ نوڈ کشت وخون کے بالکل خلاف تہا۔ چنانچہ جب "عدالت انقلاب" قایم کرنے کیلئے روبسپیر اور اوسکے پیروؤں نے رائے دی تو ورگ نوڈ اور اوسکے ساتہیوں نے اسکی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ "تودوینس کی مذہبی عدالت" سے زیادہ سخت ہے اور یہ کہ ہم اور ہمارے حامی اپنی جان دیدینگے۔ مگر اس عدالت کے قایم ہونے کے لئے رائے نہ دینگے۔ اسپر اوس کے حاسد جو پہلے ہی سے اوس کی جان لینے کے درپے تھے زیادہ غضبناک ہوگئے۔ ۱۰۔ مارچ کو ورگ نوڈ اور اوسکے ساتہیوں کو بہاگ کر خفیہ جگہہ میں پناہ لینا پڑی۔ ورگ نوڈ اور روبسپیر میں مخالفت بڑہتی گئی۔ کیونکہ ورگ نوڈ نے ایک تقریر میں یہ کہا کہ ملکی مجلس کے اکثر اور زیادہ تر ممبر آزادی کے نام سے زیادتی اور خون کرتے ہیں۔ اس پر روبسپیر نے ملکی مجلس میں ورگ نوڈ پر الزام لگایا اور اپنے دعوی کی تائید میں اوس خط کو پیش کیا جو ورگ نوڈ وغیرہ نے بادشاہ لوئی کو مشورہ کے طور پر لکہا تہا۔ روبسپیر اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا اور ورگ نوڈ کے سر کے لئے انعام کا اشتہار شایع کیا گیا۔ ورگ نوڈ اور اوسکے ساتہی جابجا چہپتے پہرے اور کشت وخون کرنے اور کرانے والوں کی مخالفت کرتے رہے۔ آخرکار ۲۔ جون

سنہ ۱۹۳۱ء جبر پسند لوگوں نے ملکی مجلس سے اور اوسکے ساتھیوں کے قتل کا فتوے حاصل کرلیا ٭

ورگ نوڈ کو ایک ماہ تک خود او ملکی قیامگاہ اور لانورس جیل میں قید رکھا گیا - اوس کے خطوط سے ظاہر ہے کہ وہ انقلاب کا حامی تھا اور اپنے ملک سے بھی محبت رکھتا تھا - آخرکار ملکی مجلس نے ورگ نوڈ وغیرہ کے قتل کا فتوے صادر کیا - گنسوں نے ملکی مجلس میں اوس کی حمایت کر کے اوس کی بریت کے لئے کوشش کرنا چاہتے - مگر زیادتی پسندوں نے قبول نہ کیا - اور ۱۹ - اگست سنہ ۱۹۳۱ء کو ورگ نوڈ اور اوسکے ساتھیوں کو پھانسی دیدی گئی

دراصل ورگ نوڈ غلط فہمیوں کا شکار ہوا - اور نہ ویسے وہ ملک کا بدخواہ نہیں تھا - بلکہ سچا خیرخواہ اور محبت وطن ٭

یوریتومو

تاریخ جاپان کا ایک ایک صفحہ گواہی دے رہا ہے کہ اس ملک میں بادشاہ کا اقتدار اوس کے سپہ سالاروں - وزیروں شوگنوں یا اطالیقوں کے مقابلہ میں بہت کم رہا ہے - یہ لوگ جب فروغ پا جاتے تھے تو اپنے اور اپنی نسل کے لئے من مانی حکومت و اختیار قایم کرنے کے لئے کوشش کرتے تھے - اگرچہ اون میں سے بعض ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو ملک کو بھی نفع پہونچانا چاہتے تھے - لیکن بہت ہی کم - ایسے ہی لوگوں کو اہل جاپان ملک کا

خیرخواہ اور محب ملک بجتے ہیں۔ کیونکہ سچے خیرخواہان کے
مقابلہ میں جو اپنے نفع پر ملک کے فواید کو فوقیت دیتے ایسی لوگونکا
ہونا غنیمت تھا۔ اس ہی قسم کے لوگوں میں سے ایک مشہور
جاپانی یوریتومو تھا ؀

اگرچہ یوریتومو نے اپنے اور اپنی نسل کے لئے ایک مختارکل
حکومت واختیار کی بنیاد ڈالی لیکن بادشاہ اور اہل ملک کے اغراض
کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ اور حتی الامکان ملکی حاصد یوں کے بعد امن وامان
اور انصاف کی حکومت قایم کرنے والا ہو۔ تاریخ جاپان
سے ثابت ہوتا ہے کہ وسط ساتویں صدی کے بعد سے لیکر
یوریتومو کے وفات تک اہل جاپان پر مصائب کی بھرمار رہی
جو شخص بھی ملک میں رونہ پکڑ جاتا تھا وہی لوگوں کو محض اس خیال سے
دبائے رکھنے کے لئے کوشش کرتا تھا کہ کہیں وہ اوسکی دلی اغراض میں
رخنہ انداز نہوں۔ جو لوگ اس قسم کے ثابت ہوتے یا جنکی طرف سے
اس قسم کا شبہ ہوتا اونکو۔ اونکے خاندان۔ اون کے پیروں اور
اون کے فرقے کے لوگوں کا نام ونشان تک مٹا دیا جاتا تھا ؀

جب یوریتومو اپنے مخالف فرقہ تیرا کو مغلوب کرچکا تو اوسنے
جاپان میں ایک باقاعدہ قومی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنا مسکن
کیوٹو میں قایم کرنیکی جگہہ کماکورا میں قایم کیا۔ سب سے پہلا کام جو
اوسنے ایک زبردست قومی سلطنت قایم کرنیکے لئے کیا وہ یہ تھا
کہ اوس نے ایک کونسل قایم کی۔ اس میں ملکی معاملات پر بحث
کیجاتی تھی۔ یہی کونسل ملک کا انتظام وانصرام کرتی تھی اوس میں بہت سے
لوگ شریک تھے ؀

اسکے بعد یوریتومو نے ایک عدالت فوجداری قایم کی۔ جو ڈکیتی

اور دیگر جرایم کا انسداد کرتی تھی اوس وقت ملک میں اس قسم کے جرایم کی کثرت تھی۔ کیونکہ ملک وسط ساتویں صدی سے بارہویں صدی کے اخیر تک محض اون لوگوں کی خواہشوں کے باعث جو مختار کل ہو کر رہنا چاہتے بڑی بدنظمی میں رہا تھا۔

پھر اوس نے شاہ جاپان سے اپنے پانچ رشتہ داروں کو پانچ صوبوں کا گورنر مقرر کرایا۔ اور بادشاہ سے وعدہ کیا کہ میں خود اون کی حرکات و افعال کا ذمہ دار ہوں۔ اوس وقت تک صوبوں کے گورنر اور نائب گورنر سول حکام میں سے مقرر کئے جاتے تھے اسلئے وہ ملک میں امن قایم رکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے لیکن یوریتومو کے رشتہ دار فوجی سپہ سالار تھے۔ یہ لوگ اپنے صوبوں میں امن قایم رکھ سکتے تھے۔ مزید براں یوریتومو نے ہر صوبہ میں علاوہ ایک گورنر کے ایک سپہ سالار بھی مقرر کرایا۔ پھر یوریتومو نے اپنے بادشاہ سے کل ملک کی فوج کے سپہ سالار کا عہدہ مخصوص کرا لیا۔ اس عہدہ کے اختیارات کے ذریعہ سے یوریتومو نے کل صوبوں میں ایک زبردست اور ذمہ دار حکومت قایم کی اور اسطرح کئے صدیوں کے بعد اوس نے ملک جاپان میں امن کی حکومت قایم کر دی۔

اسکے بعد یوریتومو نے شاہ جاپان سے یہ اجازت حاصل کی کہ وہ ملک کی زرعی پیداوار پر ایک محصول لگائے۔ اور اس محصول کی آمدنی سے فوجی اخراجات چلائے ہیں۔ ان باتوں کو انجام دینے کے بعد اوس نے عدالتیں قایم کیں جن میں مقدمات کی سماعت کیجاتی تھی اور اس طرح ذرا ذرا سی بات میں انصاف کے خیال کو داخل کر دیا۔

جاپان میں راہب ہتیار رکھتے تھے۔ اور ملک کے ستانیوالوں کو اپنے ہاں پناہ اور ہتیار دیتے تھے۔ یہ راہب دینی پیشوا ہونے کے

باعث بڑے مغرور اور زورآور ہو گئے تھے۔ وہ اون اصلاحوں کی مخالفت کرتے تھے جن پر ملک کی بہبودی منحصر تھی۔ اسلئے یوریتومو نے اون کے زور کو گھٹایا اور یہ حکم نافذ کرایا کہ وہ نہ خود ہتیار رکھیں اور نہ کسی کو ہتیاروں سے مدد دیں۔ اور جرایم پیشہ اور مخالفان اصلاح کو اپنے راہب خانوں میں پناہ نہ دیں +

جو باتیں یوریتومو نے ملک کی بہتری کے لئے رایج کیں اون کی منظوری شاہ جاپان سے ہی حاصل کی۔ اوسنے کبھی یہ روا نہیں رکھا کہ اپنے ہی اختیار سے کچھ کرتا۔ حالانکہ وہ ایسا کر سکتا تھا +

سنہ ۱۱۹۰ء میں وہ دربار سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔ مگر وہاں سے بھی وہ امن قایم رکھنے اور علوم و فنون کو ترقی دینے کی تجاویز اور تدابیر عمل میں لاتا رہا۔ سنہ ۱۱۹۸ء میں وہ دریائے سگامی کے ایک پل کا معائنہ کر کے واپس آ رہا تھا کہ گھوڑے پر سے گر گیا۔ اوسکے سخت چوٹ آئی۔ جسکے اثر سے وہ جانبر نہ ہو سکا +

یوریتومو اپنی خدمات کے باعث جن کے ذریعہ اوس نے صدیوں کے بعد جاپان میں امن قایم کیا۔ علوم و فنون کو ترقی دی۔ اور ایک زبردست باقاعدہ سلطنت قایم کی۔ انصاف کو رواج دیا۔ اور ملک کو عروج پر پہونچانے کی تدابیر کی۔ ملکی بدخواہوں کا زور گھٹایا +

"جاپان کا خیرخواہ اور محب ملک مانا جاتا ہے" +

محب ملک عبد القادرؒ

ایک زمانہ میں جو انیسویں صدی عیسوی کے نصف اول حصہ میں شمار کیا جاتا ہے امریکہ اور انگلستان کے مسلسل حملوں سے الجزایر اور ٹیونس کی طاقت بیحد مضمحل ہو گئی تھی۔ لیکن اوس حملہ کے بعد جو آخری حملہ بتایا جاتا ہے۔ تین ہی سال کے اندر محبان ملک نے شہر اور بندرگاہ الجزایر کے قلعے اور دمدمے دوچند مستحکم کر لئے۔ ماہ اپریل ۱۸۲۷ء میں الجزایر کے گورنر اور فرانسیسی سفیر کے درمیان ایک خفیف سی بات پر نزاع بڑھ گیا۔ جس کے باعث مغربی سلطنتیں آمادہ پیرخاش ہو گئیں۔ اور نزاع بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ ۲۶۔ مئی ۱۸۲۹ء میں ایک نہایت زبردست بیڑہ جہازوں کا امیر البحر ڈوپیر ساحل بربر پر لے گیا۔ اور ۱۳۔ جون کو الجزایر کی حد میں پہونچ گیا۔ اور ۱۹۔ جون کو فوجوں نے جہازوں سے اوتر کر شہر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اگرچہ مسلمانوں نے مزاحمت کی۔ لیکن یورپ کی ٹڈی دل فوج کے آگے تاب مقابلہ نہ لا سکی۔ اسلئے وہ شہر کے اندر چلے گئے فرانسیسی فوج نے اونکا محاصرہ کر لیا۔ اور اگرچہ اہل شہر نے خوب مقابلہ کیا۔ لیکن آخرکار اون کو صلح کرنا پڑی ؛

فرانسیسی دور کا آغاز ہوتے ہی الجزایر کے قدیم فرمانرواؤں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت کو زوال ہو گیا۔ الجزایر پر قبضہ کر کے فرانس نے ۱۸۸۱ء میں صوبہ ٹیونس پر بھی قبضہ کر لیا۔

سن ۱۸۲۹ء سے لیکر سن ۱۸۸۱ء تک فرانسیسی گورنر متواتر اہل الجزائر پر ہر طرح ظلم کرتے رہے۔ وہ وہ ستم کیے جنکی نظیر بمشکل ملتی ہے۔ جب لوگ ظلم سہتے سہتے تنگ آ گئے تو عربی اور بربری قبیلوں میں انتقام اور بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور حب الوطنی کا نہ دب سکنے والا جذبہ پیدا ہو گیا۔ الجزائر کی محب ملک جماعت فرانس کے مقابلہ میں ڈٹی رہی۔ فرانس سے یکے بعد دیگرے لوگیڈ۔ بلیشیر کا نرو برٹ۔ سینٹ ارناڈ اور میکوہن جیسے جرنیل بغاوت فرو کرنے کے لیے مامور کیے گئے۔ ان جرنیلوں نے بیحد کشت و خون کیا اور کرایا۔ لوٹ مار کی۔ مکانوں میں آگ لگوا دی۔ لیکن بربری اور عربی قبائل بھی مقابلہ سے باز نہ آئے۔ اور جس دلیری اور جانبازی سے انہوں نے اپنے سے دس گنا زیادہ قوت کا مقابلہ کیا وہ بے نظیر تھی۔ انہوں نے ایک ایک کر کے بہت شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اور کار آزمودہ جرنیلوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

اس ساری کامیابی کا رنگ و سہرا الجزائر کا ایک مشہور و معروف ہیرو عبدالقادر نامی تھا جو شہر مسکارہ کے ایک قدیم نامی خاندان کا نونہال تھا۔ اس خاندان کے لوگ الجزائر میں ہمیشہ سے دینی پیشوا چلے آتے تھے۔ عبدالقادر بھی فقیہ۔ حاجی اور پکا مسلمان تھا۔ اور یہی تمام باتیں قدیم عربوں کی سی تھیں وہ جہاں نواز۔ فیاض۔ راستباز۔ آزاد اور فن سپہ گری کا شناور تھا۔ بڑا دلیر اور معرکہ آرا تھا۔ اس کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ قوم پرست اور جان نثار محب ملک بھی تھا۔ چونکہ عبدالقادر عنفوان شباب ہی میں ہونہار تھا۔ اس لیے گورنر الجزائر اس کے درپے تخریب ہو گیا جس کے باعث عبدالقادر ترک وطن کر کے مصر میں چلا گیا

لیکن جب وہ ۲۳ برس کی عمر میں اپنے ملک میں واپس آیا تو دیکھا غیر ملک والوں کی ظالمانہ حکومت سے سارے لوگ تنگ ہیں اور اوس کے ہموطن سخت مایوس ہیں۔ چونکہ اوسکا اور اوسکے باپ دادا کا نام ملک میں طلسم کا حکم رکھتا تھا۔ اسلئے اوس کے وطن میں پہونچتے ہی سارے قبیلے اوس کی طرف کھنچ گئے۔ جب اوسکی قوت بڑھتے بڑھتے ایک چھوٹی ریاست کی ہم پلہ ہوگئی تو فرانسیسیوں نے دفع الوقتی کے طور پر اور اوسے اپنا طرفدار بنائے رکھنے کے لئے شہر مستقارہ کا خود مختار حاکم تسلیم کرلیا یہ ۱۸۳۴ء کا واقعہ ہے۔

مستقارہ میں قدم جماکر عبدالقادر نے ایک بڑی جنگ کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ اور صرف ایک ہی سال کے عرصہ میں اپنی قوت کو اسقدر مضبوط کرلیا کہ جب ۱۸۳۵ء میں فرانسیسوں نے حسب عادت ایک پولٹیکل حیلہ ڈھونڈھکر مستقارہ پر حملہ کیا تو اونکو دریائے مستقارہ پر سخت زک اوٹھاکر پسپا ہونا پڑا۔ ۱۸۳۶ء میں اوسنے فرانسیسوں کی ایک کثیر فوج کو مطیجہ میدان میں ایک اور سخت شکست دی۔ اسپر ایک اور فوج مستقارہ کو فتح کرنے کے لئے روانہ کی گئی۔ لیکن عبدالقادر نے اوسے بھی شکست دی۔

اب تو عبدالقادر کی بہادری۔ کارروائی اور حب الوطنی کا ہر طرف شور مچگیا۔ فرانسیسی فوج بار بار مستقارہ پر حملہ کرتی تھی۔ مگر ہر بار منہ کی کھاتی تھی۔ عبدالقادر کا قبضہ سوائے ایک یا دو مقام کے الجزائر پر ہوگیا۔ لیکن فرانسیسی بھی اس فکر اور کوشش میں لگے رہے کہ کسی نہ کسی طرح عبدالقادر کو شکست دیکر الجزائر پر دوبارہ

قبضہ حاصل کریں - چنانچہ سنہ ۱۸۳۰ء میں فرانس نے ایک بہت بڑی اور بہت طاقتور فوج عبد القادر کی سرکوبی کے لئے روانہ کی - اور فرانسیسی جرنیل نے ایک ایک کرکے الجزایر کے سارے قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا - یہانتک کہ سنہ ۱۸۴۷ء میں مستغارہ بھی فتح کر لیا گیا - اور ملک پر فرانس کا پورا تسلط ہو گیا ۔

عبد القادر کی مثال سے اوس کے ملک والوں میں بڑا جوش پیدا ہو گیا تھا اور اوس کی حب الوطنی سے ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا - اس شخص کا اصلی مدعا یہ نہیں تھا کہ وہ فرانس کو زک دے بلکہ یہ کہ اپنے ملک والوں کو اون کے ظلم و جبر سے بچا لے لیکن وہ کرنا تو کیا - جو کچھ اوس سے ہو سکا اوسنے کیا - اور ہاں بہت کچھ کیا - اوسکے کارناموں کو ڈیوک آف ویلنگٹن جیسا کامیاب اور اولوالعزم شخص بھی حیرت و استعجاب سے دیکھتا تھا سبب اوس کی فوج لڑتے لڑتے اور کٹتے کٹتے بہت ہی کم ہو گئی تو فرانس کی ٹڈی دل فوج اوس پر غالب آگئی - اگر اوس کے پاس کافی فوج ہوتی تو وہ اپنے ملک کو ضرور ظالموں کی حکومت بچا لیتا - اوسنے ایک عرصہ فرانس کے قیدخانہ میں رہنے اور پھر وہاں سے رہائی حاصل کرنے اور ایک مدت کی سکونت کے بعد سنہ ۱۸۸۳ء میں دمشق میں انتقال کیا - سارے الجزایر اور تیونس میں اوسکا نام بڑی عزت سے لیا جاتا اور حب الوطنی کے لئے ضرب المثل ہے ۔

اگرچہ عبد القادر فوت ہو گیا - لیکن عربی قبایل جو اوس کی حب الوطنی سے متاثر ہو چکے تھے فرانس سے نہیں دب سکے بلکہ دوبارہ بغاوت کرتے تھے - اور فرانس [illegible]

پہونچاتے تھے۔ اور خود اون کے ظلم کا تختۂ مشق بنتے تھے وہ فرانس کا مطیع ہوکر رہنا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اگر سنہ ۱۷۶۵ء میں لوئی نپولین۔ الجزایر جاکر اون کو اپنی زبان سے یہ اطمینان نہ دلاتا کہ شخصی جاگیروں اور ریاستوں میں گورنمنٹ کوئی دست اندازی نہیں کرے گی تو وہ فرانس کو چین نہیں لینے دیتے۔

جاپان کی عظمت کا خواہاں

تاریخ جاپان کا ایک ایک ورق گواہی دے رہا ہے کہ "جاگیرداری بعوض خدمات فوجی" کے سلسلہ سے جاپان پر ہمیشہ آفات کی بھرمار رہی۔ جو لوگ اس سلسلہ کے باعث نواب تھے وہ آپس میں جنگ و جدل کرتے رہتے تھے۔ اور اون میں سے ہر ایک اپنے مقبوضات کو بڑھانے کی فکر میں رہتا تھا۔ ان نوابوں میں سے جو کوئی بھی ملک کے ایک بڑے حصہ کا مالک ہوجاتا تھا وہی شاہ جاپان کے مقابلہ پر آمادہ ہوتا تھا۔ اور شاہی حکومت کی تحقیر کرتا تھا۔ اور اون احکام اور اصلاحوں کو نہیں مانتا تھا جو ملک کے لئے مفید ہوتے ہیں بارہا شاہان جاپان کی طرف سے یہ کوشش ہوئی کہ ملک میں

امن ہو۔ علم و ہنر کی ترقی ہو۔ تجارت اور زراعت کو فروغ ہو۔ لوگ اتفاق سے رہیں۔ اور خانہ جنگیاں ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں۔ لیکن طاقتور نواب جنکے زیر حکم بڑی بڑی جنگی افواج تہیں ان سب باتوں کی مخالفت کرتے رہے ✢

تاریخ جاپان میں تین شخص بڑے نامور اور کارگذار ہیں۔ اون کے نام یہ ہیں نوبوناگا جس کی حب الوطنی کے کارنامونکا ذکر کسی دوسری جگہہ اسی کتاب میں درج ہو چکا ہے۔ ہدیوشی اور آئی آسی سو ان تینوں نے باری باری اپنی ساری ہمت وکوشش اِس بات میں صرف کر دی کہ جاپان میں امن رہے نوابوں کی خانہ جنگیاں بند ہوں۔ سارے نواب بادشاہ کے مطیع ہوں علوم وفنون۔ تجارت۔ زراعت وغیرہ کی ترقی ہو۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئے لیکن اون کی زندگی میں وہ بات حاصل نہ ہوسکی جس کی اونہیں آرزو تہی۔ تاہم اون کی کوششوں سے ایسا راستہ تیار ہوگیا جسپر چلنے سے جاپان عروج پر پہونچ سکتا تہا ✢

آخرکار ''سسٹم جاگیرداری بعوض خدمات فوجی'' کا سلسلہ قطعی طور پر رد کر کے شاہ جاپان کے اقتدار بڑہانے کے لئے کوشش کی گئی تو سارے ملک نے اظہار خوشی کیا۔ لیکن مخصوص فرقہ کے لوگوں نے نہیں۔ بلکہ وہ اپنی خودمختاری قائم رکہنے پر تلے رہے۔ اگرچہ اس فرقہ کے لوگوں نے شاہی اقتدار کے بڑہانے اور شوگن سلسلہ کو تباہ کرنے میں بڑی مدد دی۔ لیکن چونکہ اوس کے لوگ کہنہ خیال تھے اور بوسیدہ باتوں کے شیدائی اسلئے جدید اصلاحوں کے خلاف تہے ✢

اس فرقہ میں بھی اصلاحوں کے سبب سے نفاق پیدا ہوکر دو فریق ہو گئے - جن میں سے ایک فرقہ ساری جدید اصلاحوں کا حامی تھا - اور دوسرا بالکل مخالف - حامی فریق کا سرغنہ ایک مہذب ملک تھا جس کا نام گوٹو شوزی ہی تھا - دوسرے فریق کے سرغنہ شیمازو سالوسو اور سیگوتا کاموری تھے - بادشاہ اور حامیان اصلاح نے ان دونوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے بیحد کوشش کی - اور اونہیں اراکین سلطنت کے حلقہ میں جگہ دینا چاہی - لیکن اونہوں نے مطلق پرواہ نہیں کی - بلکہ ٹوکیو سے چلے گئے - سیگو سے سمرائی (یہ جاپان میں ایک جنگجو فرقہ تھا) فرقہ کے لوگ بیحد خوش تھے - وہ اوس کے دل سے مطیع تھے - ٹوکیو سے چلے جانے کے بعد اوس نے کاگوشیمہ کے نزدیک جہاں ایک فوجی مدرسہ تھا سکونت اختیار کی - اس اسکول اور دیگر مدارس میں جو اوسکی شاخیں تہیں اوس وقت کوئی ۲۰ ہزار جوان سمرائی فن حرب کی تعلیم پا رہے تھے - چونکہ جدید اصلاحوں سے اس فرقہ کے لوگوں کا اقتدار بہی کم ہوتا تہا - اسلئے اونکو بہی اصلاحوں سے ہمدردی نہیں تھی - ان لوگوں نے سیگو کو اصلاحوں کی مخالفت اور بغاوت پر آمادہ کر دیا *

جب مخالفان اصلاح علم بغاوت بلند کر چکے تو سٹسوما فرقہ کے ایک معزز شخص امیر البحر کاوامورا کو سیگو کے پاس روانہ کیا گیا - تاکہ وہ اوس سے گفتگو کرکے اوسے راہ راست پر لائے - لیکن سیگو نے اوس سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا - اسکے بعد وہ ۱۴ ہزار چیدہ اور جوان سمرائیوں کی فوج لیکر وسط ماہ فروری سنہ ۱۸۷۷ء میں ٹوکیو کی طرف روانہ ہوا - راستہ میں اوسے

قلعہ کماموٹو کو جس میں شاہی فوج تھی فتح کرنا چاہا۔ وہاں اوسے کئی ہفتے لگے۔ اتنے میں شاہی فوج فراہم کرکے اوسکے مقابلہ کیلئے روانہ کی گئی۔ جسکا سپہ سالار شاہزادہ ارکیسو گاوانومیہ مقرر کیا گیا۔ سامان رسد وغیرہ کا انتظام سیگو کے چھوٹے بھائی سیگو تسوگومیچی کے سپرد کیا گیا۔ یہ شخص بادشاہ کا مطیع اور جانثار تھا۔ لیکن اوسنے اوس فوج میں شریک ہوکر کام کرنے سے انکار کیا جو اوس کے بھائی کی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئی۔ کیونکہ وہ ملک کی بہتری کا خواہاں تھا۔

سیگو اور اوس کی باغی فوج کو قلعہ کماموٹو پر شکست ہوئی۔ اسلئے وہ شمال کی طرف ایک محفوظ مقام میں چلی گئی۔ شاہی فوج اوس کے تعاقب میں گئی۔ دونوں سپاہ کا مقابلہ ہوا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ جب سیگو نے دیکھا کہ اب اوس کی قلعی نار ہوگئی۔ تو وہ معدودے چند جانباز سپاہیوں کے لڑتا بھڑتا ہوا شاہی فوج کو چیر پھاڑ کر بھاگ گیا۔ اوسکی باقی فوج نے شاہی فوج کی اطاعت قبول کرلی۔ یہ ۱۹۔ اگست ۱۸۵۵ء کا واقعہ ہے۔

سیگو نے بھاگ کر کوہ شیرویامہ کی چوٹی پر پناہ لی۔ شاہی فوج نے اوسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور کئی دن تک رات دن اوس پر گولہ باری جاری رکھی۔ سیگو کی ران میں سخت زخم آیا وہ یہ سمجھ کر اب بچنا دشوار ہے اور یہ کہ وہ گرفتار کرلیا جائے گا اوس نے اپنے ایک افسر سے کہا کہ مجھے قتل کردو۔ افسر نے اوس کا سر تن سے جدا کردیا۔ باقی لوگوں نے اطاعت قبول کرلی۔ امیر البحر کا واموراسے نے سیگو کی نعش اور دیگر لوگوں کی نعش دفن کرائی۔ یہ ۲۲۔ ستمبر ۱۸۵۵ء کا واقعہ ہے۔ اس سے

بعد ہی شاہ جاپان کی حکومت کل ملک میں ہو گئی ۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ اصلاح طلب فریق کا حامی اکوبہ توشی میچی تھا۔ یہ ایک بڑا مدبر اور سچا محب ملک تھا۔ ابتدا ہی سے وہ بغاوت اور جاگیر داری بعوض خدمات فوجی" کا مخالف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جاپان کو عروج ہو تاکہ وہ بھی بڑے بڑے طاقتور اور مہذب ممالک کا ہم پلہ ہو جائے۔ اس خیال سے اوسنے خود اپنے فرقہ کے لوگوں کی سرکوبی کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ اصلاح کے مخالف تھے ۔

جب اوس کے فرقہ والوں نے بغاوت کی تو وہ معاملات داخلہ کا وزیر تھا۔ اوس نے اپنی منصبی فرائض ادا کرنے اور حب وطن کا ثبوت دینے کی غرض سے اس بغاوت کے دبانے اور باغیوں کو مغلوب کرنے میں بجد جانفشانی دکھائی۔ جو لوگ اصلاحوں کے مخالف تھے وہ اوس کے بھی دشمن تھے۔ شکست ہو لئے پر اونھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اکوبہ نے کچھ لوگوں کو بھیجکر سیگو کو ہلاک کرا دیا۔ سمورائیوں میں سے زیادہ تر نے اس بات کو درست مان لیا۔ اور وہ اوس کی جان لینے کے درپے ہو گئے ۔

دشمن اکوبہ کی جان لینے کی تاک میں لگے رہے۔ ایک دن یعنی ۱۴۔ مئی ۱۸۷۸ء کو جبکہ اکوبہ اپنی گاڑی پر سوار ہو کر شاہ میکاڈو کے محل کی طرف جا رہا تھا تو بہت سے سمورائیوں نے حملہ کر کے اوسے گھیر لیا۔ اور قتل کر ڈالا۔ جو لوگ اوسکے قاتل کی حیثیت سے گرفتار کئے گئے اونھوں نے بیان کیا کہ سیگو کی موت کا بدلہ لینے کے لئے اکوبہ کو ہلاک کیا گیا ۔

اگرچہ محب ملک اکوبہ مارا گیا۔ لیکن جس بات کو وہ ملک کیلئے

مفید سمجھا تھا اوسے انجام دے گیا۔ جاپانی اوس کے نام کو بڑی عزت کے ساتھ لیتے ہیں اور اوسے بے نظیر محب ملک خیال کرتے ہیں۔

ظلم پر ظلم

جس زمانہ میں ملک چین میں ٹیپ ننگس میں بغاوت زور شور پر تھی اوس وقت صوبہ یون نن میں مسلمانوں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ لوگ ایک مدت سے اس صوبہ میں آباد تھے۔ اور شاہ چین کے بڑے مطیع و جانثار۔ اگرچہ اصل میں وہ ترکی نژاد تھے۔ لیکن سرزمین چین میں چینیوں کے ساتھ سلسلہ مناکحت کر کے عادات و خصائل میں بالکل چینی ہو گئے تھے۔

یہ لوگ وسط اٹھارھویں صدی تک دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ برادرانہ سلوک سے صلح کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن ہمیشہ چینی حکام کی طرف سے اون پر جبر و تشدد ہوتا رہا [illegible] میں تنگ خیال حکام نے ان لوگوں کو بہت ستایا۔ ظلموں سے تنگ آ کر شاہ چین کی خدمت میں ایک درخواست (جو امر کی

روانہ کی کہ چینی حکام ہم پر بڑا ظلم کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے اور کوئی دیانت دار حاکم ہمارے صوبہ میں مقرر کیا جائے۔ لیکن دربار چین میں اس درخواست پر کوئی التفات نہیں کیا گیا ہے۔

اگرچہ مظلوموں کی دادرسی نہ ہوئی۔ لیکن انہوں نے سرکشی اختیار نہیں کی۔ اور کئی سال تک ستم سہتے رہے۔ لیکن جب اون میں سکت نہ رہی اور جب وہ بالکل عاجز آ گئے تو ۱۸۵۵ء میں صوبہ یونن میں بغاوت نمودار ہوئی اس صوبہ میں تانبہ کی کانیں بکثرت ہیں۔ جب مسلمانوں نے علم بغاوت بلند کیا تو حاکم جو بزدل تھا خوف کے مارے دوسری جگہ بھاگ گیا مسلمانوں اور چینی فوج کا مقابلہ ہوا۔ دستور کے مطابق چینی حکام نے سخت گیری جاری رکھی اور مظلوموں کو بیدریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ صوبہ کے حاکم نے اس سخت گیری اور ستم رانی کو روکنا چاہا۔ مگر ماتحت حکام نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ حاکم صوبہ نے مجبور ہو کر مایوسی کے عالم میں خودکشی کر لی ہے۔

چینی حکام خونریزی و کشت و خون اور ظلم رانی میں لطف آتا تھا اون پر حاکم صوبہ کی خودکشی کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اونہوں نے ایک دن مسلمانوں کے قتل عام کے لئے مقرر کر دیا۔ مسلمان بھی اس قول کے مطابق کہ

هرچه دست از جان بشوید هرچه در دل دارد بگوید

مقابلہ کے لیے آمادہ تھے۔ اچھا ظالم حکام نے یہ ترکیب نکالی کہ اول ہی مقررہ دن سے پیشتر ہی اچانک یورش کر دی اور بہتوں کو ہلاک کیا۔ مگر جسقدر مسلمان قتل ہونے سے بچ رہے تھے

اونہوں نے ارادہ کرلیا کہ مرتے دم تک ظالموں اور شاہی حکومت کا مقابلہ کیا جائے۔ اور اون کی حکومت کو اپنے سروں سے اوتہار دیا جائے؂

اوس وقت اون میں سے دو شخص سرغنہ بنے۔ ایک کا نام ما تہا یہ شخص حج بہی کر آیا تہا اور مصر و ٹرکی کا سفر بہی کر چکا تہا۔ وہ اپنی دینداری اور علم و فضل کے لئے چینی مسلمانوں میں بیحد مشہور تہا۔ لوگ اوس کی بڑی عزت کرتے تہے۔ دوسرے کا نام تو تہا۔ یہ ایک بڑا جانباز شخص تہا۔ اور فن حرب سے بہی واقف۔ اوسنے شہر تالیفو پر قبضہ کر لیا۔ یہ ایک نہایت مضبوط اور مستحکم شہر تہا۔ اوسکے چاروں طرف ایک جہیل تہی اور جہیل کے گرد اگرد پہاڑ تہا جب تو اس شہر پر قبضہ کر چکا تو اوس نے ما سے تعلق قطع کر لیا اور خود شہر کا حاکم و فرمانروا بن بیٹہا۔ ما میدان جنگ میں چینی فوج کے مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ اوس نے شہر یون نن فو پر دہاوا بولا۔ مگر ناکام رہا۔ [illegible] میں تو ایک بڑی فوج لیکر اس شہر پر حملہ آور ہوا اور محاصرہ کر لیا۔ محصورین اطاعت قبول کرنے ہی کو تہے کہ ما کی طرف سے اون کے پاس یہ پیغام پہونچا کہ اگر وہ اور اوس کا بیٹا شاہی فوج میں معزز عہدوں پر مقرر کر دئے جائیں تو وہ چینیوں سے صلح کر کے اون کی مدد کرے گا۔ اس پیغام کو بعجلت تمام شاہی دربار سے منظور کرا لیا گیا؂

ما اور اوسکا ایک عزیز جو لنگ نامی فوج میں سپہ سالار بنا دیے گئے۔ جو لنگ میدان جنگ میں چینی فوج کی کمان کرنیگا

اور اوسکا نائب شہر کا محاصرہ کئے رہا۔ نائب نے علم بغاوت بلند کرکے حاکم شہر کو قتل کر دیا۔ تا بعجلت وہاں پہونچ اور اوسنے بغاوت فرو کردی۔ اور شہر پر چینی فوج کا از سر نو قبضہ ہوگیا۔

اب ذرا تو کا حال بھی سنئے۔ وہ اس عرصہ بھر شہر تالیفو میں اپنی طاقت اور فوج کو بڑھاتا رہا۔ چونکہ وہ ارادے کا پکا اور بڑا دلیر تھا۔ اسلئے شاہی فوج نے اوسکے زور کو گھٹانا چاہا۔ اوّل تو اوس کے پاس صلح کرلنے کی غرض سے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور اس کام کے انجام دینے کے لئے تا کو مامور کیا۔ مگر تو نے ان باتوں کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہوجائے گا کہ ہم پر پھر کبھی سختی اور ظلم نہ کیا جائے گا تب تک میں کسی بات کو نہیں مان سکتا۔

تونگ تن کی دیکھا دیکھی اور مقامات میں بھی جو حکام کی ظلم رانی سے تنگ تھے بغاوت نمودار ہوئی۔ چینی فوج اون کے دبانے کے لئے مامور کی گئی۔ تا نے ۱۸۶۷ء میں شہر تالیفو پر فوجکشی کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تو نے اسوقت ملک برہما سے میل کرلیا۔ اور وہاں سے ہتیار اور دیگر سامان جنگ منگا لیا۔ اسکے بعد اوسنے اپنے بھتیجے کو انگلستان کے بادشاہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مگر وہاں سے مدد نہ ملسکی۔

جب دربار چین کو تو کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو اوسنے بعجلت تمام مظلوم مسلمانوں اور اوسکے ہر غنہ کو ہمیشہ کے لئے دبا لینے کا ارادہ کرکے ایک بڑی فوج اونکی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ اور مسلمانوں کے کچھ سرغناؤں کو اس وعدے پر

بلا لیا کہ اون کی جان بخشی کردی جائے گی - مگر اون کو دہوکہ سے بعد میں قتل کرا دیا گیا - اس واقعہ سے مسلمانوں کی ناخوشی کی انتہا نہ رہی اسی عرصہ میں اور چینی فوج میدان جنگ میں آگئی - اور رفتہ رفتہ سوائے شہر تالیفو کے یون نن کے سارے صوبہ پر قبضہ کر لیا - اور پہر شہر کا محاصرہ کیا - اس میں ما نے سب سے زیادہ حصہ لیا - یہ شخص اپنی قوم کا دشمن نکلا - اوسنے مظلوموں کی جنہوں نے اوسے اپنا ایک سرغنہ بنا لیا تہا دستگیری نہیں کی - بلکہ اون پر ستم کا پہاڑ توڑ دیا - جب تو نے یہ دیکہا کہ شہر پر قبضہ ہو جائے گا تو اوسنے اس شرط پر اطاعت قبول کرنا چاہی کہ مسلمانوں کی جانیں بخش دی جائیں - جب یہ بات قرار پا چکی تو وہ خود بخود ما کے پاس چلا گیا - ما نے اوس کے ساتھ دغا کی - اوسے چینی سپہ سالار کے پاس بہیجدیا - وہاں پہونچتے ہی اتفاقاً تو کو پیاس معلوم دی - اوسنے پانی مانگا - چینی سپہ سالار نے پانی میں کوئی زہر ملا کر دیدیا - جس کے اثر سے تو ذرا ہی دیر بعد ہلاک ہو گیا ؎

تو کی وفات کے بعد ما نے اپنے ہم قوموں پر زیادہ ظلم کیا اوس نے تو کا سر تن سے جدا کر کے دربار چین میں بہیجدیا - اور نعش کے ٹکڑے کر کے پہنکوا دئے - پہر مسلمان سرغناؤں کو ایک دعوت میں مدعو کیا - جب یہ لوگ کہانا کہانے بیٹھے تو فوج نے جو پہلے سے مامور کر دی گئی تہی آکر اونکو گہیر لیا اور سب کو قتل کر دیا - اس کے بعد چینی سپاہی جو شہر پر قبضہ کر چکے تھے ما کے حکم سے باشندوں پر ٹوٹ پڑے - اور ہزاروں کو قتل کر دیا - اور اوسوقت تک قتل کرنے سے باز نرہے جب تک کہ وہ قتل

کرتے کرتے اوکتا نہ گئی۔ اونھوں نے تیس ہزار مرد عورت اور بچے قتل کر دئے۔ ۶ سال تک سربیون جن بربادی کا منظر رہا تھا۔ اسلئے بالکل تباہ ہو گیا ؁

جو واقعات اس مضمون میں بیان ہو چکے ہیں اون سے ظاہر ہے کہ ایک تو صب ملک تو تھا جسنے مظلوموں کی مدد کا بیڑا اوٹھایا۔ اپنی جان اپنی فرض کی نذر کر دی۔ اور دوسرا دشمن ملک تھا جسنے طمع میں آکر اپنے ہی ہم قوم مظلوموں کو تباہ اور ہلاک کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ اگر تامل تو کی مانند ظالم کا مقابلہ کرتا تو لوگوں کو ہمیشہ کے لئے ظلم کی حکومت سے رہائی ملجاتی ؁

جوگی کی صدا

از حضرت ساغر اکبرآبادی۔ اڈیٹوریل اسسٹنٹ پی آر بی سوسائٹی لاہور

اس نظم میں مصنف نے اپنی وسیع معلومات کو نہایت خوشتر پیرایہ میں ادا کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کے تنزل کا سب سے بڑا سبب نفاق ہے۔ مذہب و ملت اور ذات پات کے متعلق جو فرقہ بندی اہل ہند میں پائی جاتی ہے وہ قومی یعنی ملکی ترقی کے راستہ میں حارج ہوتی ہے

اہل ہند میں سے ہر شخص خواہ وہ کسی ذات کا ہو اور کوئی مذہب رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہندوستانی سمجھ کر کل اہل ہند کے ساتھ محبت کا سلوک کرے اور ملکی ترقی کی باتوں میں ذات پات اور مذہب و ملت کو دخل نہ دے بلکہ اس میں بقدر ہمت اور بقدر اوقات ہمدردی سے ایکا کاش ہندوستان کے سب لوگ اِس اصول کو کہ وہ سب سے پہلے ہندوستانی ہیں۔ اُس کے بعد ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ وغیرہ وغیرہ حرز جاں بنائیں۔

میں ہوں پربت باسی جوگی
گھر گھر الکھ جگانے آیا
سچی بات سمجھانے آیا
جی میں ہے کچھ رمز بتاؤں
مدت سے بھارت ہے روگی
اس دکھیا کے دکھ کی کہانی
اہل ہند کی بری ہے حالت
جب سے ان میں پھوٹ پڑی ہے
خود غرضی ہے سب کا کرتب
کام ہے اُن کو اپنی ادا سے
بن گئے بغض و حسد کے بندے
رشک سے ہے رنگ جمائے جاتا
بغض و حسد دین و ایمان ہے
صاف نہیں ہے کوئی سینہ
خلق و تواضع کے سب دشمن
پریم کی ان میں ریت نہیں ہے

ہندوستان کا ہوں سنجوگی
سب کی خیر منانے آیا
سیدھی راہ دکھانے آیا
مطلب کی اک بات سناؤں
اک کایا سو سو دکھ بھوگی
سن لو بابا میری زبانی
برگشتہ ہے اُن سے قسمت
عزت لٹتی دھڑی دھڑی ہے
دنیا ہے اور اپنا مطلب
مر جائے کوئی اُن کی بلا سے
جی کے میلے دل کے گندے
ایک کو ایک ہے کھائے جاتا
جنس محبت بہت گراں ہے
مکر و ریا کا ہے گنجینہ
پیار و محبت کے سب دشمن
پاس کسی کے پریت نہیں ہے

وہ افراط سے بیدردی کی
باطن کچھ ہے ظاہر کچھ ہے
ہند کا ان کو درد نہیں ہے
دور گیا حب الوطنی کا
ذات پات پران میں جھگڑا
کوئی مسلمان کوئی ہندو
کوئی سناتن دھرمی بابا
کوئی بابا دیو سماجی
کوئی شیوی کوئی شاکتک
کوئی جینی کوئی تلسی داسی
کوئی شیعہ کوئی سنی
کوئی دہریہ کوئی ماہر
کوئی بنگالی کوئی ہندی
کوئی آسامی کوئی گجراتی
کوئی بہاری کوئی میواڑی
کوئی دکھنی کوئی مرہٹہ
کوئی نہیں کہتا ہے یہ بانی
لیکن یہ نہیں میری بولی
ان باتوں کا میں نہیں شیدا
سب سے پہلے ہندوستانی
نہ تو بابا منطقی ہوں میں
نہ تو بابا مجتی ہوں میں
نہ میں عالم نہ میں فاضل

مٹی خوار ہے ہمدردی کی
اندر کچھ ہے باہر کچھ ہے
کوئی قومی درد نہیں ہے
اب ہے زمانہ تناتنی کا
دین ایمان پہ سدا بکھیڑا
کوئی مسیحی کوئی برہمو
کوئی گرو نانک کا چیلا
کوئی دیانندی بابا جی
کوئی سنیاسی کوئی ناستک
کوئی کبیر کا ہے بشواسی
کوئی شافعی کوئی حنفی
کوئی مومن کوئی کافر
کوئی پنجابی کوئی سندھی
کوئی کشمیری کوئی میواتی
کوئی میدانی کوئی پہاڑی
کوئی مدراسی کوئی اڑیہ
لوگو میں ہوں ہندوستانی
خالی ہے ان سے میری جھولی
سب ہیں میرے میں ہوں سب کا
پھر ہوں سب کا حالی ثانی
اور نہ بابا فلسفی ہوں میں
اور نہ بابا بدعتی ہوں میں
نرگن - بیگن مورکھ جاہل

یہی میری بولی یہی میری بانی
بابا میں ہوں ہندوستانی

میں ہوں اپنے دیس کا سیوک
اپنی قوم کا ہوں پرچارک

بابا میرا دیس ہے بھارت
بابا میرا بھیس ہے بھارت

بابا میری ذات ہے بھارت
بابا میری بات ہے بھارت

بھارت میرا جسم و جان ہے
بھارت میرا دین ایمان ہے

بھارت میرا تن من دھن ہے
بھارت ہی سے لی لگن ہے

بھارت والوں کی ہے دُرگت
سارے جگ سے بدتر حالت

لیکن کوئی نیک نہیں ہے
نیکی چاہے ایک نہیں ہے

پاس نہیں کچھ نِردھن ہیں یہ
کوئی گن نہیں بےگن ہیں یہ

دن ہیں لیکن رات سے بدتر
ہر پہلو ہر بات سے بدتر

آنسو ہیں ڈھل جانے والے
پہلو ہیں جل جانے والے

باغ ہیں لیکن اُجڑے اُجڑے
کام ہیں لیکن بگڑے بگڑے

پھول ہیں لیکن رنگ نہیں ہے
نرگن ہے کچھ ڈھنگ نہیں ہے

سارے جہاں میں بےعزت ہیں
سب کی نظر میں بےوقعت ہیں

یہ ہے دیکھو پھوٹ کا سایہ
یہ ہے دیکھو پھوٹ کی مایہ

لو بابا کچھ اور سناؤں
تم کو تہ کی بات بتاؤں

حب الوطنی ہے وہ دلبر
جس کا چرچا گھر گھر در در

جان ہے سب کی، پران ہے سب کی
سچ پوچھو تو مان ہے سب کی

شجر و حجر حیوان و انسان
اسکے خواہاں اسکے جویاں

وہ ہے جھلک نور سراپا
گویا ہے اک حور سراپا

ماہ کامل کتنا حسیں ہے
اسکی برابر وہ بھی نہیں ہے

اسکے آگے مات ستارے
پھیکے ہیں سارے سیارے

وہ ہے باغ حسن کا پودا
وہ ہے روئے حسن کا غازہ

اُسکی صحبت زیست سے خوشتر
اُسکی فرقت موت سے بدتر

دولت اُسکی خاص ہیلی
حکمت اُسکے ساتھ کی کھیلی

شوکت اُسکے گھر کی باندی
حشمت اُسکی بچپنوں باندی

عزت اُسکا ادنےٰ کرشمہ
بایہ سمجھو اس کا سایہ

تاج کی رونق اُس کا جلوہ
تخت کی رونق اُس سے واللہ

اُس سے رونق بزم جہاں میں
چہل پہل ہر ایک مکاں میں

اُسکے ہی دم کا ہے یہ ظہورہ
ورنہ جہاں ہے خاک کا گھورہ

حب الوطنی ہی کی بدولت
قومیں سب سے لے گئیں سبقت

یورپ روشن ہو گیا سارا
قومیں لے گئیں علم ہمارا

مشہور تھیں اُن کی عالم و فاضل
مرد ہمارے سے جاہل و کاہل

اعلیٰ تھے تم ہو گئے اسفل
دعوے تمہارے ہیں سب باطل

اپنے ہاتھوں لائے تباہی
تم سے اچھی ساری خدائی

اپنی عزت آپ گنوائی
اب تو سوچو سمجھو بھائی

سنو مثل مشہور جہاں ہے
حب وطن دین و ایمان ہے

پریم کی سیکھو ریت پیارو
باہم برتو پریت پیارو

جنس محبت کر دو سستی
دیکھو سیکھو قوم پرستی

دکھلا دو آثار محبت
گرم کرو بازار محبت

او فنا فی القوم بنو تم
جگ میں روشن نام کرو تم

پھر تم سب خوشحال ہو گے
جگ میں مالا مال رہو گے

پھر تم ہو گے عزت والے
دانش والے حکمت والے

پھر تم سب زور آور ہو گے
پھر تم سب بختاور ہو گے

پھر حامی اقبال رہے گا
بھارت لعلوں لعل رہیگا

ساتھ جوگی کا جو مسلا ہے
ہندوستاں کا اس میں بھلا ہے